قطف الاثمار

مولفہ

عالیجناب صفی الدولہ حسام الملک نواب ابو نصر

سید محمد علی حسن خان

سابق آنریری ڈائرکٹر آف پبلک انسٹرکشن ریاست بھوپال و حال
ٹرسٹی محمڈن اینگلو اورینٹل کالج علی گڈھ
رکن مجلس انتظامیہ دار العلوم ندوۃ العلما لکھنؤ
ممبر ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال

باہتمام محمد رحمت اللہ رعد

نامی پریس کانپور میں چھپی

ڈیڈی کیشن

فطرۃ الاسلام کی تالیف سے اصلی غرض یہ ہے کہ مسلمان پبلک و نوتعلیم یافتہ لوگون کو اسلام کے اہم مسائل اور بزرگان ملک و ملت کی محققانہ معلومات سے مطلع اور مستفید کیا جائے اسلئے مین نہایت ادب کے ساتھ اپنی اس ناچیز تالیف کو مخدوم و محترم عالیجناب نواب وقار الملک مولوی مشتاق حسین صاحب بہادر مدظلہ آنریری سکرٹری مدرسۃ العلوم علیگڈھ کے اسم گرامی پر معنون کرتا ہون اور جناب نواب صاحب ممدوح کا نہایت ممنون ہون کہ اُنھون نے از راہِ اسلامی حمیت میری استدعا قبول و منظور فرمائی۔

خاکسار

محمد علی حسن خان
۲۸۔ اپریل ۱۹۱۰ء

فہرست مضامین فطرت الاسلام

شمس العلماء مولانا مولوی شبلی صاحب نعمانی

ایشیا مین اُمراء کا مشغلہ ہمیشہ چنگ و نے، اور ساغر و مے رہا ہی لیکن چونکہ کوئی کوئی کلیہ استثناء سے خالی نہین ہی اسلئے خال خال ایسے نفوس بھی پائے جاتے ہین جو ظاہری دولتمندی کے ساتھ علم و فضل کی دولت سے بھی بہرہ ور ہین، انہی مستثنیات مین ہمارے معزز اور محترم دوست نواب سیّد محمد علی حسن خان خلف الرشید نواب امیر الملک صدّیق الحسن خان مرحوم ہین۔

آجکل مُلک مین ضعیف الاعتقادی کی عام ہوا چل گئی ہی اور منتہی سے مبتدی تک کوئی اسکے اثر سے نہین بچا، ضرورت کے لحاظ سے ارباب نظر نے مختلف کتابین لکھین لیکن اُن کا طرز بیان ایسا تھا کہ مبتدی اور کم استعداد اس سے فائدہ نہین اُٹھا سکے، جناب

موصوف الصدر نے اس ضرورت کو محسوس کیا اور فطرۃ الاسلام نام ایک کتاب لکھی جو اسوقت ہمارے پیش نظر ہی۔ اس کتاب کی خصوصیت یہ ہی کہ تمام مُہمات مسائل کو اس انداز سے سوال وجواب کے پیرایہ مین بیان کیا ہی کہ ایک معمولی سمجھ کا آدمی بخوبی سمجھ لے اور اُسکا دل مطمئن ہو جائے دلائل اُسی درجہ کے برہانی اور یقینی ہین صرف طرز بیان کا فرق ہی کہ مشکل سے مشکل مسئلہ آسان ہو جاتا ہے۔

ہمکو امید ہی کہ کتاب مقبول ہوگی اور نواب صاحب موصوف کو اس قسم کی اور تصنیفات کا حوصلہ دلائے گی۔

دستخط
شبلی نعمانی
۱۲- اپریل ۱۹۱۰ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

زلافِ حمد و نعت اولیٰ ست بر خاکِ ادب خفتن
سجودی میتوان کردن، درودی میتوان گفتن

انسان کے زمانۂ پیدائش سے لیکر اُس وقت تک جبکہ وہ سن تمیز کو پہونچتا ہے غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی تمام روحانی اور مادّی ترقیونکا بھید دو سوالون مین چھپا ہوا ہے جنکو انسان گویا اپنے ساتھ لیکر پیدا ہوتا ہے کم و بیش ہر بچہ کی زبان سے پہلے پہل جو ابتدائی دو سوال نکلتے ہین وہ یہ ہین کیا ہے اور کیون ہے پہلا سوال یعنی کیا ہے انسان کی اُس فطری استعداد کو ظاہر کرتا ہے جو قدرت نے تمام مادّی اشیا کی ادراکِ حقیقت اور اُن کے

نفع و ضرر سے واقف ہونے کے لیے انسان کو عطا کی ہے انسان اپنی اخیر
زندگی تک اِنھین اشیا کے حاصل کرنے یا اُن کے ضرر سے بچنے کی کوشش
کرتا رہتا ہے اِنھین اشیا کی تحلیل و ترکیب کا نام فلسفہ و سائنس ہی اور انھین
اشیا کی ترتیب و تہذیب کا نام شائستگی اور نظام تمدن ہے دوسرا سوال یعنی
کیون ہے یہ انسان کی اُس فطری قابلیت کی طرف اشارہ کرتا ہے جو اُن
تمام اسباب سے علاقہ رکھتی ہے جن اسباب سے واقعات عالم اور قوانین
طبعی کے سلسلہ کا پتہ لگتا ہے یہ سلسلہ بعض کے نزدیک طبیعت عالم پر جس کو
مادّہ کہتے ہین اور بعض کے نزدیک ماوراے طبیعت یعنی ایک ذات
واجب الوجود علۃ العلل پر منتہی ہوتا ہے یہ ہی دوسرا سوال یعنی کیون ہے
درحقیقت تمام مذاہب و کمالات روحانی کا سرچشمہ ہے۔

اس تقریر سے یہ معلوم ہوگیا ہوگا کہ جس طرح ہر انسان مین مادّی ترقی
کی صلاحیت فطری ہے اُسی طرح روحانی ترقی کی قابلیت بھی وہ اپنے ساتھ
لاتا ہے پس یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ انسان کے ساتھ ہی ساتھ دُنیا مین
مذہب کا ظہور رہا ہے اس مین بھی شبہہ نہین ہوسکتا کہ بنی نوع انسان
کے ابتدائی زمانے مین جبکہ وہ طفولیت کے گہوارہ مین تھا اور اُس کے
پاک معصوم دل و دماغ کو مختلف خیالات اور متضاد ادراکات نے مکدر نہین
کیا تھا اُس وقت تک ظاہر ہے کہ جو کچھ اُس کے دل و دماغ نے تازگی

حاصل کی ہوگی وہ فطرت کے پاک صاف چشمہ سے حاصل کی ہوگی جس کا پانی موتی سا چمکتا ہوگا اور ہر قسم کی گرد وغبار اور خس وخاشاک سے پاک ہوگا جب اُس معصوم انسان نے بجلی کی کڑک بادل کی گرج سُنی ہوگی آندھیون کا زور وشور دریاؤن کا تلاطم وطوفان دیکھا ہوگا اور خونخوار درندون اور خطرناک باؤن سے اُس کو سابقہ پڑا ہوگا اور پھر اُس نے اپنے کو ہر طرف مجبوریون سے گھرا ہوا پایا ہوگا تو یقیناً اُس کا خیال ہر پھر کر سب سے پہلے ایک ایسی اعلیٰ طاقت کی طرف رجوع ہوا ہوگا جو اِن سب قوتون سے بالاتر ہو خداوند تعالیٰ نے اِسی فطرت انسانی کی تصویر حضرت ابراہیم کے قصہ کے پیرایہ مین اِن عمدہ الفاظ مین کھینچی ہے۔

كَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّيْ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ

اسیطرح ہم ابراہیم کو آسمان وزمین کا انتظام دکھانے لگے تاکہ وہ (کامل) یقین کرنیوالون مین سے ہوجاوین توجب اُن پر رات چھاگئی اُن کو ایک ستارہ نظر آیا (اور اُسکو دیکھکر) لگے کہنے کہ یہی میرا پروردگار ہے پھر جب وہ غروب ہوگیا تو بولے کہ غروب ہوجانے والی چیزون کو تو مین پسند نہین کرتا (کہ خدا مان لون) پھر جب چاند کو دیکھا کہ بڑا جگمگا رہا ہے تو لگے کہنے یہ ہی میرا پروردگار ہے پھر جب (وہ بھی) غروب ہوگیا تو

قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ

بولے اگر مجکو میرا پروردگار راہ راست نہین دکھاویگا تو بیشک مین (بھی) گمراہ لوگون مین ہوجاؤنگا پھر جب سورج کو دیکھا کہ بڑا جگمگا رہا ہی تو لگے کہنے یہ ہی میرا پروردگار ہے کہ یہ (سب سے بڑا (بھی) ہے پھر جب (وہ بھی) غروب ہوگیا تو (اپنی قوم سے مخاطب ہوکر) بولے کہ بھائیو! جن چیزونکو تم شریک (خدا) مانتے ہوبین تو اُنسے بے تعلق محض ہون مینے تو ایک ہی کا ہوکر اپنا رُخ اُسی (ذات پاک) کیطرف کرلیا ہے جسنے آسمان وزمین کو بنایا اور مین تو مشرکو نمین سے نہین ہون

بہرحال جب انسان نے طفولیت کے گہوارہ سے آگے قدم بڑھایا تو نئے نئے تجربے نئی نئی معلومات نئے نئے مناظر اُس کو پیش آئے طبیعتون کے اختلاف عقلون کے مختلف درجات اور معلومات کے فرق مراتب کی وجہ سے وہ پاک تخیل جس کا نام مذہب ہے وہ بھی ایک حالت پر قائم نرہا اور مختلف وقتون مین مختلف مذہبون کی بُنیاد پڑی اُن مین سے بہت سے مذاہب تو ایسے ہین جو زمانے کے ساتھ مٹگئے اور کتابون مین اُن کا ذکر باقی رہگیا اور بہت سے مذاہب ایسے ہین جو اس وقت تک قائم ہین بااینہمہ اگر تمام اگلی پچھلی موجودہ اور غیر موجودہ مذاہب کی بُنیاد پر نظر تعمق سے دیکھا

جائے تو وہ ان تین نمبرون مین سے کسی ایک نمبر مین سما سکتی ہین۔

(نمبر۱) انسان بھی مثل نباتات وجمادات کے ایک مخلوق ہے اور حیوانات کی قسم مین سے ایک افضل قسم ہے اسی زمین سے پیدا ہوتا اسی زمین کی پیداوار پر بسراوقات کرتا اور اسی زمین مین مرنے کے بعد ملجاتا ہے لہذا انسان کا فرض اتنا ہی ہونا چاہیئے کہ وہ اپنی تمام تر کوشش جسمانی لذتون کی طرف مائل رکھے اور موجودات دُنیا سے بقدر طاقت بشری فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کرتا رہے اس کے سوا جو کچھ ہے وہ سب وہم وخیال ہے اور اقتضائے بشری کی حد سے تجاوز کرنا ہے کیونکہ اس عالم کائنات مین جو کچھ ہے اُس کے سوا نہ ہم جانتے ہین اور نہ جان سکتے ہین۔

(نمبر۲) انسان جس طرح صرف جسم کا نام نہین ہے بلکہ اُس مین ایک اور چیز بھی ہے جس کا نام روح یا نفس ناطقہ ہے اسی طرح اس دُنیا کا سلسلہ صرف اِن موجودات ہی پر تمام نہین ہوتا جنمین آئے دن تغیرات رہا کرتے ہین بلکہ اِن موجودات پر کوئی اور اعلیٰ طاقت متصرف اور حکمران ہے واقعات عالم سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ دُنیا دار المحن ہے اور سراپا مصائب و آلام سے معمور ہے یہان کی راحت وخوشی ایک آنی خواب ہے اس لیئے انسان کا کام اس دُنیا مین صرف یہ ہے کہ وہ شب وروز ریاضات شاقہ مجاہداتِ سخت نفس کشی اور اُس اعلیٰ طاقت کی پرستش مین اپنی زندگی کے

دن پورے کیا کرے اور آخرکار ایک دن اس وجود فانی کو چھوڑ کر اُس اعلی طاقت سے جا ملے۔

(نمبر ۳) انسان مرکب ہے جسم و روح سے اور روح ایک جوہر قائم بالذات ہے جس کے ادنی ترین اجزا الکٹرسٹی اور ایتھر ہین اور جس کا مبدا اور حیّز وہ اعلی طاقت ہے جو تمام مادّی اور غیر مادّی اشیا پر متصرف ہے اسی اعتبار سے انسان کے ذاتی فرائض بھی دو قسم کے ہین ایک فرض انسان کا موجوداتِ عالم سے بقدر طاقت بشری فائدہ حاصل کرنا اور جسمانی لذت و آرام سے مستفید ہونا ہے دوسرا فرض انسان کا اُس اعلی طاقت کے نور یقین سے دل کو روشن کرنا اور طبیعتِ عالم کے قوانین سے صانعِ عالم کی مرضی کا پتہ لگا کر تذکیۂ نفس اور تہذیبِ اخلاق مین کوشش کرنا ہے۔

اسی طرح تمام دُنیا کے مذہبون کی اصولی تعلیم مین خُدا اور ربانی مذہب کا ماننا بعد مرنے کے دوسری زندگی کا پیش آنا تہذیب اخلاق مین کوشش کرنا قریب قریب یکسان ہین اِن مین چندان تخالف نہین اگر کچھ فرق ہو سکتا ہے تو کمال یا نقص کا ہو سکتا ہے فروعی تعلیم البتہ دُنیا کے تمام مذہبون مین بہت کچھ مختلف ہے اِس اختلاف کا سبب کچھ تو وہ بُنیادی اُصول ہوتے ہین جن پر کسی مذہب کی بُنیاد رکھی گئی ہے اور زیادہ تر یہ اختلاف اُس ملک کی آب و ہوا زمانہ کی رفتار اور اُس قوم کی خصلت سے تعلق رکھتا ہے جس قوم مین

کہ اُس مذہب کا بانی گزرا ہے۔

فلسفی مذہب مین خدا اور ربانی مذہب کا اعتقاد جو درحقیقت تہذیبِ نفس اور تکمیلِ اخلاق کے حق مین روحِ روان ہو شامل نہین ہوتا مگر تہذیبِ نفس اور تکمیلِ اخلاق کو فلسفی مذہب بھی تسلیم کرتا ہے اور اُس کے نکات و حقائق سمجھنے پر سختی کے ساتھ زور دیتا ہے فلسفی اور غیر فلسفی مذہب مین صرف اتنا فرق ہے کہ خالص مذہبی آدمی ایک ازلی اور ابدی ہستی کو حاضر و ناظر جانکر اپنے تمام فرائض کو بجا لاتا ہے اور آئندہ زندگی کی توقع پر جس کو موجودہ زندگی کا تتمہ کہنا چاہیئے اپنے دل کو مطمئن اور مسرور رکھتا ہے اور محض فلسفی آدمی بغیر کسی آئندہ قوی اور پائدار اُمید کی اپنی زندگی کے چندروزہ ضرورتون کو مدِنظر رکھکر اپنے فرائض کی انجام وہی مین لگا رہتا ہے اصل حقیقت تمام مذاہب کی یہ ہے اِنھین اُصول پر ہمارے موجودہ زمانے مین جو مشہور مذاہب قائم و جاری ہین وہ یہ ہین بودھ ہندو پارسی یہودی عیسائی مسلمان۔

بودھ مذہب کے لوگ ذات باری کے منکر ہین اور زندگی کو بدی سے تعبیر کرتے ہین اور روح کے فنا کرنے پر آمادہ رہنے کو کمالِ انسانی خیال کرتے ہین۔

ہندو اور مصری متعدد دیوتاؤن کو پوجتے ہین اور انسان کو کرم کے سلسلہ مین وابستہ سمجھتے ہین اور آواگون کے جس کو تناسخ بھی کہتے ہین معتقد ہین۔

پارسی دو واجب الوجود کو مانتے ہین ایک کا نام یزدان یعنی خالقِ خیر اور دوسرے کا نام اہرمن یعنی خالق شر ہے۔

عیسائی تثلیث کے معتقد ہین اور جسمانیت کو گناہ سے تعبیر کرتے ہین اُنکا قول ہے کہ انسان اپنی فطری کمزوری کے سبب جسمانیت کے غلبہ سے بچ نہین سکتا اس لیے اس کمی کے پورا کرنے کے لیئے خدا نے اپنے اکلوتے بیٹے عیسیٰ مسیح کو دُنیا مین بھیجکر تمام آدمیون کی جانب سے قربان کرایا تاکہ تمام بنی نوعِ آدم اُسپر ایمان لاکر نجات پانے کے مستحق ہو جاوین۔

یہودی ایک خدا کا اقرار کرتے ہین مگر حضرت عزیر کو خدا کا بیٹا بتاتے ہین تابوت سکینہ کو جس پر کرّوبین کی تصویرین بنی ہوتی ہین سامنے رکھکرا رکان عبادت بجا لاتے ہین۔

مسلمان ایک خدا کو مانتے ہین اور اُس کو وحدہ لاشریک لہ جانتے ہین اور زندگی کو ایک نعمت اور دُنیا کو دار العمل سمجھتے ہین اُنکے نزدیک خالص خدا پرستی اور دنیا داری لازم و ملزوم ہین۔

دہریہ جن کو لامذہب کہا جاتا ہے اُن کا عقیدہ ہے کہ انسان کو خاص اپنے لیئے زندہ رہنا چاہیئے اور چونکہ انسان کی زندگی اور اُسکی راحت کا مدار اپنے ابنائے جنس کی اعانت پر موقوف ہے اس لیئے آدمی کو اپنی قوم کی ہمدردی اور اپنے اہل ملک کی مدد لازم ہے۔

اِن سب مذاہب مین بھی اندرونی تفریقین اور اختلافات کثرت سے ہین اگر کوئی آدمی اِن سب مذاہب کے اصول و فروع کی کامل تحقیق کرنا چاہیے تو ناممکن ہے کسی طرح اُس کی زندگی وفا نہین کر سکتی اور اگر مذہبی تحقیق سے سروکار نہ رکھے اور آنکھ بند کیئے اپنے آبائی مذہب پر چلا جائے تو اولاً تو یہ ایک ایسی اندھی تقلید ہوگی جو اُس کو گمراہی اور بدبختی کے عمیق غار مین لے گرے گی قطع نظر اس کے اگر بالفرض وہ راہ راست پر بھی ہو تب بھی یہ بات اُس کی خوش قسمتی کہی جاوے گی نہ کمال انسانی اور اگر وہ شخص گمراہی پر ہے جیسا کہ اکثر دیکھا جاتا ہے تو اُس کو نہ صرف اِس زندگی مین اُسکی پاداش اُٹھانا پڑے گی بلکہ اُس دوسری زندگی مین بھی اُس کو اپنی غلطی پر نقصان اور ندامت کا متحمل ہونا پڑے گا غرض انسان بحکم عقل و شرع مذہبی تحقیق سے بالکل بے لگاؤ نہین رہ سکتا۔

اگلے زمانے مین جو یقین کا زمانہ کہا جاسکتا ہی تمام اہل مذاہب کو اپنی مذہبی باتون پر گو وہ کیسے ہی عجیب اور حیرت انگیز ہون دل سے یقین ہوا کرتا تھا اُس زمانے مین مذہبی تحقیق اور بحث و مباحثہ کا طریقہ بھی نہایت سادہ سہل اور اِس زمانے کے طریقۂ تحقیق سے جُداگانہ تھا ایک فریق اپنے مذہب کی خوبی دوسرے فریق کی مذہبی کمزوریان دکھا کر ثابت کرنے کی کوشش کرتا تھا مذہب کے بُنیادی اُصول یا مذہب کی اُصولی تعلیم سے تو چندان بحث نہین کی جاتی تھی کیونکہ اُن مین کچھ زیادہ اختلاف نہین ہوتا تھا جو کچھ

بحث ہوتی تھی وہ زیادہ تر فروعی اور اکابرِ مذہب کے فضائل وطرزِ عمل پر مبنی
ہوتی تھی ہمارا یہ زمانہ ترقیِ علم اور عقل وفطرت کا زمانہ ہے یا یون کہو کہ شک کا
زمانہ ہے اس زمانے مین کوئی بات کیسی ہی ہو اور خواہ کیسے ہی بزرگ کے
مُنہ سے نکلی ہو جب تک اُس کے سچ ہونے کا کامل یقین نہو اُس وقت تک
وہ بات سچ نہین مانی جاتی مغربی فلسفہ وسائنس نے مناط دعوے طریقۂ
استدلال سب کو بدل دیا ہے اس زمانے مین توکسی ایک مذہب کا اپنی
اصلی حالت پر قائم رہجانا تعجب خیز معلوم ہوتا ہے چہ جائیکہ اپنی صداقت کو
دوسرون سے تسلیم کرانا یہی سبب ہے کہ جو لوگ مذہبی معلومات نہین رکھتے
وہ مذہب کی طرف سے بدظن اور اُس سے بہت کچھ بے پرواہ نظر آتے
ہین اور جو لوگ کچھ مذہبی معلومات رکھتے ہین وہ اپنے مذہب مین کتربیونت
کرکے اور اُس کو کھینچ تان کر عقل وفطرت کے موافق بنانے کی کوشش
کرتے ہین مگر یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ کسی مذہب کو عقل وفطرت کے موافق
بنانا اور بات ہے اور کسی مذہب کا عقل وفطرت کے موافق ہونا اور
بات ہے پس اس بات کی آزمایش اور حق وباطل کے پہچاننے کو ایک
ایسے معیار کی ضرورت ہے جو تمام مذہبون سے یکسان نسبت رکھتا ہو اور
اُن تمام باتون پر شامل ہو جو ایک سچّے مذہب کے لیئے ضروری ہون تاکہ
اُس کے ذریعے سے تمام مذہبون کے صرف بُنیادی اُصول اور ابتدائی تعلیم

ہی سے واقف ہونے کے بعد بآسانی یہ فیصلہ کیا جاسکے کہ درحقیقت کس مذہب کی بنیاد حقیقی سچائی پر رکھی گئی ہے ہمارے زمانے مین جو مُسلّمات کہ اُصول متعارف کے طور پر تسلیم کرلے گئے ہین اُن پر نظر کرکے اُمور مذکورۂ ذیل کو معیار قرار دیا جاسکتا ہے۔

(نمبر۱) تمام کائنات خدا کا فعل ہے لہذا جو الہامی قانون خدا سے منسوب ہو لازم ہے کہ عالم کائنات کے طبعی قوانین کے مخالف نہوا ور جس فطرت پر کہ خدا نے دُنیا کو پیدا کیا ہے اُس پر صراحت کے ساتھ دلالت کرتا ہو نہ یہ کہ تاویلات سے اُس کو موافقِ فطرت ثابت کیا جاوے۔

(نمبر۲) وہ عقلِ انسانی کے بھی خلاف نہو کیونکہ اگر ایسا ہوگا تو لوگونکی عقلین اُس کے قبول کرنے یا نہ کرنے مین کسی مواخذہ کی ذمہ دار نرہین گی- ہان عقل شخصی کی مخالفت اگر کچھ باتین ہون تو حرج نہین کیونکہ دونون مین بڑا گہرا فرق ہے۔

(نمبر۳) جس طرح روحانی اور جسمانی حالتین اور ضرورتین جُدا جُدا ہین اُسیطرح اُس کو روحانی اور جسمانی دونون قسم کی ضرورتون پر شامل ہونا چاہیئے۔

(نمبر۴) وہ عملی طریقے سے سخت اور ناقابل برداشت نہو اور دنیا کے مختلف حصون اور مختلف زمانونمین بآسانی قابل عمل ہو۔

(نمبر۵) اُس مین اول تو کوئی استثنا نہو اور اگر بعض مستثنیات لازمی ہون

تو نہایت صراحت کے ساتھ اُس کی تشریح اُس قانون الہامی مین مندرج ہو۔

(نمبر۶) وہ تمام تر اصول مساوات پر مبنی ہو یا د شاہ و گدا عالم و جاہل غنی و مفلس مالک و مملوک مرد و عورت سب پر یکسان موثر ہو۔

(نمبر۷) وہ اُس فطری آزادی مین مزاحم نہو جو ہر انسان کو قدرت سے عطا ہوئی ہے بلکہ وہ اُس فطری آزادی کا اُس حد تک معاون ہو جب تک کہ اُس سے عام مفاسد پیدا ہونے کا احتمال نہو۔

(نمبر۸) وہ مذہبی منافرت پیدا کرنے اور مذہبی جبر سے پاک ہو کیونکہ مذہبی منافرت سے عداوت کو ترقی اور تمدنی خرابیان پیدا ہوتی ہین۔

(نمبر۹) وہ انسان کو اعلےٰ ترین مخلوق ہونے کا یقین دلا کر اور خلافت الٓہی کا اُس کو مستحق ٹھہرا کر تمام روحانی کمالات اور مادّی ترقیات کو انسانی سعی و کوشش کا نتیجہ بتلاتا ہو۔

(نمبر۱۰) اُس مین مذہبی ارکان تو قلیل ہون تاکہ لوگون کو عمل مین کسی قسم کی دشواری نہو مگر اُن ارکان سے وہ سب فوائد بطور نتیجہ پیدا ہوتے ہون جو اخلاقی اور عملی ترقی کے لیئے لازمی اور ضروری نہین ہین۔

میرا یقین ہے کہ اگر کوئی شخص ٹھنڈے دل اور بے تعصب آنکھ سے اِس معیار کے مطابق جب مختلف مذہبون پر دُنیا کی گہری نظر ڈالے گا تو اُس کو اعتراف کرنا پڑے گا کہ جو مذہب اس معیار پر ٹھیک اُتر سکتا ہے۔

وہ اسلام ہے پھر وہ اپنے دل مین ایک ایسی روشنی پاوے گا جو اُس کے دل کو پاک خوشی سے اور اُس کی روح کو اطمینان سے اور اُس کے نیک ارادون کو روحانی اور تمدّنی برکتون سے بھر دے گی۔

افسوس اور سخت افسوس کا مقام ہے کہ وہ ہی اسلام جس نے توحید و عرفان کے نور سے دلون کو روشن کر کے مخلوقِ خدا کو وہ فطری آزادی اور بیخوف و خطر زندگی عطا کی جو کبھی کسی ملحد کو نصیب نہین ہو سکتی جس نے خلافت آلہی کا بندگان خدا کو مستحق ٹھہرایا جس نے خونخوار دشمنون کو بھائی مان جائی بنا دیا وہ ہی اسلام آج مسلمانون کی تفریق اور ہر طرح کی ذلت و افلاس کا پیش خیمہ بنگیا ہے مسلمان کا نام زبان پر آتے ہی کاہلی و رشک و حسد اور تعصب و افلاس کی مجسم صورت آنکھون کے سامنے آکر کھڑی ہو جاتی ہے بقول نواب محسن الملک مرحوم ہمارے مسلمان ہونے مین کیا شک ہے جھوٹ ہم بولتے ہین بات بات پر مقدمہ بازیان ہم کرتے ہین کاہلی و سستی ہم مین موجود ہے عزّت سے روٹی کمانا ہم نہین جانتے رشک و حسد اور خود غرضی ہم مین کوٹ کوٹ کر بھری ہے بھیک سے ہمکو عار نہین امیرون کے پاس جاتے ہین تو ایمان و دیانت کو گھر کے طاق پر رکھکر جاتے ہین۔ عمامہ و تسبیح ہمارے جامع علوم معقول و منقول حاوی فروع اصول ہونے کی دلیل ہے نذر و نیاز ہماری وجہ معاش اور اکل حلال ہے گویا نعوذ باللہ

سے پکے مسلمان ہونے کی یہ بدیہی شہادتین ہین سہ

مبادا دلِ آن فرومایہ شاد کہ از بہرِ دُنیا دہد دین بباد

اسی طرح اسلام کا خیال جب دل مین گزرتا ہے تو مجموعۂ رسوم وخرافات پیش نظر ہو جاتا ہو جسمین بنی اسرائیل کی لغو حکایات بت پرست قوم کے خیالات باپ دادا کے رسوم اور خود غرضانہ رکیک ومردود تاویلات سب ہی کچھ شامل ہے اسی ضعف اسلام کا نتیجہ ہے کہ اسلامی دُنیا پر افلاس ذلت اور مذہبی تعصبات کی تاریکی ہر طرف چھائی ہوئی نظر آتی ہے عرصہ تک تو مسلمان اسی جہل ونادانی کے خواب غفلت مین پڑے کروٹین بدلا کیئے ابھی تھوڑا زمانہ ہوا ہے کہ مصلحانِ قوم کی چیخ وپکار اور ترقی کرنیوالی ہمسایہ قومون کے جوش رقابت نے اُن کو بیدار اُن کی طبیعتون کو مشتعل کیا اب وہ آنکھین ملتے اُٹھے اُنھون نے علم کی تابناک روشنی دُنیا کی ہر طرف پھیلی ہوئی دیکھی اُن کا دل بھی کسمسایا اور وہ بھی علم کی روشنی سے اپنے دلون کے اُجڑے ہوئے گھرون کو روشن کرنے پر مستعد ہوئے مگر جیسا کہ قانون قدرت کا اقتضا ہے بعض کی تو آنکھین ایک عمر اندھیرے مین بسر ہونے کے سبب سے اس قابل ہی نرہین کہ وہ روشنی کی تیز شعاعون کی تاب لاسکین بعض آنکھین جنمین صلاحیت تو باقی تھی مگر روشنی کی عادی نرہین تھین علم کی روشنی نے اُن مین چکاچوند پیدا کردی اور اُنکی نظر خیرہ ہوگئی

اُن کو اچھے بُرے کا تمیز رہا اور جن لوگون کو قدرت نے چشم بصیرت ایسی طاقتور عطا کی تھی کہ وہ علم کی تیز سی تیز روشنی کو بآسانی برداشت کر سکے وہ لوگ اُس علم کی روشنی سے خود بھی فیضیاب ہوئے اور اُنھون نے دوسرون کو بھی اُس سے فیضیاب کیا اس طرح پر اس زمانے مین چند قسم کے گروہ مسلمانون مین پیدا ہو گئے ایک گروہ تو وہ ہے جو لکیر کا فقیر اور تقلید کا دلدادہ ہے وہ ہر ایک قسم کی علمی و عملی ترقی کو مخالفِ اسلام سمجھتا ہے اُس کا قول ہے کہ ہمکو وہ ہی راستہ اختیار کرنا چاہیئے جس پر اگلے بزرگ چلے آئے ہین درحقیقت یہ خیال نہایت عمدہ اور سچائی کے بالکل قریب تھا بشرطیکہ ہمارے زمانے مین وہ ہی اسلام ہوتا جس پر زمانۂ ہجرت مین آنحضرت صلعم سے لیکر صحابہ تک سب کا عمل رہا ہے اور جو قرآن مجید کے مابین الدفتین محفوظ و مرقوم ہے مگر بدقسمتی سے ہمارے پاس نہ تو وہ پاک ولولہ اور جذبہ ہے اور نہ وہ پکا سچا ٹھیٹ اسلام ہمارا موجودہ اسلام تو وہ ہی مجموعۂ رسوم و اوہام ہے جس کو اُس خالص اسلام سے کوئی مناسبت ہی نہین افسوس ہے کہ ایک جم غفیر مسلمانون کا اسی غلط خیالی مین مبتلا ہے اور خُدا کی اُس خفگی مین گرفتار ہے جو اُن سے پہلے قوم یہود پر اُس کی بدکرداریون کی وجہ سے ہوئی تھی اور اب تک قائم ہے خداوند تعالیٰ فرماتا ہے ضُرِبَتۡ عَلَیۡہِمُ الذِّلَّۃُ وَالۡمَسۡکَنَۃُ وَبَآءُوۡ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰہِ دوسرا گروہ وہ ہے جو تقلید کو بُرا اور تحقیق و اجتہاد کو ضروری خیال کرتا ہے

گروہ اُس طریقۂ عمل اور دائرۂ تحقیق سے باہر قدم رکھنا نہین چاہتا جس پر اگلے علما اور فقہا کا عمل درآمد رہا ہے اس گروہ کے خیال مین کبھی یہ بات ہی نہین گزری کہ اگلے علما اور مجتہدین جنھون نے بظاہر برخلاف سلف صالحین کے نئے نئے اصول کلام وضع کیئے اور تحقیق کے میدان مین قدم رکھا آخر اس کا سبب کیا تھا اصل یہ ہے کہ وہ یہ ہی زمانہ کا اقتضا اور ہنگامی ضرورتین تھین جنھون نے یہ نئے راستے تائید حق کے پیدا کر دیئے تھے تو پھر کون بات مانع ہے کہ جو نئی قسم کی ضرورتین آج کل پیدا ہوئی ہین اُن کے لحاظ سے ایک جدید علم کلام کے اُصول نہ وضع کیئے جاوین۔

تیسرا گروہ مہذب تعلیم یافتہ حضرات کا ہے جو اپنے کو بڑا آزاد خیال کرتا ہے یہان تک کہ آزادی کے جوش مین بعض ناعاقبت اندیش مذہب کو مانع ترقی خیال کرتے ہین مگر درحقیقت یہ گروہ بھی مثل گروہ سابق کے ہر ہر قدم پر یورپ کی تقلید کرتا ہے اور آنکھین بند کر کے مغربی خیالات کے راستے پر چلتا ہے فرق اتنا ہی کہ پہلا گروہ ائمۂ مجتہدین اور علمای سلف کی تقلید کرتا ہے اور یہ تیسرا گروہ اسحاق نیوٹن بیکن اور ہربرٹ اسپنسر وغیرہ کی اُس کا خیال نہ کبھی اس طرف رجوع ہوتا ہے کہ یورپ باوجود ترقی دہریت اور سائنس کے آجتک مذہب کے حلقۂ اطاعت سے سر باہر نکال سکا اور نہ کبھی یہ گروہ اسبات پر غور کرتا ہے کہ یورپ کو جو کچھ سربلندی اور مادی ترقی نصیب ہوئی وہ صرف اُسکی

علمی اور عملی اجتہاد کا نتیجہ ہے نہ تقلید کا گو وہ ترقی کیسے ہی اعلیٰ سی اعلیٰ ترقی یافتہ قوم کی کیون نہو ڈارون اگر قدیم فلسفیون کے خیالات اور مسلمات سے بالکل خالی الذہن ہوکر غور و تحقیق نہ کرتا تو کبھی وہ قانون ارتقا کا پتہ نہ لگا سکتا۔ چوتھا گروہ اُن روشن ضمیر بزرگون کا ہے جنھون نے اول اپنے مذہب کو علوم کے معیار سے جانچا جب اُن کو مذہب کی طرف سے اطمینان ہوچکا تو اُنھون نے اسلام کو ہر ایک قسم کی ترقی کا حامی پاکر اپنی قوم کی ترقی تہذیب اور تعلیم مین کوشش کی فلسفہ و سائنس کے حاصل کرنے پر قوم کو آمادہ کیا اور جدید علم کلام کی بنیاد ڈالکر دنیا کو دکھا دیا کہ خالص اسلام ایک ایسا ازلی و ابدی مذہب ہے جو تمام روحانی اور مادی ترقیون کا سرچشمہ علوم و فنون کا مربّی اور تمدن و تہذیب کا زبردست وسیلہ ہے خدا نے اُن کی کوششین مشکور کین اور انھون نے اردو لٹریچر مین اپنی معجز نما تحریرون تصنیفون آرٹکلون اسپیچون لکچرون اور وعظون کا ایک ایسا بیش بہا نایاب ذخیرہ پیدا اور یکجا کر دیا جو ہماری موجودہ اور آئندہ نسلون کو زمانہ کی زہریلی ہواؤن سے بچاکر مشرقی و مغربی علوم و فنون کی معراجِ کمال پر پہونچائے گا اور اسلام کی اصلی پاک نورانی صورت دنیا کو دکھا کر بنی نوع انسان کو اسلام کا شیفتہ بنائیگا چونکہ اس نایاب ذخیرہ کا بہ تمامہ ہر ایک شخص کے ہاتھ مین بآسانی پہونچنا اور خصوصًا اسکولون اور کالجون کے طلبا کی نظر سے (جو اکثر مذہبی معلومات سے ناواقف ہوتے ہین)

اُس کا گزرنا دشوار تھا اس سبب سے مین نے قصد کیا کہ اُردو کا ایک مذہبی
کورس ایسا بنایا جاوے جو تمام اہم مسائلِ اسلام پر شامل ہو اور مبتدی طالبعلم
سے لیکر منتہی طلبا تک سب کو اُسکا پڑھ جانا آسان ہو اور وہ تمام مفید مقاصد
جو اُس نایاب ذخیرہ کے جزو اعظم ہین بطور سوال و جواب اس طرح پر ترتیب
دیئے جاوین کہ جو بات لکھی جاوے ساتھ ہی اُس کے کوئی آیت یا حدیث بھی
اُس مضمون کی نقل کیجاوے تاکہ کسی غیر مذہب کے شخص کو بھی احتمال
اضافہ و تاویل کا نہ گزرے اور جا بجا علمائے سلف کی مستند تصنیفات سے
بھی حوالے درج کیے جاوین تاکہ عام طور پر پبلک کو معلوم ہو جاوے کہ
ہمارے اسلاف کرام نے بھی کیسی کیسی اسلامی اور قومی خدمتین کین
ہین چنانچہ اسی اسکیم کے مطابق مین ایک کتاب مبتدی طلبا کے لیئے
قبل اس کے شائع کر چکا ہون جس کا نام شریعت الاسلام ہو وہ کتاب
کوئی مجموعۂ مضامین نہین ہے بلکہ کتاب درۃ العباسیہ فی العقائد والعبادات
الدینیہ کا ترجمہ ہے جو ایک مصر کے فاضل سید محمد افندی کی تصنیف ہے اور مدارس
ابتدائیہ مصر مین داخل کورس ہے اسی سلسلہ کی یہ اب دوسری کتاب ہے
جس کا نام فطرت الاسلام ہے اس کتاب کا مین بالفعل پہلا حصہ پبلک مین
پیش کرتا ہون یہ حصہ عقائد و عبادات پر شامل ہے اس کتاب کے باقی
دوسرے حصے بھی امید ہی کہ قریب زمانہ مین تیار ہو کر شائع کیے جاوینگے جن معتبر

اور مستند کتابون کے مضامین سے اس پہلے حصّے مین فائدہ اُٹھایا گیا ہے وہ یہ ہین قرآن مجید۔ صحیح مسلم۔ مشکوٰۃ المصابیح۔ احیاء العلوم۔ کیمیاے سعادت حجۃ البالغہ۔ ترجمان القرآن۔ الجد العلوم۔ رسائل ابن تیمیہ۔ خطبات احمدیہ تفسیر القرآن۔ تہذیب الاخلاق۔ الغزالی۔ علم الکلام۔ الفاروق۔ تمدن عرب المدینۃ والاسلام۔ ترجمۂ قرآن حافظ نذیر احمد خان صاحب۔ النظر فی بعض مسائل الامام الہام ابو حامد محمد الغزالی رح

حصۂ اول

مذہب کی تعریف

(۱) سوال - مذہب کیا چیز ہے؟

جواب - مذہب اُس امتیاز کا نام ہے جسکے سبب سے انسانون کے افعال اچھے یا بُرے یا نہ اچھے اور نہ بُرے خیال کیے جاتے ہین کیونکہ اگر یہ تمیز قائم نہ رکھی جائے تو پھر کسی ایک مذہب کا وجود بھی باقی نہین رہتا۔ حدیث مین آیا ہے کہ ایک شخص نے پیغمبر خدا صلعم سے پوچھا کہ ایمان کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا اِذَا سَرَّتْكَ حَسَنَتُكَ وَسَاءَتْكَ سَيِّئَتُكَ یعنی جب اپنی بھلائی تجکو پسند آوے اور اپنی بُرائی تجکو ناگوار ہو تمیم داری سے روایت ہی کہ آپنے فرمایا اَلدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ دین نام ہے خیر خواہی کا۔

مذاہب کی کثرت

(۲) سوال - جب بُرائی بھلائی کی تمیز کا نام مذہب ہی تو چاہیے کہ ساری دنیا کا ایک ہی مذہب ہو - مگر ہم تو برخلاف اسکے دُنیا مین بہت سے مختلف مذاہب پاتے ہین - اگر یہ کہا جاوے کہ وہ سب اسی اصول پر مبنی ہین تو پھر اُنمین اسقدر کثرت سے اختلاف کیون ہے اور اِس اختلاف کی باعث کون چیز ہی؟

جواب - ابتداے خلقت مین تو سب آدمی ایک ہی مذہب پر تھے لیکن بعد مین جب بنی نوع انسان مختلف مقامات مین پھیلے اور مختلف ملکون کی آب و ہوا نے انپر اثر کیا تو اُنکے مزاج اُنکی طبیعت اُنکی قومیت اُنکی معاشرت اور اُنکے خیالات مین تبدیلی واقع ہوئی یہانتک کہ وہ خیال جسکا نام مذہب ہے اُسمین بھی رفتہ رفتہ بہت سے ناقص افہام بے اصل اوہام خاندانی اور ملکی رسوم شامل ہوتے گئے اور ہر قوم اور ہر ملک بلکہ ہر فرد بشر مین وہ خیال مذہبی مختلف اور بعض اعتبارون سے متضاد ہوتا گیا - اِسی اختلاف مذہبی کے مٹانے کے لیے خدا نے ہر زمانہ ہر قوم اور ہر ملک مین اپنے پیغمبر بھیجے یعنے پیدا کیے جیسا کہ قرآن مجید مین مذکور ہے - كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ

شروع مین سب لوگ ایک ہی دین رکھتے تھے (پھر آپسمین لگے اختلاف کرنے تو) اللہ نے پیغمبر بھیجے جو (ایمان والون کو خوشنودی خدا کی) خوشخبری دیتے اور (کافرونکو عذاب الٰہی سے) ڈراتے اور اُنکی معرفت سچی کتابین بھیجین تاکہ جن باتون مین لوگ اختلاف کررہے ہین کتاب الٰہی اُنمین اُن باتون کا فیصلہ کردے وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ کوئی ایسا فرقہ نہین جسمین ڈرانے والا (پیغمبر) نہ گزرا ہو۔ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ہر قوم کے واسطے ایک راہ بتلانے والا ہوا ہے وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ ہر گروہ کے لیے ایک پیغمبر ہے۔ تعجب یہ ہی کہ ہر قوم ہر فرقہ بلکہ ہر شخص کو یہ ہی یقین ہے کہ میرا ہی خیال یعنی مذہب اور سب لوگون کے خیالون سے سچا اور اچھا ہے۔ اصول مذہب کے اعتبار سے دیکھو تو ہمارے موجودہ زمانہ مین مشہور مذاہب یہ ہین۔ یہودی۔ عیسائی۔ مجوسی۔ بُت پرست۔ اور مسلمان۔ اِنمین جس طرح یہودی اور مسلمان ایک خدا پر اعتقاد کامل رکھتے ہین اُسیطرح مجوسی یزدان اور اہرمن دو خداؤن پر اور عیسائی باپ بیٹا اور روح القدس تین خداؤن پر اور ہندو اور مصری اپنے تینتیس کروڑ دیوتاؤن پر اعتقاد کامل رکھتے ہین۔

اعتقاد کی تعریف

(۳) **سوال**۔ یہ اعتقاد کیا چیز ہے۔؟

جواب۔ اعتقاد دل کے اُس فعل کا نام ہی جس سے یہ تمام مختلف اور متضاد

خیالات جو مذہب کہلائے جاتے ہین پیدا ہوتے ہین - ان بے دلیل اور بن سمجھے
خیالات کا لوگون کی طبیعت پر ایسا سخت اثر ہوتا ہو کہ وہ اثر انسان کے تمام افعال
پر اور قدرتی جذبات پر جو اُسمین پیدا کیے گئے ہین چھا جاتا ہے اور جو جوش اور
ولولہ اُن جمے ہوے بے دلیل خیالات سے انسانون کی طبیعت پر ہوتا ہو کسی
دوسری چیز سے نہین ہوتا گو کہ اُس دوسری چیز کے صحیح اور یقینی ہونے کے لیے
کیسی ہی عمدہ عمدہ دلیلین اور قطعی ثبوت موجود ہون قرآن مجید مین فرمایا ہے وَلَنْ
تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ۭ قُلْ اِنَّ هُدَى
اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ۭ وَلَىِٕنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَاۗءَهُمْ بَعْدَ الَّذِيْ جَاۗءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ
مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ اور اے پیغمبر نہ تو یہودی تمسے کبھی رضامند
ہونگے اور نہ نصاریٰ ہی (تمسے راضی ہونگے) تاوقتیکہ تم اُنھین کا مذہب اختیار
(نہ) کرو (اے پیغمبر ان لوگون سے) کہو کہ اللہ کی ہدایت وہی (اصلی) ہدایت ہو
اور (اے پیغمبر) اگر تم اسکے بعد کہ تمھارے پاس علم (یعنی قرآن) آچکا ہے اُنکی
خواہشون پر چلے تو (پھر) تمکو خدا (کے غضب) سے (بچانے والا) نہ کوئی
دوست ہو نہ مددگار -

(۴) سوال - جبکہ تمام مذہبی خیالات کا مدار محض دلونکے اعتقاد اور خواہشات
پر ٹھہرا اور وہ ایک دوسرے سے مختلف اور متضاد ٹھہرے تو پھر اُنمین سے
کسی ایک کو بھی صحیح یا غلط قرار دینے کی کوئی وجہ نہین ہو سکتی - ایسا کرنا درحقیقت

بجز تحکم اور کیا ہو سکتا ہے اسطرحپر تو جتنے مذہب ہین سب کے سب بے اصل ٹھہرے۔

جواب۔ بلاشبہہ وہ سب بن سمجھے بے دلیل مذہبی خیالات جنکی بنیاد صرف کسی قسم کے اعتقاد پر رکھی گئی ہو انمین سے کوئی ایک مذہب بھی قابل قبول اور لائق یقین نہین ہو سکتا۔ البتہ سچا مذہب قابلِ قبول اور لائق یقین وہی ہو سکتا ہی جسکا وجود نہ کسی اعتقاد پر بلکہ حقیقی سچائی پر مبنی ہو کیونکہ مذہب کسی کی فرع یعنی شاخ نہین ہو بلکہ سچّائی مذہب کی اصل یعنی جڑ ہے اور اعتقاد اُسکی فرع یعنی شاخ ہے خداوند تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ اے پیغمبر منکرون سے کہدو کہ کوئی ثبوت پیش کرو اگر تم سچے ہو۔

سچے مذہب کی شناخت اور فطرتِ الٰہی کا بیان

(۵) سوال۔ اچھا تو پھر وہ حقیقی سچائی کیا ہے جسکے ذریعے سے ہم مختلف مذہبون مین سے سچے مذہب کو پرکھ سکین۔؟

جواب۔ وہ حقیقی سچائی فطرت و عقل ہے جسپر خداوند تعالےٰ نے مذہب اسلام کی بنیاد رکھی ہے خداوند تعالےٰ فرماتا ہے۔ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ

یہ خدا کی (بنائی ہوئی) سرشت ہی جسپر خدا نے لوگونکو پیدا کیا ہے خدا کی (بنائی ہوئی) بناوٹ مین ردّ و بدل نہین ہو سکتا۔ یہ ہی دین (کا) سیدھا (رستہ) ہی مگر اکثر لوگ نہین سمجھتے۔ حدیث ابو ہریرہؓ مین ہے قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَامِنْ مَوْلُوْدٍ اِلَّا یُوْلَدُ عَلَی الْفِطْرَۃِ فَاَبَوَاہُ یُھَوِّدَانِہٖ اَوْیُنَصِّرَانِہٖ اَوْیُمَجِّسَانِہٖ کَمَا تُنْتَجُ الْبَھِیْمَۃُ بَھِیْمَۃً جَمْعَآءَ ھَلْ تُحِسُّوْنَ فِیْھَا جَدْعَآءَ ثُمَّ یَقُوْلُ فِطْرَتَ اللّٰہِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْھَا الْاٰیَۃ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ پیغمبر خدا صلعم نے فرمایا کہ ہر ایک آدمی فطرت سلیمہ ہی پر پیدا ہوتا ہی لیکن اُسکے ماں باپ اُسکو یہودی یا عیسائی یا مجوسی بنا لیتے ہین جسطرح ایک چوپایہ جانور کا بچہ بھی چوپایہ اور صحیح الاعضا پیدا ہوتا ہی لیکن تم دیکھتے ہو کہ لوگ اُسکی ناک کان وغیرہ کاٹ کر ناقص الخلقت بنا دیتے ہین۔ اِس حدیث کی صحت پر بخاری اور مسلم دونون کا اتفاق ہی۔ اِس سے معلوم ہوا کہ تمام نوزائیدہ بچے عام اِس سے کہ وہ کسی ملک اور کسی نسل و قوم کے ہون فطرت پر پیدا ہوتے ہین لیکن بعد مین وہ اپنے والدین کے طرز عمل سے متاثر ہو کر یہودیت یا عیسائیت یا مجوسیت کو بطور ایک عارضی صفت کے اخذ کر لیتے ہین اگر اُن بچون کو اُنکی فطری حالت پر چھوڑ دیا جاوے اور کسی مذہب خاص کی باتین اُنکے کان پر نہ ڈالی جاوین تو وہ سن بلوغ پر پہونچکر جب بطور خود کوئی مذہب اپنا قرار دینا چاہین گے تو حسب اقتضائے فطرت اُنکو مذہب اسلام ہی قبول کرنا پڑیگا۔ اِس بات کے سمجھنے کے لیے لازم ہی کہ ہم فطرت کے معنے پر

غور کرین اور اصول اسلام کو سمجھنے کی کوشش کرین جو عین فطرت پر مبنی ہین فطرت کے معنی ہین سرشت طبیعت جبلت خاصیت قوت نیچر۔ یہ ایک بہت بڑا علم ہے جسکو ہماری زبان مین علم طبعیات اور انگریزی مین اُسکو نیچرل سائنز کہتے ہین خداوند تعالے نے اِس عالم کائنات کو (جسمین کہ ہم رہتے ہین) اور جو چیزین کہ اُسمین پیدا کی ہین۔ جمادات۔ نباتات حیوانات۔ اِن سب کو ایک مادہ سے بنایا ہے اور اُنکے وجود۔ بقا۔ ترقی اور تنزل کے اسباب پیدا کیے ہین جنکو علل کہتے ہین۔ اِن علتون مین خدا نے ایک خاص ترتیب اور سلسلہ رکھا ہی دُنیا کی کوئی چیز اور کوئی واقعہ بغیر علت یعنی سبب کے وجود مین نہین آتا جو چیز کہ کسی علت یعنی سبب سے ظہور مین آتی ہے اُسکو معلول کہتے ہین اسی علت و معلول کے سلسلۂ انتظام کو جسپر تمام مادی اور غیر مادی چیزون کا وجود مبنی ہے قانون فطرت قانون قدرت لاز آف نیچر۔ عادت الٰہی۔ اور سُنت اللہ کی لفظ سے تعبیر کیا کرتے ہین اِس قانون مین کبھی کسی قسم کا تغیر و تبدل نہین ہوتا اگر اُسمین ذرا بھی رد و بدل ہو تو تمام دنیا کا کارخانہ درہم برہم ہوجاوے چنانچہ خداے تعالے فرماتا ہی اِنَّا کُلَّ شَیٍٔ خَلَقْنَاہُ بِقَدَرٍ یعنی ہمنے ہر چیز کو ایک اندازہ پر پیدا کیا ہے کُلُّ شَیٍٔ عِنْدَہٗ بِمِقْدَارٍ ہر چیز خدا کے نزدیک ایک اندازہ پر ہے لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰہِ خدا کی پیدایش مین تبدیلی نہین ہوتی فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّۃِ اللّٰہِ تَبْدِیْلًا نہ پاویگا تو اللہ کی سُنت مین اَدل بَدل لَنْ تَجِدَ لِسُنَّۃِ اللّٰہِ تَحْوِیْلًا

تو نہ پاویگا اللہ کی سُنت مین اُلٹ پھیر۔ نباتات کو دیکھو کہ خداوند تعالیٰ نے اپنے
قانون قدرت کے مطابق اُنمین سے ہرایک قسم کے لیے ایک صورت نوعی مقرر
کی ہے اور اُس صورت نوعی مین مختلف افعال اور خاصیتین رکھی ہین جو اُس سے
جُدا نہین ہوتین مثلاً نارنگی کا درخت ایک خاص شکل وصورت و ذائقہ اور خاصیت
رکھتا ہے انجیر کا درخت اُسکے برخلاف ایک دوسری قسم کی شکل وصورت و ذائقہ
اور خاصیت رکھتا ہے اگر خدا کا یہ قانون قدرت مقرر نہ ہوتا اور اُس مین
ردّ و بدل ہوا کرتا تو انتظامِ عالم کا قیام اور ذی روح مخلوقات کی زندگی دشوار
ہوجاتی کیونکہ بعض نباتات مین انسانون اور حیوانون کی غذا ہونے کی صلاحیت
ہوتی ہے اور بعض نباتات مین سمیت اور زہر قاتل ہونے کی خاصیت ہوتی ہے۔
اگر یہ خاصیت بدلتی رہتی تو کبھی گیہون اور گوشت و ترکاریان لوگونکی ہلاکت
کا باعث ہوا کرتین اور کبھی سنکھیا وغیرہ زہریلی چیزون کا استعمال لوگونکی بقاے
زندگی کا باعث ہوا کرتا۔ حیوانات پر نظر ڈالو جنکی بیشمار قسمین ہین اُنمین ہرایک قسم
کی ایک نوعی صورت ہے اُسی نوعی صورت کے مناسب اُنکی معیشت کے جُدا جُدا
طریقے اُنکے توالد و تناسل کے علیحدہ علیحدہ اصول اور اُنکے اعضا کی مختلف
بناوٹین رکھی گئی ہین جو اُنکی بقاے زندگی کے لیے کارآمد ہوتی ہین بعض حیوانات
کو اُنکے مناسب حال زور و توانائی کا حصہ ملا ہے اور بعض حیوانات جو کمزور اور
ضعیف الخلقت ہین اُنکو بقاے زندگی کے واسطے اور دشمنون سے محفوظ رہنے

کیلیے بھاگنے اُڑنے اور مختلف قسم کے مکروفریب کی قوت دیگئی ہے چیونٹی کی قوتِ شامہ اور بئے کی عجیب وغریب کاریگری یعنی ریاضی کے قاعدہ سے گھوسلہ بنانا یہ سب باتین خدانے اپنے قانون قدرت کے مطابق اُنکو عطا فرمائی ہین اُنہین کبھی ردّ وبدل نہین ہوتا اسیطرح اب بنی نوع انسان پر اور اُسکی زندگی کے مختلف دورون پر غور کرو قدرت نے انسان کو تمام موجودات عالم سے اشرف وممتاز بنایا ہے یہ شرف وامتیاز انسان کو اُسکے عقلی اوراخلاقی قوت کے سبب سے حاصل ہوا ہے جو انسان کی صورتِ نوعی کے ساتھ مخصوص ہے خدا ے تعالےٰ فرماتا ہے لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ پیدا کیا ہے ہمنے انسان کو بہتر سے بہتر ساخت مین وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْ اٰدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِّنَ الطَّیِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِیْلًا اور البتہ ہمنے بنی آدم کو عزت دی اور خشکی وتری مین اُنکو (جانورون اور کشتیون پر) سوار کیا اور عمدہ (عمدہ) چیزین اُنھین (کھانے کو) دین اور جتنی مخلوقات ہمنے پیدا کی ہی اُنہین بہتیرون پر اُنکو برتری دی۔ انسان کو تمام حیوانات پر جو کچھ تفوق ہی وہ یہی ہی کہ قدرت نے اُسکو بہ نسبت دیگر حیوانات کے عقلی اوراخلاقی قوت لامحدود عطا کی ہے اور اُسکی ذات مین اِس امر کی استعداد اور قابلیت رکھی ہے کہ وہ اِس عالم کے واقعات اور کیفیات پر غور وتامل کر کے قوانین قدرت کا سُراغ لگائے اور جو قوتین ظاہری اور باطنی اسکو فطرت سے ملی ہین اُنکو قانونِ

قدرت کے مطابق کام مین لاکر انسانی کمالات کے اعلےٰ مدارج پر پہونچنے کی کوشش کرے۔ خدا ے تعالےٰ فرماتا ہو وَفِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ وَفِیْ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ زمین مین نشانیان ہین یقین حاصل کرنے والون کے لیے اور خود تمھاری ذاتون مین نشانیان ہین مگر تم دیکھتے نہین۔ انسان پر اُسکی زندگی مین صحت و بیماری خوشحالی و مفلسی۔ علم و جہالت۔ عزت و ذلت۔ قوت و ضعف۔ اور ہر قسم کی بدبختی اور خوش نصیبی کی مختلف حالتین جو شخصی اور قومی حیثیت سے نوبت بہ نوبت گزرا کرتی ہین وہ سب قوانین قدرت کے تابع اور اسی عقلی و اخلاقی قوت کی ترقی و تنزل کے نتیجہ ہوا کرتے ہین اُنمین کبھی کسی قسم کی تبدیلی نہین ہو سکتی خدا ے تعالےٰ فرماتا ہے ذٰلِکَ بِاَنَّ اللّٰہَ لَمْ یَکُ مُغَیِّرًا نِّعْمَۃً اَنْعَمَہَا عَلٰی قَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ یہ (سزا اُن لوگون کو) اسوجہ سے دی گئی کہ جو نعمت خدا نے کسی قوم کو دی ہو جبتک وہ لوگ آپ ہی اپنی صلاحیت کو نہ بدلین خدا (کی عادت) نہین کہ (اُسمین کچھ) ردّ و بدل کرے۔ دوسری جگہ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ جو (نعمت) کسی قوم کو (خدا کی طرف سے) حاصل ہو جبتک وہ (قوم) اپنی ذاتی صلاحیت کو نہ بدلے خدا اُس (نعمت) مین کسی طرح کا تغیر (و تبدل) نہین کیا کرتا۔ اِنکے علاوہ فطرت الٰہی اور قوانین قدرت کے مطالعہ کرنے سے جسطرح دُنیا کے انتظام مین عجیب و غریب کاریگری اور باقاعدہ ترتیب کا پتہ لگتا ہے قدرت کے مخفی

خزانون پر انسان کو اطلاع ہوتی ہے۔ زندگی کے راز اور دُنیا کے پوشیدہ فوائد انسان پر کھلتے ہین اور انسان یہ جاننے لگتا ہے کہ قدرت نے اُسکو تمام موجودات عالم مین تصرف کرنے اور آگ پانی بجلی اور ہوا وغیرہ سبکو اپنے قابو مین لانیکی قوت عطا کی ہے چنانچہ یہ ریل انجن تار برقی فونوگراف ذونوفون گراموفون وغیرہ سب اسی قوت کے کرشمہ ہین۔ خداے تعالیٰ فرماتا ہے وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ اور جو کچھ آسمانون مین ہوا اور جو کچھ زمین مین ہے اُسی نے (اپنے کرم) سے اُن سبکو تمھارے کام مین لگا رکھا ہے بیشک (ان باتون) مین (قدرت خدا کی) بہتیری ہی نشانیان ہین (مگر) اُن ہی لوگونکے لیے جو (غور) و فکر کو کام مین لاتے ہین۔ اسیطرح فطرت الٰہی اور قوانین قدرت پر بغور ملاحظہ کرنے سے انسان کو اُن روحانیات کا علم بھی حاصل ہوتا ہے جو اصلی احکام مذہبی ہونے کا شرف اور رتبہ رکھتے ہین مثلاً ہستی مطلق اور علۃ العلل جسکو خدا کہتے ہین اُسکی ذات و صفات کا علم تہذیب اخلاق وغیرہ اِس عالم کائنات کا ذرّہ ذرّہ روز ازل سے زبان حال کے ساتھ اُس ہستی مطلق کے وجود پر شہادت دے رہا ہے اور اُس پاک ہستی کی روشنی کی جھلک انسانون کے دل پر ڈالتا رہتا ہے چنانچہ باری تعالےٰ فرماتا ہے۔ اَللّٰہُ نُورُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ اللہ روشنی ہے آسمانون کی اور زمین کی۔ یعنی جسطرح ظہور تمام چیزون کا روشنی پر موقوف ہے جبتک روشنی نہو کوئی چیز نظر نہین

آتی اِسیطرح تمام عالم کائنات کا وجود خدائے تعالیٰ کے وجود اور اُسکی صفاتِ کمال کے ساتھ جو عین ذات ہین قائم ہے سچ کہا گیا ہے کہ خدا کا ماننا انسان کی فطرت مین داخل ہو اگر آدمی معبود حقیقی کی پہچان سے بے خبر رہتا ہو تو وہ اپنے لیے مجازی معبود تلاش کر لیتا ہے ؎

آتش بہ مغان نے راگ گایا تیرا
ہندو نے صنم مین جلوہ پایا تیرا
انکار کسی سے بن نہ آیا تیرا
دہری نے کیا دہر سے تعبیر تجھے

غرض فطرت اور قوانینِ قدرت کو اللہ تعالےٰ نے حق و باطل کی تمیز کرنے کے لیے کسوٹی بنایا ہے یہی کسوٹی حقیقی سچائی ہے کیونکہ فطرت خدا کا کام ہو اور مذہب خدا کا کلام کوئی سچا مذہب جو خدا کا بھیجا ہوا ہو وہ کبھی فطرت الٰہی اور نیچر کے قوانین کے برخلاف نہین ہو سکتا نہ وہ کوئی حکم خلاف فطرت دے سکتا ہو اسی لیے مذہب اسلام جو سچا اور خدا کا بھیجا ہوا مذہب ہو اُسکی بنیاد اِسی فطرت الٰہی کے مستحکم اور زبردست اصول پر قائم ہو اور چونکہ وہ تمام انسانون کی ہدایت کے لیے بھیجا گیا ہو اسلیے وہ عقل انسانی کے بھی مطابق ہے انسان کو قوتِ عقل ہی کی وجہ سے تمام حیوانون پر برتری حاصل ہو اگر اِن دونون مین عقل کا فرق نہوتا تو ہر حیوان پر مثل انسان کے مذہب کی پابندی لازم ہوتی اِسی عقل کی وجہ سے انسان مذہب پر مکلّف کیا گیا ہے۔ البتہ عقل شخصی اور عقل انسانی مین گہرا فرق ہے عقل شخصی کے خلاف تو بہت سے سچے واقعات ہو سکتے ہین بلکہ ہوا کرتے ہین لیکن عقل انسانی کے

خلاف کبھی کوئی سچا واقعہ نہین ہوسکتا۔ ابجد العلوم مین کیا سچی بات لکھی ہے کہ نقل یعنی مذہب کی سچائی کا ثبوت خود عقل پر منحصر ہے اگر عقل کو چھوڑ دیا جاوے تو اصل کا ابطلان فرع سے لازم آتا ہی جو صریح محال ہے۔ زمانۂ قدیم سے تمام انسانون کو غلام بنانے والے بہت سے لوگ ایسے گزرے ہین جنھون نے کمال ہوشیاری اور چالاکی سے تمام عمر انسانون کی قوت عقل کو کمزور کرتے اور مٹانے مین برابر کوشش جاری رکھی اور کوئی دقیقہ اُٹھا نہین رکھا۔ اُنکو یہ خوب معلوم تھا کہ قوتِ عقل ہی ایک ایسی جوہردار تلوار ہے کہ اگر یہ میان سے نکال لیجاوے تو تمام وہمون اور غلط خیالونکی بڑی سے بڑی فوج جرّار کو ایک آن واحد مین نیست ونابود کرسکتی ہی اسی لیے اُنھون نے نہایت سختی کے ساتھ لوگونکی قوتِ عقل کو دبایا اور اُسکو مقید کیا اور صاف صاف لوگونکو ہدایت کی کہ جو کچھ ہم کہتے ہین اُسکو بلا دلیل قبول کرنا چاہیے مذہب مین عقل کو دخل دینا سراسر الحاد اور قطعاً حرام ہی مگر برخلاف اُن لوگون کے۔ بانیِ اسلام محمد رسول اللہ صلعم (فداک روحی وابی واُمّی) نے تمام باشندگان کرۂ زمین کو ایک پُرزور آواز کے ساتھ پکار کر کہا کہ اے لوگو! خدا کی دی ہوئی قوتِ عقل کو کام مین لاؤ اور بصیرت کی آنکھون پر تعصب وجہالت کی پٹی مت باندھو اور خدا کے بنائے ہوے قوانینِ قدرت اور موجوداتِ عالم پر نظر ڈالو جیسا کہ تمھارے پروردگار نے فرمایا ہے۔

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ	بیشک آسمان وزمین کے پیدا کرنےمین اور رات و

وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۔

دن کے آمد و شد مین اور جہازونمین جو لوگونکے فائدہ کی چیزین (مال تجارت) سمندر مین لیکر چلتے ہین اور مینھ مین جسکو اللہ آسمان سے برساتا ہی پھر اُسکے ذریعہ سے زمین کو اُسکی مرے (یعنی افتادہ رہی) پیچھے شاداب کرتا ہی اور ہر قسم کے جانورونمین جو خدا نے روئے زمین پر پھیلا رکھے ہین اور ہوا ؤنکے اودھر سے اُدھر اور اُدھر سے اودھر پھیرنے مین اور بادلونمین جو (خدا کے حکم سے) آسمان و زمین کے درمیان گھرے رہتے ہین (غرض اِن سب چیزونمین) اُن لوگونکے لیے جو عقل رکھتے ہین (قدرت کی بہتیری) نشانیان موجود ہین)

اسی قسم کی قرآن مجید مین جا بجا بکثرت ایسی آیتین موجود ہین جنمین موجودات عالم اور قوانین قدرت کو خدا کی نشانیان بتلا کر فرمایا ہے اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ کیا تم عقل نہین رکھتے اور کسی جگہہ فرمایا ہے فَاعْتَبِرُوْا یَآ اُولِی الْاَلْبَابِ عبرت حاصل کرو اے عقلمندو غرض اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہی کہ وہ کسی بات کو یہانتک کہ خدا کے وجود اور اُسکی وحدانیت کو بھی بلا دلیل عقل منوانا اور اُسکا اقرار کرانا نہین چاہتا۔

فطرت و قوانین قدرت کا نہ بدلنا اور خدا کی قدرت کاملہ کا ثبوت

(۶) **سوال** - اسمین تو اب شک نہین کہ دُنیا مین جسقدر مختلف مذاہب موجود ہین اُنمین سے سچے مذہب کے پرکھنے کی معیار اگر کوئی چیز ہوسکتی ہو تو وہ عقل و فطرت ہی ہو اور چونکہ مذہب اسلام عقل و فطرت کے مطابق ہے جیسا کہ اوپر کے بیان مین ثابت کیا گیا ہے تو اِسمین بھی شُبہہ نہین کہ مذہب اسلام ہی سچا اور خدا کا بھیجا ہوا مذہب ہوسکتا ہو مگر ایک بات فطرت الٰہی کے ذکر مین یہ بھی بیان کی گئی ہو کہ قانون فطرت مین تغیر و تبدل نہین ہوا کرتا اور آیات قرآنی سے بھی اِس بات کا ثبوت دیا گیا ہو یہ بات البتہ مذہب اسلام کی طرف سے دل کو مشکوک کرنیوالی ہو اگر واقعی اسلام فطرت الٰہی مین تغیر و تبدل ہونا تسلیم نہین کرتا تو اُسکے معنی یہ ہوے کہ مسلمانون کا خدا محض مجبور اور ایک بیکار وجود ہے نہ اُسکو کوئی اختیار ہے نہ کسی قسم کی اُسکو قدرت حاصل ہو معاذاللہ اگر خدا کی یہی شان ہو تو ایسے ناکارہ خدا کے ماننے ہی سے کیا فائدہ ہو اُسکی مجبوری جب اِس حد تک پہونچی ہوئی ہے کہ وہ خود اپنے بنائے ہوے قانون فطرت ہی مین جسپر دُنیا کا کارخانہ چل رہا ہو کسی قسم کا ردّ و بدل نہین کرسکتا تو ہم انسانون کو اُس سے کسی قسم کی توقع اور امید کیا ہوسکتی ہو

جواب۔ قانونِ فطرت مین تغیر و تبدل نہونا تو بالکل سچ ہے مگر اُس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ معاذاللہ خدا مجبور اور معطل ہوگیا بالکل غلط ہے اور سراسر جہالت اور نافہمی پر مبنی ہے اگر خدا مجبور و معطل ہوگیا ہوتا تو یہ قوانین قدرت جن پر دُنیا کا کارخانہ چل رہا ہے؛ کیونکر قائم اور جاری رہ سکتے تھے اُنکا قائم رکھنے والا اور دُنیا کو اُن قوانین قدرت پر چلانے والا سوا اُس واجب الوجود کے جسکو اللہ کے پاک نام سے پکارتے ہین اور کون ہو سکتا ہے اُسی کی ہستی سے تو تمام موجودات کی ہستی قائم ہے۔ خدا ے تعالےٰ فرماتا ہے۔

اَلَاۤ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ ؕ	سنو جی! خدا (کا علم اور اُسکی قدرت) ہر چیز پر حاوی ہے
هُوَ الْاَوَّلُ وَ الْاٰخِرُ وَ الظَّاهِرُ وَ الْبَاطِنُ	وہ ہی شروع سے ہے آخر تک رہیگا اور وہ (قدرتو نسے) ظاہر اور (ذات و صفات سے) پوشیدہ ہے۔
وَ هُوَ مَعَكُمْ اَیْنَ مَا كُنْتُمْ ؕ	اور تم لوگ کہین بھی ہو وہ تمھارے ساتھ ہے۔
فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ؕ	جہان کہین (قبلہ کیطرف) مُنھ کرلو اُدھر ہی کو اللہ کا سامنا ہے
اِنَّ اللّٰهَ یَحُوْلُ بَیْنَ الْمَرْءِ وَ قَلْبِهٖ ؕ	اور جانے رہو کہ اللہ (کو ایسی قدرت ہے کہ وہ) آدمی اور اُسکے دل (کے ارادے) مین آڑے آجاتا ہے۔

اِن آیتون سے صاف طور پر ظاہر ہے کہ سارے عالم کا سلسلۂ انتظام اور قوانین قدرت کا وجود ذات باری تعالےٰ سے وابستہ ہے اور وہی اُسکا اجرا کرنے والا اور قائم رکھنے والا ہے اسکو بھی جانے دو اور اب دوسرے پہلو سے اِس مسئلہ پر غور کرو۔ اِس بات کو تو

غالباً تمام بنی نوع انسان تسلیم کرتے ہین کہ صادق القول اور صادق الوعدہ ہونا انسان کے لیے نہایت عمدہ صفت ہے اور خاصکر خدا کے لیے تو یہ ایک لازمی اور ضروری صفت ہے۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ اِس صفت کے ساتھ موصوف ہونے سے سلب اختیار لازم نہین آتا چنانچہ اِسی بنا پر قرآن مجید مین بہت سے وعدہ و وعید آئے ہین۔ مثلاً خدائے تعالےٰ فرماتا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ الخ	اللہ یہ (گناہ) تو معاف کرتا نہین کہ اُسکے ساتھ (کسی) شریک گردانا جائے۔ اِس سے کم جسکو چاہے معاف کرے۔

یہ خدا کا ایک قولی وعدہ ہے اور تمام مسلمان اِسکو مانتے ہین کہ بیشک خدا اپنے وعدہ کے خلاف نہین کرتا اور نہین کریگا پس جبکہ خدائے تعالیٰ اپنے قولی وعدہ کے خلاف نہین کرتا اور اُسکے سبب سے اُسکی قدرت کاملہ مین کوئی نقصان لازم نہین آتا تو جو قوانین قدرت خدائے تعالےٰ نے بنائے ہین اور جنکی نسبت فرمایا ہے کہ اُن مین تبدیلی نہین ہوسکتی اُنکے نہ بدلنے سے خداوند تعالیٰ کی قدرت کاملہ مین کیونکر نقصان آسکتا ہے نہ خدا کا مجبور ہونا اِس سے ثابت ہوتا ہے۔ بیشک خدا قادر مطلق ہے اگر وہ چاہے تو تمام دُنیا اور تمام قوانین قدرت کو بدل سکتا ہے اور اُنکو معدوم کرسکتا ہے اور نئی دُنیا اور نیا قانون پیدا کرسکتا ہے۔ لیکن جیسا کہ خود اُسنے وعدہ فرمایا ہے کہ اللہ کی سُنّت مین ردّ و بدل نہین جبتک خدا اِس موجودہ دُنیا کو قائم رکھے گا اُسوقت تک وہ کبھی اُن قوانین قدرت کو نہین بدلیگا جو اُس نے

دُنیا کے انتظام قائم رکھنے کو بنائے ہین - اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخۡلِفُ الۡمِیۡعَادَ اللہ
اپنے وعدہ کے خلاف نہین کیا کرتا -

عہد جاہلیت کے حالات اور اسلام کا ظہور

(۷) **سوال** - بیشک فطرت الٰہی مین تغیر و تبدل نہین ہو سکتا اور خدا کے مجبور اور معطل ہونے کا جو دھوکا دل مین پیدا ہوتا ہے وہ بے غوری اور عدم تدبر کا نتیجہ ہے مگر کیا یہ اسرارِ فطرت دنیا پر اسلام ہی نے ظاہر کیے اسلام سے پہلے کسی کو معلوم نہ تھے ؟ اگر واقعی ایسا ہے تو پہلے یہ بتانا چاہیے کہ خدا نے اپنی مخلوق کو قبلِ ظہورِ اسلام عرصہ دراز تک کیون گمراہی مین رکھنا پسند کیا یہ بھی ظاہر کرنا چاہیے کہ وقتِ ظہورِ اسلام عام دنیا کی کیا حالت تھی اور اُسوقت کے مذہبی خیالات کا کیا رنگ تھا -

جواب - اسلام اُصول مذہب کے اعتبار سے تو ایک ازلی اور ابدی نور ہے اور وہ اُسوقت سے قائم ہے جب سے کہ بنی نوع انسان کا ظہور دُنیا مین ہوا خدائے تعالیٰ کی رحمت عامہ اپنے بندونکو گمراہی کی تاریکی مین مبتلا اور حیران و پریشان رکھنے کی کیونکر مقتضی ہو سکتی تھی - کَتَبَ عَلٰی نَفۡسِہِ الرَّحۡمَۃَ مقرر کی ہے خدا نے اپنی ذات پر مہربانی - اسی ازلی اور ابدی نور اسلام سے آدمؑ - شیثؑ - نوحؑ - یعقوبؑ - ابراہیمؑ - موسیٰؑ - یحییٰؑ اور عیسیٰ مسیحؑ کے دلونکو

روشن کیا اسی نور نے بحکم لکل قوم ہاد - ہر قوم مین ایک ہدایت کرنے والا گزرا ہی لامعلوم اور لامحدود پیغمبرونکے دلون سے لمعہ افگن ہوکر تمام دُنیا کے مختلف حصون مین چاندنی چھٹکائی اور آخر مین سینۂ مبارک مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللہ صلعم سے ظاہر ہوا -

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ط

اللہ دوست رکھتا ہو ایمان والونکو اور نکالتا ہو اُنکو گمراہی کی تاریکیونسے راہ راست کی روشنی کیطرف

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَالنُّوْرِ الَّذِیْٓ اَنْزَلْنَا -

پس ایمان لاؤ اللہ پر اور اُسکے رسول پر اور اُس نور یعنی روشنی پر جو ہمنے تمھاری ہدایت کو اُتاری -

قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِیَ مُوْسٰی وَعِیْسٰی وَمَآ اُوْتِیَ النَّبِیُّوْنَ مِنْ رَّبِّھِمْ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْھُمْ وَنَحْنُ لَہٗ مُسْلِمُوْنَ -

کہو کہ ہم یقین لائے اللہ پر اور اُس ہدایت پر جو ہمپر اُتری یعنی پہونچی اور اُس ہدایت پر بھی جو ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ اور اسحٰقؑ اور یعقوبؑ اور اُسکی اولاد پر اُتری اور اُس ہدایت پر بھی جو موسیٰؑ اور عیسےٰؑ کو دیگئی اور اُن سب ہدایتوں پر جو اور پیغمبرونپر خدا کیطرف سے اُترین اور کہو کہ ہم کسی پیغمبر کو خدا کے پیغمبرونمین سے جدا نہین جانتے اور ہم اُن سب کے مطیع ہین -

شَرَعَ لَکُمْ مِّنَ الدِّیْنِ مَا وَصّٰی بِہٖ نُوْحًا وَّالَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ

ہمنے تمھارے واسطے وہ دین مقرر کیا جسکا ہمنے حکم دیا تھا نوح کو اور وہ ہی حکم دیا ہمنے تجکو (یعنی محمد رسول اللہ

وَمَا وَصَّيۡنَا بِهٖۤ اِبۡرٰهِيۡمَ وَمُوۡسٰى وَعِيۡسٰۤى اَنۡ اَقِيۡمُوا الدِّيۡنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوۡا فِيۡهِ۔	صلعم کو) اور یہی حکم دیا تھا ہمنے موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو کہ تم اس دین کو (یعنی توحید کو) قائم رکھو اور اسمین تفرقہ مت ڈالو

غرض اسلام ایک ازلی اور ابدی نور ہے یہ نور ساری دُنیا کے لیے روشنی تھا اور روشنی ہے اور روشنی رہے گا۔

يُرِيۡدُوۡنَ اَنۡ يُّطۡفِـُٔوۡا نُوۡرَ اللّٰهِ بِاَفۡوَاهِهِمۡ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوۡرِهٖ وَلَوۡ كَرِهَ الۡكٰفِرُوۡنَ۔	وہ تو چاہتے ہین کہ اپنی باتون سے اللہ کی روشنی کو گُل کردین مگر اللہ اپنی روشنی پوری کر کے رہے گا پڑے بُرا مانا کرین منکر۔

البتہ اسلام کی روشنی اپنے موجودہ احکام کے ساتھ سب سے اخیر زمانہ مین اُسوقت ظاہر ہوئی جبکہ پتھریلی ریگستانی ملک عرب سے محمد رسول اللہ صلعم کی ولادت باسعادت کا آفتاب طلوع ہوا اُسوقت تمام دُنیا کی حالت عموماً اور عرب کی خصوصاً نہایت ابتر اور خراب ہورہی تھی اور تمام دُنیا اور تمام اہل عرب شرک وبُت پرستی اور بے راہ روی کی بھول بھلیونمین ادھر اُدھر سر ٹکراتے پھرتے تھے اُسوقت مین دو عظیم الشان سلطنتین دُنیا پر حکمران تھین ایرانؔ اور رومؔ۔ ایرانؔ کی سلطنت تو اپنی اندرونی اور بیرونی فسادون کے زلزلون سے مسمار ہوجانے کے درجے تک پہونچگئی تھی۔ رومؔ کی سلطنت البتہ اپنی عظمت وجلال پر قائم تھی اور دُنیا کی مختلف قومون کے دلون کو مرعوب کررہی تھی۔ لیکن انتظام ملکی کے اعتبار سے اُسکا مدار بھی سراسر وحشیانہ افعال

اور قساوت قلبی پر رہگیا تھا روما کے اخلاقی فضائل مثلاً شجاعت۔ دور اندیشی قومی اخلاص وغیرہ بعینہ ایسے تھے جیسے رہزنون اور چورون مین پائے جاتے ہین اُن کے حب الوطنی کے پردہ مین حرص وطمع اور غیر قومونکے ساتھ عداوت وبغض وکینہ چھپے ہوے آہستہ آہستہ تمام دُنیا کا کام تمام کررہے تھے اسیران جنگ کو عذاب اور قید دردناک کی سزا دیجاتی تھی بچون اور بڈھون سے سزا کے طور پر فتح کی گاڑیان کھچوائی جاتی تھین اُسوقت دُنیا کی اور اہل عرب کی مذہبی حالت اس سے بھی بدرجہا بدتر تھی۔ خاص عرب مین جو ایک وحشی قوم بستی تھی اُسمین بھی بہت سے مذہبی اور غیر مذہبی فرقے اور دُنیا کے مختلف حصون کی طرح موجود تھے افریقہ اور ایشیا کیطرح ایک فرقہ عرب مین بُت پرستون کا تھا اُنکے بُت دو قسم کے تھے ایک قسم بتون کی ملائکہ ارواح اور غیر محسوس طاقتون کیطرف (جنکی حقیقت سے وہ ناواقف تھے مگر اُنپر اعتقاد رکھتے تھے) منسوب تھی۔ دوسری قسم مین وہ بُت داخل تھے جو مشہور لوگونکی طرف (جنھون نے اپنے عمدہ کامون کے سبب سے کوئی خاص ناموری حاصل کی تھی) منسوب تھے۔ دُنیا کے کلُ اختیارات سیاہ وسفید کرنے کے اُنکے قبضہ مین سمجھے جاتے تھے۔ البتہ آخرت کے اختیارات کی نسبت اتنا فرق رکھا گیا تھا کہ وہ اُن بتون کو اور اُن مشہور لوگونکو (جنکی صورت کے وہ بُت بنائے گئے تھے) براہ راست حاجت روا نہین سمجھتے تھے بلکہ اُنکو خدا کی بارگاہ مین اپنا شفیع خیال کرتے تھے۔

وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِیَآءَ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِیُقَرِّبُوْنَآ اِلَی اللّٰهِ زُلْفٰی ۔	جن لوگون نے بنائے ہین اپنے دوست سوائے خدا کے وہ کہتے ہین کہ ہم تو اُنکی پرستش اسی لیے کرتے ہین کہ وہ ہمکو خدا سے نزدیک کردین۔
وَیَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَضُرُّهُمْ وَلَا یَنْفَعُهُمْ وَیَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ۔	اور وہ عبادت کرتے ہین اُس چیز کی جو اُنکو کچھ نقصان پہونچا سکتی اور نہ نفع دیسکتی ہے اور کہتے ہین کہ یہ تو (جسکو ہم پوجتے ہین) خدا کے پاس ہماری شفاعت کرنیوالے ہین۔
یُحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ۔	اُنسے ایسی محبت کرتے ہین جیسی خدا کی محبت۔

دوسرا فرقہ عرب مین خداپرستون کا تھا جو کسی الہامی مذہب کا پابند نہ تھا اُسمین بھی دو گروہ تھے ایک اُنمین سے خدا کے وجود کا تو قائل تھا مگر باقی اُمور مین لامذہبون کے عقیدہ پر تھا۔ دوسرا گروہ اُنمین خدا اور روح کے بقا کا اور نیک و بد افعال کی جزا اور سزا کا تو قائل تھا مگر کسی خاص قانون اُصول کا پابند نہ تھا اپنی اپنی سمجھ کے موافق اور آبائی رسوم کے مطابق ہر شخص عمل کرتا تھا۔

اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓی اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓی اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ ہ

ہمنے پایا اپنے باپ دادا کو ایک رستہ پر پس ہم اُنھین کے قدمون پر چلتے ہین۔

تیسرا فرقہ اہل مذاہب کا تھا اور اُنمین کئی گروہ تھے۔ ایک گروہ مذہب صابئی والون کا تھا وہ اپنا نبی شیث پیغمبر ع کو بتاتا تھا اُسمین عبادت کے طریقے اور بہت سی باتین تو وہی جاری تھین جنکو مذہب اسلام نے بھی بدستور یا کسی قدر

ترمیم کے ساتھ قائم رکھا مثل نماز و حج کعبہ وغیرہ کے مگر انکی مخصوص باتون مین سات ہیاکل یعنی سات عبادت گاہین تھین جو سات ستارونکے نام پر بنائی گئی تھین اینمین اُن ستارونکی پرستش کیجاتی تھی وہ ستارونکے مبارک اور منحوس ہونے کے بھی قائل تھے۔ دوسرا گروہ عیسائیون کا تھا اُنمین تثلیث پھیلی ہوئی تھی۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ وَّمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اِلٰهٌ وَّاحِدٌ	بیشک کافر ہین وہ لوگ جو کہتے ہین خدا تیسرا ہے تینون کا حالانکہ نہین کوئی معبود مگر وہی ایک خدا۔

اُنمین ایک مسئلہ فدیہ کا بھی جاری تھا جو بالکل خلاف فطرت اور مخالف عقل انسانی کے تھا مسئلہ فدیہ سے یہ مراد ہی کہ حضرت عیسیٰ نے اپنی قوم کے گناہونکے بدلے مین اپنی جان دی اب ہر شخص آزاد ہے جو چاہے وہ کرے اُسکی ہر طرح نجات ہی۔ تیسرا گروہ آتش پرستون کا تھا جو اپنا پیغمبر زردشت کو بتاتا تھا وہ یزدان اور اہرمن دو قدیم ازلی و ابدی وجودونکا قائل تھا۔

وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ۔	مت ٹھیراؤ سوائے خدا کے کوئی دوسرا معبود۔

چوتھا گروہ یہودیون کا تھا جو سب سے زیادہ وحدانیت کا دعویٰ رکھتا تھا مگر باانہمہ وہ تابوت سکینہ کے سامنے (جسپر کرّوبین کی مجسّم صورتین بنی ہوئی تھین) اپنے ارکان عبادت بجالاتا تھا اور قربانی سوختنی کو خدا کا تقرب سمجھکر اُسپر چڑھایا کرتا تھا غالباً انھین یہودیون کے ذریعہ سے وہ تصویر یا مورت حضرت ابراہیمؑ کے

جنکے پاس قربانی کا مینڈھا سامنے کھڑا تھا اُس بیان کے مطابق جو توریت مین مذکور ہے خانہ کعبہ مین کھینچی گئی یا رکھی گئی تھی بہرحال مذہب یہود نے جو اوسط درجہ کی وحدانیت کی تعلیم دی تھی وہ اُس زمانہ کے لوگونکی سمجھ کے لائق اور نجاتِ اُخروی حاصل کرنے کے لیے تو کافی تھی لیکن حقیقت کے لحاظ سے نہ تو وہ بالکل ایسی ناقص ہی تھی کہ نجات کے لیے کافی نہو اور نہ وہ کامل اور اعلےٰ درجہ ہی کی تھی کیونکہ کمال وحدت کا باریک اور مشکل مسئلہ اُس زمانہ کے لوگون کی سمجھ کے لائق نہ تھا۔ پانچوان گروہ لامذہبون کا تھا وہ بُت پرستی اور الہامی مذہب دونون کو نہین مانتا تھا اور اپنے کو تمام قانونی اور رسمی قیدون سے آزاد خیال کرتا تھا اُس گروہ کا عقیدہ تھا کہ انسان مثل ایک درخت یا حیوان کے ہی ایک وقت مین پیدا ہوتا ہے پھر رفتہ رفتہ جوانی کو پہونچتا ہے پھر بوڑھا ہوجاتا ہی اور بعد ازان اُنھین کیطرح مرکر نسیت و نابود ہوجاتا ہی۔ اِس گروہ مین بھی دو فرقے تھے ایک کہتا تھا ہمکو تجربہ اور تحقیق سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ دُنیا اور اُسکی کل چیزین صرف مادہ اور اُسکی مختلف ترکیبون سے ظہور مین آئی ہین ہم سوائے مادہ کے نہ کسی اور چیز کو پاتے ہین نہ محسوس کرتے ہین پس جب سوائے مادہ کے کوئی چیز ہمکو محسوس نہین ہوتی تو پھر ہم سوائے مادہ کے کسی اور وجود کو کیون مانین یہ لوگ بظاہر وجود خدا کا انکار کرتے تھے اُنکا قول تھا وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ یعنی نہین مارتا ہمکو مگر زمانہ اِس فرقہ کا نام دہریہ ہی دوسرا فرقہ

اُمنین کا کہتا تھا کہ بیشک مادہ اور اُسکی ترکیب کے سوا کوئی دوسری چیز ہمکو معلوم و محسوس نہین ہوتی مگر ممکن ہے کہ سوائے مادہ کے کوئی اور وجود بھی ہو مگر تا وقتیکہ کوئی قطعی ثبوت نہو ہم کیونکر اُسکا اقرار کرین۔ اِس فرقہ کا نام لا ادریہ ہے اب غور کرنے کی بات یہ ہے کہ ایسے تاریک اور فساد کے زمانے مین جسکی تصویر ایک شاعر نے اِن الفاظ مین کھینچی ہے ؎

گُسستہ لنگر کشتی و ناخدا خفتست
ہوا مخالف و شب تار و بحر طوفان خیز

بانی اسلام محمد رسول اللہ صلعم نے تمام بنی نوع انسان کو ایسی کونسی تعلیم دی اور وہ کونسا بہترین قانونِ اخلاق تھا جو اسلام نے دُنیا کے روبرو پیش کیا جسکی وجہ سے اسلام کو یہ شرفِ عمومیت حاصل ہوا کہ تمام بنی آدم کے لیے ایک سچا مذہب اور خاتم المذاہب مانا گیا اِسکی تفصیل تو تمام مسائل اسلام پڑھنے اور اُنپر غور کرنے سے معلوم ہوگی لیکن اِس جگہ ہم مجمل طور پر اتنا بیان کیے دیتے ہین کہ وہ اعلےٰ درجہ کا اُصول جسکی مذہب اسلام نے تعلیم دی وحدت فی الذات۔ وحدت فی الصفات۔ وحدت فی العبادات کا مسئلہ ہے اِن وحدتون کی علیحدہ علیحدہ تفصیل ہم دوسرے مقام پر کرینگے جسطرح یہ اصول تمام جوانب وحدت پر شامل ہے اُسی طرح اِس اعلےٰ درجے کے اصول نے انحصار عقلی بھی کر لیا ہے اب کوئی نیا اصول وحدانیت کا پیدا ہی نہین ہو سکتا اِسی لیے خداوند تعالےٰ نے فرمایا ہے اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ

عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ط یہی حال اُس قانون اخلاق کا ہے جو اسلام نے دُنیا کے سامنے پیش کیا ہی اُسمین ایسی تہذیب اخلاق پائی جاتی ہے جس سے بنی نوع انسان ترقی کرکے تمام کمالات انسانی اور سعادات مادّی و روحانی کے بلند مرتبہ پر پہونچ سکتے ہین۔ خصوصًا جو آزادی اسلام نے بنی نوع انسان کو عطا کی ہے اُسکی نظیر دُنیا مین نہین ہی۔ جو اصول آزادی اِسوقت مہذب دُنیا اور یورپ جیسے مہذب ممالک مین پائے جاتے ہین اُنکی مثال اسلام کی آزادی کے سامنے ایسی ہی ہی جیسے سمندر کے آگے ایک قطرہ۔ اسلام کی فضیلت پر غیر قوم کے علما اور بڑے بڑے یورپین فاضلونکی تحریرین بھی موجود ہین جنکو پڑھکر اسلام کی خوبیونکا حسُن دوبالا نظر آتا ہی۔

وَالْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْاَعْدَاءُ | اصل برتری وہی ہی جسپر مخالف بھی گواہی دین۔

ڈاکٹر گسٹاولی بان لکھتے ہین کہ اگر اسلام کے اصلی اعتقادات کو دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ اسلام گویا ایک قسم کا عیسائی مذہب ہی جسمین سے مشکل باتین اور پیچیدگیان نکال ڈالی گئی ہین۔ البتہ اسلام مین اور عیسائی مذہب مین فروعات کے اختلافات بہت سے ہین اور ایک بڑا فرق اُصول مذہب مین بھی ہے یعنی اسلام مین خالص اور پاک وحدانیت خدا ے تعالے کی موجود ہے اور وہ واحد مطلق اور سب سے برتر تسلیم کیا گیا ہے اُسکے اِردگرد نہ ملائکہ ہین نہ اولیا نہ ایسے لوگ جو واجب التعظیم ہون اور فی الواقع دنیا کے مذہبون مین یہ فخر اسلام ہی کو حاصل ہی۔ یہ خالص

وحدانیت آسانی سے سمجھ مین آجاتی ہے کیونکہ اُسمین کسی قسم کا کوئی بھید اور معمّا
نہین ہے نہ اُسمین متضاد باتونکے ماننے کی ضرورت ہی جو دوسرے مذہبون مین
واقع ہوتی ہین جنکو عقل سلیم کبھی قبول نہین کرتی۔ اسلام وہ مذہب ہے جسکے اعتقادات
مسائل علومِ طبعی کے بالکل مطابق ہین۔ میسور رہبان نے لکھا ہے کہ اسلام کی
بدولت لکڑی کی مورتین اور بُت اُس ملک (یعنی عرب) سے معدوم ہوگئے
انسان کی قربانی اور آدم خوری موقوف ہوگئی۔ عورتونکے حقوق مین اگرچہ زیادہ
ترقی نہین ہوئی مگر اُنکا درجہ قائم ہوگیا۔ تعداد ازدواج کو محدود اور باقاعدہ کیا گیا
حقوق خاندانی مضبوط اور مستحکم ہوگئے۔ لونڈی غلام خاندان کے ایک جزو بنگئے
آزادی کے دروازے کھولدیے گئے۔ نماز زکوٰۃ اور جہانداری نے قومی وضع کو پاک
اور برتر بنادیا۔ انصاف اور خیرات کا خیال ہر شخص مین پیدا ہوگیا حکام نے
معلوم کرلیا کہ اُنکے ذمے بھی ایسے ہی فرائض ہین جیسے کہ اُنکی رعایا کے ذمے۔
اُصول معاشرت کے باقاعدہ قائم ہوگئے اگرمثل اور حکومتونکے اُس مین کچھ
بے انصافیان ہین تو انصاف الٰہی اُنکی سختیونکو کم کردیتا ہے اور زندگی جاوید کی
امید جو آسودگی پیدا کرنے والی اور سختیون کا معاوضہ دینے والی ہے مظلوم کو
اپنی مصیبت پر قانع کردیتی ہے۔ یہ ہین وہ فوائد جو مذہب اسلام نے غیر مہذب
قومونکو پہونچائے ہین۔ فرانس کے مشہور عالم ایم ڈی سنٹ ہلیر نے لکھا ہے کہ
اسلام نے کسی مذہب کے مسائل مین دست اندازی نہین کی۔ کسی کو ایذا نہین

پہونچائی۔ کوئی مذہبی عدالت خلاف مذہب والون کو سزا دینے کے لیے قائم نہین
کی اور کبھی اسلام نے لوگونکے مذہب کو جبراً تبدیل کرنے کا قصد نہین کیا۔ ہان
اسلام نے اپنے مسائل کا جاری کرنا چاہا مگر اُنکو زبردستی جاری نہین کیا۔ اسلام
قبول کرنے سے لوگونکو فتحمندون کے برابر حقوق حاصل ہوتے تھے اور مفتوحہ
سلطنتین اُن شرائط سے بھی آزاد ہوجاتی تھین جو ہر ایک فتحمند نے ابتدائی دُنیا
سے حضرت محمد صلعم کے زمانہ تک ہمیشہ کے لیے قرار دے رکھی تھین۔

(۸) **سوال**۔ صابئی مذہب والون کے بیان مین اوپر ایک بات یہ بھی ذکر
کیگئی ہو کہ عبادت کے طریقے اور بہت سی باتین مذہب صابئی مین وہ ہی
جاری تھین جنکو مذہب اسلام نے بھی بدستور یا کسی قدر ترمیم کے ساتھ قائم رکھا
مثل نماز اور حج کعبہ وغیرہ کے قرآن مجید کی آیتون سے جو اوپر لکھی گئی ہین اُنسے
بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ بعض اُصول اور مسائل اسلام کے دوسرے الہامی
مذہبون کے بالکل مطابق ہین بلکہ اُنسے ماخوذ ہین۔ اِس تمام بیان سے تو صاف
معلوم ہوتا ہو کہ مذہب اسلام دوسرے مذہبونکے مسئلون کا ایک بنایا ہوا منتخب
مجموعہ ہو پس اُسکو خدا کا بھیجا ہوا مذہب سمجھنا اور کہنا کسی طرح درست نہین ہوسکتا۔

جواب۔ بیشک مذہب اسلام مذہب صابئی مذہب ابراہیمی مذہب یہودی
اور مذہب عیسائی کے سچے اُصول اور مسائل کا عطر ہے بلکہ یون کہنا چاہیے
کہ مذہب اسلام الہامی اصول و احکام اور اخلاق اور مسائل کی تکمیل کا نام ہو

بجام و آئینہ حرفِ جم و سکندر چلیست کہ ہر چہ رفت بہر عہد در زمانۂ تست

مگر اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ اسلام خدا کا بھیجا ہوا مذہب نہین ہے بالکل غلط خیال ہے اور نہایت ناسمجھی کی بات ہے بلکہ برخلاف اسکے اسلام کو دوسرے الہامی مذہبون سے جو مطابقت اور مشابہت ہے وہی تو سب سے زیادہ اسلام کے سچے اور خدا کے بھیجے ہوے مذہب ہونے کی زبردست دلیل ہے دُنیا مین جتنی چیزین اور سچائیان ہین اُنکی فی ذاتہ ایک حقیقت و ماہیت ہے زمانونکے اختلاف اور واقعات کے بدلجانے سے کسی چیز اور کسی سچائی کی حقیقت و ماہیت تبدیل نہین ہوا کرتی مثلاً دو اور دو چار ہونگے پانچ نہین ہوسکتے۔ یہ ایک سچا مسئلہ ہے۔ اب گو کتنا ہی زمانہ گذر جائے اور کیسے ہی واقعات پیش آئین مگر اس مسئلہ مین تبدیلی نہین ہوسکتی پس وہ سچے اُصول اور احکام جو اُس کامل وجود عِلّۃُ العلل خداوند تعالےٰ کی ذات سے صادر ہون زمانہ کے بدلنے اور واقعات کے تبدیل ہونے سے کیونکر اُنمین فرق آسکتا ہے البتہ جو محافظ احکام کوئی بانی مذہب اُن اصلی احکام کی حفاظت و بقا کی غرض سے جاری کرتا ہے یا جن باتون کی وہ بانی مذہب اپنے زمانہ کے لوگونکو اُنکی عقل و فہم کے مطابق ہدایت کرتا ہے وہ البتہ ترقی کے زمانہ مین بدل جایا کرتی ہین اسی لیے ہر زمانہ کے پیغمبر کی شریعت جدا ہے خدا ے تعالیٰ فرماتا ہے لِکُلٍّ جَعَلْنَا مِنْکُمْ شِرْعَۃً وَّمِنْھَاجًا ہر ایک کو پیغمبرون مین سے ہمنے ایک دستور اور

طریقہ دیا ہے مسلمانون کو اور تمام دُنیا کو حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا ہمیشہ ممنون رہنا چاہیے جنھون نے تمام مذہبون کے سچے احکام اور اصول کی تصدیق کی اور ابتدائی دُنیا سے اپنے زمانہ تک کے تمام پیغمبرون کی نبوت کو بلالحاظ تعداد وشمار برحق ٹھیرایا پس اگر اسلام ہی سچا خدا کا بھیجا ہوا مذہب نہین ہے تو دُنیا مین سچائی اور حقیقت بھی کوئی چیز نہین ہے۔

پیغمبر کی تعریف اور نبوّت کا بیان

(۹) سوال ۔ پیغمبر کی تعریف کیا ہی اور نبوّت کِسکو کہتے ہین ؟

جواب ۔ پیغمبر یا نبی اُسکو کہتے ہین جسپر خدا کی طرف سے وحی نازل ہوتی ہی اور نبوت ایک ملکہ اور رفعت کا نام ہے جو فطرتاً خدا کیطرف سے اُسکو عطا ہوتی ہے ۔ نبوت کی پوری پوری حقیقت کو وہ ہی سمجھ سکتا ہے جو خود نبی ہو۔ لفظون مین نبوت کا مطلب اُسیقدر بیان ہوسکتا ہی جتنا کہ امام غزالی رح نے نہایت خوبی اور صفائی سے بیان کیا ہی وہ فرماتے ہین کہ خدا نے تمام آدمیونمین ذہن وذکاوت فہم وفراست اور عقل اور ذہانت کی قوتین مختلف مرتبونکے ساتھ رکھی ہین اِنھین قوتون مین سے حقائق اشیا کی ادراک بھی ایک خاص قوت ہی ۔ یہ قوت کسی مین کم کسی مین زیادہ کسی مین اُس سے بھی زیادہ ہوتی ہی اور ترقی کرتے کرتے بعض انسانون مین یہ قوت اِس حدتک پہونچ جاتی ہے کہ

بغیر سیکھے اُنکو حقائق اشیا کا ادراک ہونے لگتا ہو اُنکو کسی قسم کا خارجی علم نہین ہوتا اُنسے وہ افعال صدور مین آتے ہین جو بظاہر قدرتِ انسانی کی حد سے باہر معلوم ہوتے ہین۔ غرض جس شخص کو خدا لوگونکی روحانی اور اخلاقی تعلیم دینے کے لیے یہ اعلےٰ درجے کی قوت فطری عطا کرتا ہے وہ پیغمبر ہوتا ہے اُسکا کام یہ ہے کہ انسانونکی مَلکی اور بہیمی قوتون کو اعتدال پر قائم رکھنے کی کوشش کرتا ہو اور ایسے کام کی اُنکو تعلیم دیتا ہے جس سے اُنکی مختلف اور متضاد قوتین اعتدال پر مائل ہوکر انسانی ترقی اور تہذیب و شایستگی کے باعث ہون اسی قوتِ فطری کا نام ملکۂ نبوت ہے اور اسی ملکۂ نبوت کے مختلف درجات کیوجہ سے پیغمبرونکو ایک دوسرے پر فضیلت حاصل ہوتی ہے جیسا کہ قرآن مجید مین فرمایا ہے۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ ؕ	ہمنے فضیلت دی بعض پیغمبرون کو بعض پر۔

اِسی فضیلت کے باعث سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سید المرسلین تسلیم کیے گئے اور اِسی فضیلت کے درجۂ کمال کے سبب سے خاتم النبیین ہوے۔ اب آپ کے بعد کوئی پیغمبر ہونے والا نہین۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ	محمدؐ تم لوگون مین سے کسی کا باپ نہین وہ تو خدا کا رسول اور خاتم الانبیا ہے۔

(۱۰) **سوال**۔ یہ تو عجیب بات معلوم ہوئی ہم تو آج تک نبوت کو ایک قسم کا عہدہ جانتے تھے جو کسی خاص برگزیدہ آدمی کو منجانب اللہ عطا ہوا کرتا ہے جسطرح کوئی

بادشاہ کسی اپنے خاص مقرب کو عہدۂ وزارت عطا کیا کرتا ہے اگر درحقیقت ایسا
نہین ہے بلکہ نبوت بھی مثل اور قواے انسانی کے ایک خاص قسم کی قوت اور
ملکۂ فطرت کا نام ہے تو پھر چاہیے کہ جسطرح اور قوتین مختلف مراتب کے ساتھ
مختلف شخصون مین ہمیشہ اور ہر زمانہ مین پائی جاتی ہین اسیطرح یہ قوت فطری جسکا
نام ملکۂ نبوت ہی یہ بھی ہر زمانہ مین کسی نہ کسی شخص مین پائی جاوے ایسا تو آجتک
کبھی دیکھا نہین گیا کہ کوئی قوت کسی زمانہ مین فطرتاً لوگو نمین موجود رہی ہو اور پھر
اُس زمانہ کے گزرنے کے بعد اُس قوت کی پیدایش آدمیون سے جاتی رہی ہو
دیکھنے کی قوت جسکو قوتِ باصرہ کہتے ہین سُننے کی قوت جسکو قوتِ سامعہ کہتے
ہین بولنے کی قوت جسکو قوتِ ناطقہ کہتے ہین اسیطرح تمام قوتین ظاہری و باطنی ابتداے
خلقت انسانی سے آجتک تمام لوگون مین اُسی مختلف مراتب کے ساتھ پائی
جاتی ہین پھر اِس قوتِ فطری یعنی ملکۂ نبوت کا پیدا ہونا کیون بند ہو گیا اور محمدؐ
رسول اللہ صلعم کیونکر خاتم الانبیا ٹھہرے یہ بات تو کچھ دل کو نہین لگتی نہ اِس
عقیدہ کے ساتھ محمد صلعم کسی طرح خاتم النبیین قرار پا سکتے ہین۔

جواب ۔ نہین ایسا خیال کرنا غلط ہے یہ بالکل سچ ہے کہ محمد رسول اللہ صلعم
خاتم النبیین ہین اور مذہب اسلام آخری مذہب ہی آپ کی ذات پر نبوت کا
خاتمہ ہو گیا لیکن ختم نبوت اور آنحضرت صلعم کو خاتم النبیین تسلیم کرنے سے حقائق
اشیاء کے ادراک کی قوت جسکو ملکۂ نبوت کہتے ہین اُسکا معدوم ہو جانا لازم نہین

آتا ہے۔ ابتداے خلقتِ انسانی سے دُنیا مین بہت سے پیغمبر انسانونکی ہدایت اور اُنکی عقلی اور اخلاقی ترقی کی غرض سے آئے اُنھون نے اپنے اپنے زمانہ کے مناسب حال اور اُن زمانون کے لوگون کی عقل وفہم کے مطابق سچے اصول اور احکام خدا کے پہونچائے یہ سلسلہ دُنیا مین ایک عرصۂ دراز تک برابر جاری رہا یہانتک کہ انسان کی عقلی اور اخلاقی تکمیل کا زمانہ آیا اور اسلام نے اُن سچے اُصولونکی تکمیل کی اور اُنمین انتہائی مفید اصول کا اضافہ کیا جنسے بڑھکر اور اُنسے زیادہ اب کوئی نیا اُصول عقل انسانی پیدا کر ہی نہین سکتی اور گو تمام بنی نوع انسان کیسے ہی اعلےٰ سے اعلےٰ درجے تک ترقی کرجائین مگر اُن اسلام کے مقرر کیے ہوے اصول سے باہر جا ہی نہین سکتے۔ اس بنا پر ہم آنحضرت صلعم کو خاتم النبیین اور اسلام کو آخری مذہب کہتے ہین اور نبوت کا اُنپر ختم ہو جانا تسلیم کرتے ہین اب اگر ہزار لوگ دُنیا مین ایسے پیدا ہون کہ جنمین ملکۂ نبوت ہو مگر وہ اُن اصول سے زیادہ کوئی نئی بات نہین بتا سکتے جو اسلام اور بانی اسلام (**فداک ابی واُمّی**) نے سکھائے ہین اسی سبب سے قرآن مجید مین نبوت کے ختم ہو جانے کی خبر تو دیگئی ہے لیکن ملکۂ نبوت اور فیضان ازلی کے ختم ہو جانے کی خبر کہین نہین دیگئی بلکہ آنحضرت صلعم نے تو اُسکی تا قیام قیامت جاری رہنے کی بشارت دی ہی چنانچہ فرمایا ہے۔

عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْل الحدیث۔	میری امت کے علما مثل انبیاء بنی اسرائیل کے ہونگے یعنی اُنکو ملکۂ نبوت اور فیضان ازلی کا حصہ عطا ہوگا۔

علما کے لفظ سے علمای راسخون فی العلم مراد ہین۔

(۱۱) سوال ۔ جب نبوت ہی ختم ہو گئی تو پھر ملکۂ نبوت کا کیا کام رہا اور فیضان ازلی کی کیا ضرورت باقی رہی۔

جواب ۔ اِس لیے ضرورت باقی ہے کہ اسلام جسطرح ایک ازلی مذہب ہی اُسیطرح وہ ابدی بھی ہے اور چونکہ وہ تمام انسانون کی ہدایت کا ابدالآباد تک ذریعہ ہو اسلیے اُسمین وہ دونون باتین موجود ہین جو ایک کامل اور جامع مذہب مین ہونا لازم ہین جن باتون پر کہ انسان کی نجات اُخروی منحصر ہے اُن باتونکے لحاظ سے تو مذہب اسلام ایک مختصر نہایت سیدھا صاف اور آسان مذہب ہے خداے تعالےٰ فرماتا ہے۔

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ	اصل دین خدا کے نزدیک اسلام ہی ہے۔
اِنَّ الدِّیْنَ یُسْرٌ	دین بہت آسان ہے۔

اور جو حقائق اور قوانین قدرت خداے تعالیٰ نے اِس عالمِ کائنات مین رکھے ہین اور جو لامحدود عقلی اور اخلاقی قوت خدا نے انسان کو بہ نسبت دیگر حیوانات کے عطا کی ہے اُسکے اعتبار سے مذہب اسلام ایک بہت وسیع اور گہرا مذہب ہو اور ایسے معارف اور حقائق پر مبنی ہے جنکے سمجھنے سے بڑے سے بڑا ادیب اور بڑے سے بڑا حکیم عاجز ہے خداے تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلَوْاَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَۃٍ اَقْلَامٌ	اور زمین مین جسقدر درخت ہین اگر ان سبکے قلم ہون اور

وَالْبَحْرُ يَمُدُّهُ مِنْ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمَاتُ اللّٰهِ ؕ	سمندر کی سیاہی اور وہ بھی اسطرح کہ اُسکے ختم ہوجانیکے بعد ایسے ہی سات سمندر اُسکی مدد کرین تب بھی خدا کی باتین تمام نہون

پس ضرور ہے کہ ایسے عظیم الشان ابدی مذہب کے حقائق اور معارف کے منکشف کرنے کو (جو نہایت اعلیٰ درجہ پر اور انتہاے کمال پر مبنی ہین) اللہ تعالیٰ ایسے نفوس عالیہ وقتاً فوقتاً پیدا کرتا ہے جنمین ملکۂ نبوت موجود ہوتا کہ وہ اپنی ملکۂ نبوت کے ذریعہ سے قانون قدرت کے مطابق جسقدر زمانہ ترقی کرتا جائے اور انسان کی عقلی واخلاقی قوت کی ترقی عمل مین آئے اُسیقدر وہ اسلام کے حقائق اور معارف سے لوگون کے دلونکو معمور کرتے رہین اور جو لغو اور خلافِ عقل و فطرت باتین دین مین شامل ہوگئی ہون اُنکو چھانٹ کر دین کی تجدید کرتے رہین آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے۔

يَبْعَثُ اللّٰهُ فِيْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ عَلٰى رَاْسِ كُلِّ سَنَةٍ يُجَدِّدُ لَهَا دِيْنَهَا ؕ	خدا میری اُمت مین ہر صدی کے شروع پر ایسے لوگ پیدا کریگا جو دین کی تجدید کرتے رہین گے۔

نبی مین اور اُس شخص مین جسکو فطرت سے ملکۂ نبوت عطا ہوا ہو صرف احکام اور افعال کا فرق ہوا کرتا ہے نبی سے دین مین نیا راستہ پیدا ہوتا ہے، اور نئے اصول و طریقے صادر ہوتے ہین اور فریق ثانی سے ایسا نہین ہوسکتا۔ نبی کے احکام وافعال اُسکی نبوت پر اُسیطرح دلیل ہوا کرتے ہین جیسے سکندر کے بادشاہ ہونے پر اُسکی سلطنت کے احکام اور نظاماتِ حکومت دلیل ہوا کرتے ہین۔ نبی کو یہ سب باتین بغیر تعلیم حاصل ہوتی ہین اور طرف ثانی کو بذریعۂ اکتساب اِسی سبب سے بہت سے اُصول

اور افعال حکیمون کے بالکل پیغمبرون کے اصول اور افعال کے مطابق ہوتے رہے ہین۔

وحی کی حقیقت

(۱۲) **سوال** - اچھا یہ بھی مانا مگر وحی جو خدا کیطرف سے پیغمبرون پر ہوتی ہے وہ کیا چیز ہے اور اُسکے نزول کا کیا طریقہ ہے؟

جواب - وحی کے معنی لغت مین اشارہ کرنے اور تنبیہ کرنے کے ہین شریعت مین اُس سے مراد وہ علم وہبی یا انکشاف ہی جو ملکۂ نبوت کے ذریعے سے صاحبِ وحی یا پیغمبر کو حاصل ہوتا ہے عام فہم لفظون مین ہم سمجھانے کو یون کہ سکتے ہین کہ وحی ایک چیز ہے جس سے خدا کی مرضی نامعلوم باتون مین کھل جاتی ہے اُسکے نزول کے چند طریقے ہین۔ اول یہ کہ خدا کا پیام فرشتہ کے ذریعے سے سُنا جاوے جیسا کہ قرآن مجید مین مذکور ہے۔

فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰی قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ | یعنی جبریل فرشتہ ہی نے اُسکو (یعنی قرآن مجید کو) تیرے دلمین ڈالا ہے خدا کے حکم سے۔

دوئم یہ کہ بذریعۂ آواز کے کلام الٰہی سُنا جاوے۔ سوم یہ کہ دلمین بلا واسطہ کلام ڈالا جاوے اِس قسم کی وحی کو نفث فی الروع کہتے ہین۔ چہارم یہ کہ خواب و کشف سے کلام معلوم ہو۔ اِس قسم کی وحی کو مشاہدات و مکاشفات سے تعبیر کرتے ہین۔ قرآن مجید کی کوئی آیت یا سورت خواب مین نازل نہین ہوئی البتہ بعض

مسنون باتون کا اسطرح القا ہوا ہے۔جب وحی کسی پیغمبر پر نازل ہوتی ہے تو کبھی
تو وہ کلام کو بغیر کسی کلام کرنے والے کے سُنتا ہے اور کبھی خواب مین اور کبھی جاگنے
کی حالت مین بہ سبب کمال استغراق کسی کو کلام کرتے ہوے مُتشکّل دیکھتا ہے
پس وہ کلام اُسکے حافظہ اور دماغ مین منقوش ہوجاتا ہے اور کبھی بغیر کسی شکل اور
سبب کے خودبخود کوئی بات اُسکے دل مین ڈالی جاتی ہے۔نزول وحی کے یہ ہی
سب طریقے ہین اِنکے علاوہ خود وحی دو قسم پر ہے۔اوّل یہ کہ صرف ایک مطلب
بغیر کسی خاص عبارت کے دلمین ڈالا جائے مثلاً جسطرح کوئی کسی سے کہے کہ میری
طرف سے دعوت کا اذن فلان شخص کو دیدینا مگر جن الفاظ مین دعوت کا اذن
دیا جائے وہ الفاظ نہ کہے اِس قسم کی وحی کو وحی غیر مُتلُوّ کہتے ہین۔دوسری قسم وحی کی
یہ ہے کہ کوئی مطلب خاص الفاظ کے ساتھ دل مین ڈالا جائے مثلاً جسطرح کوئی شخص
کسی سے کہے کہ تم فلان شخص سے میری طرف سے کہدو کہ آج میرے گھر آپکی دعوت
ہو اگر آپ تشریف لائین گے تو مین بیحد شکر گزار ہونگا۔اِس قسم کی وحی کو وحی مُتلُوّ
کہتے ہین۔آنحضرت صلعم پر یہی وحی قرآن مجید کے الفاظ مخصوص کے ساتھ نازل ہوئی
تھی وحی سوائے انبیا کے اور نیک لوگون پر بھی ہوا کرتی ہے مگر امتیاز کے واسطے
اُن وحیون کے نام علیحدہ رکھے گئے ہین جو وحی مقدس لوگون پر نازل ہوا کرتی ہے
اُسکو تحدیث کہتے ہین اور جو بات خودبخود اُنکے دل مین ڈالی جاتی ہے اُسکو
سکینہ کہتے ہین چنانچہ خدائے تعالےٰ فرماتا ہے۔

وَاَوْحَيْنَا اِلٰى اُمِّ مُوْسٰى اَنْ اَرْضِعِيْهِ فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِى الْيَمِّ وَلَا تَخَافِىْ وَلَا تَحْزَنِىْ اِنَّا رَادُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ	اور وحی بھیجی ہمنے موسیٰ کی مان کو کہ اُسکو دودھ پلا جب اسکی نسبت تجکو خوف ہو تو اُسکو دریامین ڈالدینا اور خوف نکرنا اور نہ رنج کرنا ہم اُسکو پھر تیرے پاس پہونچا دینگے اور آخرکار اُسکو پیغمبرون مین سے ایک پیغمبر کرینگے۔

اس آیت سے ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰ کی مان جو نبیہ نہین تھین اُنپر وحی نازل ہوئی۔

وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ؕ	اور جب فرشتون نے کہا کہ اے مریم اللہ نے تجکو برگزیدہ کیا اور ستھرا بنایا اور چن لیا سب جہان کی عورتون سے۔

اس آیت سے بھی ظاہر ہے کہ حضرت مریم جو پیغمبر نہ تھین اُنپر خدا کی وحی نازل ہوئی

وَاِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِىْ وَبِرَسُوْلِىْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ ؕ	اور جب مینے وحی بھیجی حواریون کے پاس کہ مجھپر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ تو بولے کہ ہم ایمان لائے اور تو گواہ رہ کہ ہم مسلمان ہین۔

اس آیت سے بھی صاف ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ کے حواری جو پیغمبر نہ تھے اُن پر خدا کی وحی ہوئی۔ وحی کا نازل ہونا مثل انسان کے حیوانات پر بھی ہوا کرتا ہے چنانچہ خدائے تعالےٰ فرماتا ہے۔

وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِىْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا ؕ	پس خدا نے وحی کی شہد کی مکھیون کیطرف کہ وہ اپنا پہاڑون پر گھر بنالین۔

وحی کیطرح الہام بھی غیر انبیاء پر بلکہ فاسق اور فاجر تک پر ہوا کرتا ہے خدائے تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا | ہمنے الہام کیا فجور کا فاسق پر اور ہمنے الہام کیا تقوی کا متقی پر

امام غزالی رح فرماتے ہین کہ وحی اور الہام مین یہ فرق ہے کہ جس چیز کا تعلق قوت عقل اور صفائی نفس سے ہوتا ہے اُسکو وحی کہتے ہین اور جس چیز کا صدور قوت فکر اور غلبۂ وہم سے ظہور مین آتا ہے اُسکو الہام کہتے ہین۔ انبیا اور غیر انبیا کی وحی مین صرف اسقدر امتیاز ہوتا ہے کہ جو وحی انبیا پر ہوتی ہے اسمین غلطی کبھی نہین ہوتی نہ اصل وحی مین نہ اسکی تعبیر معنی مین اور جو وحی غیر انبیا پر ہوتی ہے اسمین غلطی کا احتمال باقی رہتا ہے خواہ نفس وحی مین ہو یا اُسکے معنی کے سمجھنے مین سب سے بڑا فرق یہ ہے کہ غیر نبی سے نیا حکم شریعت کا صادر نہین ہوسکتا پیغمبر کا بھی وہی کلام وحی اور واجب الاتباع ہوتا ہے جو دین سے علاقہ رکھتا ہو یا صاحب وحی نے اسکو الہام اور وحی بتایا ہو یا قرینہ سے معلوم ہو باقی دوسرا کلام جو دُنیا کی اور باتون سے علاقہ رکھتا ہے اسکو وحی سے کوئی تعلق نہین ہوا کرتا جیسا حدیث رافع بن خدیج مین آیا ہے۔

اِذَا اَمَرْتُكَ بِشَيْءٍ مِنْ اَمْرِ دِيْنِكُمْ فَخُذُوْهُ وَاِذَا اَمَرْتُكُمْ مِنْ رَاْيٍ فَاِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ رَوَاهُ مُسْلِمٌ | جب مین تمکو دین کے متعلق حکم دون تو اُس پر عمل کرو اور جب مین تمکو اپنی رائے سے حکم دون تو سمجھ لو کہ مین بھی ایک آدمی ہون۔

فرشتون کی ماہیت

(۱۳۱) سوال۔ جبرئیل فرشتہ جسکا ذکر قرآن مجید کی آیت مین آیا ہے کہ اُس نے

خداکا کلام محمد صلعم کے دل مین ڈالا اُسکی حقیقت کیا ہو اور خدا ورسول کے درمیان
مین اُسکے واسطے ہونے سے کیا مراد ہے کیونکہ خدا تعالے کو تو کسی واسطے کی
حاجت نہین - یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ فرشتون کا وجود کس قسم کا ہے ؟ اگر وہ مثل
ہمارے کوئی وجود ظاہری اور خارجی رکھتے ہین تو کوئی فرشتہ ایسے وجود ظاہری
اور خارجی کے ساتھ کیونکر کسی آدمی کے چھوٹے سے پارۂ گوشت مین یعنی دل مین
سما سکتا ہے دل مین کوئی بات اوپر سے ڈالی نہین جاتی اور اگر فرشتون کا ایسا وجود
نہین ہے تو پھر کس قسم کا ہے اور اُسکے وجود کی کیا دلیل ہے ؟

جواب - خدا کو بیشک کسی واسطے کی حاجت نہین مگر انسان کو اپنی اقتضاے
فطرت اور قانون قدرت کے مطابق جسطرح چلنے پھرنے کھانے پینے مین اپنے
اعضاے جسمانی کی حاجت ہو یا جسطرح دیکھنے سُننے اور سونگھنے مین قواے ظاہری
کی ضرورت ہو اور سوچنے سمجھنے کے لیے انسان قوت فہم وعقل کا حاجتمند ہو اُسیطرح
اُسکو روحانی ترقی اور کمالات سعادت کے اعلےٰ درجے پر پہونچنے کے لیے ملکۂ نبوت
اور ملکی قوت کی مدد کی بھی حاجت ہو چونکہ یہ ملکۂ نبوت مثل اور قواے فطری کے
پیغمبرون مین خلقی ہوا کرتا ہے اِسلیے ہم یقین کرتے ہین کہ نبی اپنی مان کے پیٹ
ہی سے نبی پیدا ہوا کرتا ہے - اِنَّ النَّبِیَّ نَبِیٌّ وَلَوْ کَانَ فِیْ بَطْنِ اُمِّہٖ
یہ تو جبرئیل کے خدا و رسول کے درمیان واسطہ ہونے کی دلیل ہے لیکن لفظ
جبرئیل جو قرآن مجید مین آیا ہے وہ ایک عبرانی زبان کا لغت ہو جبرئیل کے لغوی

معنے ہین خدا کی قدرت یا خدا کی قوت یہ نام دو لفظون سے مرکب ہی ایک لفظ جبر جسکے معنے ہین قدرت اور قوت اور دوسرا لفظ ایل اسکے معنے ہین خدا۔ عبرانی زبان مین کعبہ کو بیت الایل کہتے ہین جسکا عربی زبان مین ترجمہ بیت اللہ ہے یعنی خدا کا گھر جبرئیل ایک فرشتہ ہے مثل اور فرشتون کے فرشتہ کی عربی مَلک ہے اور اُسکی جمع ملائکہ ہے قرآن مجید مین صرف دو فرشتون کا نام آیا ہے جبرئیل و میکائیل یہ دونون لفظ عبرانی زبان کے لغت ہین عربی زبان مین سولے لفظ ملک کے جسکی جمع ملائکہ ہے کوئی خاص نام کسی فرشتہ کا نہین ہے ممکن ہی کہ اُنکا کوئی وجود خارجی مثل خالص ہَوا اور لطیف آگ وغیرہ کے ہو جس سے انکار کرنے کی کوئی وجہ نہین ہوسکتی البتہ اس قسم کے وجود کا کوئی ہمارے پاس یقینی ثبوت نہین ہی قرآن مجید مین جبرئیل کا ذکر اسطرح پر آیا ہے کہ اُسنے خدا کا کلام آنحضرت صلعم کے دل مین ڈالا ہے اس بیان پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی وجود خارجی مراد نہین ہی یہود لوگ بھی جبرئیل میکائیل اسرافیل اور عزرائیل وغیرہ لفظونکو اوّل اوّل صفات باری تعالیٰ کے تعبیر کرنے کو بولا کرتے تھے پھر رفتہ رفتہ ایک زمانہ گزرنے کے بعد اُنکو بطور نامون کے تصور کرنے لگے ایک جگہ قرآن مجید مین فرشتون کو مُدبّراتِ امرا کے لفظ سے تعبیر کیا ہے یعنی وہ انتظام دُنیا کے قائم رکھنے والے اور افعالِ فطرت کے ظہور کے سبب ہین۔ بہرحال ان سب باتون سے۔ اور نص قرآنی سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ فرشتون کا اطلاق اُن قوتون پر ہوتا ہے جنکو خدا نے

اپنے مقاصد کے انجام کے واسطے یا اپنے وجود اور قدرت کے اظہار کے لیے قائم
کیا ہے حدیث مین آیا ہے کہ ہر قطرہ کے ساتھ آسمان سے ایک فرشتہ اُترتا ہی
اور پھر وہ آسمان پر واپس نہین جاتا اس حدیث سے بھی یہ ہی پتہ لگتا ہی کہ یہان
فرشتہ سے مراد وہ قوت نامیہ ہے جو مینھ کے ذریعے سے درختون کو پہونچتی ہے
جس سے وہ سرسبز ہوتے اور نشو و نما پاتے ہین یہودیون نے کامون کے اعتبار سے
فرشتون کی تقسیم کی ہے اور ہر فرشتہ کا علیحدہ علیحدہ جو کام بتایا ہے اُس سے بھی
انھین طبعی قوتون کے مراد ہونے کی تصدیق ہوتی ہے جنکا ذکر قرآن مجید مین مُدبّرات
اَمراً کی لفظ سے ہوا ہے مثلاً وہ قوت جو زمین سے یا سمندر سے بخارات کو سطح بالا
تک لیجاتی ہے اور اُنکو بادل بنا کر اُٹھاتی اور مینھ برساتی ہے اُسکا نام اُنھون نے
میکائیل رکھا ہے اور جو قوت اندر ہی اندر اسباب ہلاکت جمع کرتی ہو اور حرارت
غریزی کو فنا کر دیتی ہے اُسکا نام عزرائیل یعنے ملک الموت رکھا ہے جو قوتِ
بہیمیہ انسان کو رذائل نفس سکھاتی اور بدافعالیون مین مبتلا کرتی ہے اُسکا نام
عزازیل یعنے شیطان رکھا ہے کتب آسمانی اور دوسرے الہامی مذہبون مین
فرشتون کا لفظ علاوہ طبعی قوتون کے اور بہت سے معنون مین آیا ہے توریت
مین فرشتون کا لفظ ہوا اُون پر وبا پر امام پر انبیا پر سب پر استعمال کیا گیا ہی انجیل
مین حضرت عیسیٰ کے حواریون کو فرشتہ کے نام سے خطاب کیا گیا ہے قرآن مجید
مین مفسد بد باطن لوگونکو شیاطین کے لفظ سے مخاطب کیا گیا ہے جیسا کہ

منافقین کے ذکر مین فرمایا ہے۔

وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ	اور جب وہ منافق اپنے شیطانون سے تنہائی مین ملتے ہین تو اُنسے کہتے ہین کہ ہم تو تمھارے ساتھ ہین اور سوائے اِسکے نہین کہ ہم تو مسلمانون کو بناتے ہین۔

قدیم زمانہ کے بُت پرست لوگ تمام حوادث کو جنکے طبعی اسباب سے وہ ناواقف ہوتے تھے ایک فرضی اور وہمی ذات کیطرف منسوب کیا کرتے تھے اُنمین مرد اور عورت بناتے تھے مردون کو دیوتا اور اُنکی عورتون کو دیبیان کہا کرتے تھے اور اُنکو حاجت روائے خلق جانتے تھے۔

اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اِنٰثًا ۚ وَاِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا ۙ لَّعَنَهُ اللّٰهُ	نہین پکارتے وہ سوا اُسکے مگر عورتونکو اور نہین پکارتے مگر شیطان سرکش کو خدا نے لعنت کی ہے اُسپر

زمانہ جاہلیت کے قدیم اہل عرب نے فرشتونکو مختلف درجون پر تقسیم کر رکھا تھا عام طور پر وہ لفظ جن بولا کرتے تھے اور جب ایسے جن کا ذکر کرتے جو اُنکے نزدیک انسان کے ساتھ رہا کرتا ہے تو اُسکے لیے وہ عامر کا لفظ بولتے تھے جسکی جمع عمار ہی اور جب ایسے جن کا ذکر کرتے تھے جو بچون کو ستاتا ہے تو اُنکا نام وہ ارواح رکھتے تھے اور اگر وہ خبیث ہوتا اور زیادہ تکلیف دیتا تو اُسپر شیطان کا لفظ بولتے تھے اور جو اُس سے بھی زیادہ موذی ہوتا تو اُسکو مارِد کہتے تھے اور جو اُس سے بھی زیادہ قوی ہوتا تو اُسکو عفریت کہتے تھے اور اگر وہ پاک ستھرا ہوتا اور بالکل بھلائی اُس سے

پہونچتی تو اُسکو مَلَک یعنے فرشتہ کہتے تھے بہرحال اِن تمام واقعات اور کتبِ آسمانی کی شہادت اور قوانین قدرت کے مطالعہ سے فرشتون کا خالق و مخلوق مین ایک روحانی واسطہ ہونا اور انتظامِ دُنیا کا قیام اُنکے وجود پر منحصر ہونا بخوبی ثابت ہے

رُباعی

حق جان جہان ست و جہان جملہ بدن　　اجناس ملائکہ حواسِ این تن

اجرام عناصر و موالید اعضا　　توحید ہمین ست و دگر ہا ہمہ فن

اقسام مسائل اسلام

(۱۴) **سوال**۔ یہ تو اب بخوبی ثابت ہو گیا کہ اسلام ایک سچا اور خدا کا بھیجا ہوا مذہب ہی مگر اب یہ معلوم ہونا چاہیے کہ اُسکے اصول اور احکام کیا ہین اور اُسنے بنی نوع انسان کو کس قسم کے عقائد و اعمال کی تعلیم دی ہے۔

جواب۔ اسلام کے مسائل کئی حصّون پر منقسم ہین۔ پہلا حصّہ اُسکا اصلاح اعتقادات ہی۔ دوسرا حصہ تعلیم عبادات ہی۔ تیسرا حصہ تہذیبِ اخلاق۔ چوتھا حصّہ درستی معاملات ہی۔ اسلام نصوص اور احکام کے اعتبار سے بھی کئی قسم پر منقسم ہے پہلی قسم مین وہ احکام ہین جنکو شارع نے صاف صاف لفظون مین بیان کیا ہی اور وہ نصوص کہلائے جاتے ہین اُنمین بھی دو قسم کے احکام ہین ایک اصلی احکام جو نورِ ایمان روحِ مذہب اور عینِ فطرت ہین دوسری قسم مین وہ محافظ احکام ہین

جو اُن اصلی احکام کی حفاظت اور اُنکی بقا اور قیام کی غرض سے مقرر کیے گئے ہین اِن
دونون قسمون کے احکام کو جُدا جُدا پہچاننا اور اُنکے درجے اور رتبہ مین تمیز کرنا لازم ہے۔
دوسری قسم مین وہ احکام ہین جو اجتہادیات کہلاتے ہین اِن احکام کو عالمون اور
مجتہدون نے اپنے ذہن اور علم سے دَلَالتُ النَّص وَاِشَارَۃُ النَّصُ اور قیاس کی دلیل
پر قائم کیا ہے اِن احکام کی اُسی قدر وقعت ہو سکتی ہے جسقدر ایک شخص کی راے
یا چند لوگونکی راے کی وقعت ہوتی ہے تیسری قسم مین وہ احکام ہین جو ضعیف عبارتون
یا ناکامل اور مشتبہ سندونکے ذریعے سے قائم ہوے ہین اُنمین پہلی قسم تو اجتہادیات
مین شامل ہے اور دوسری قسم محض غیر واجب اور غیر معتبر ہے اِن سب اقسام کے
علاوہ اسلام اپنے مقصد اور مفہوم کے اعتبار سے بھی دو قسم پر ہے ظاہر شرع اور باطن شرع ظاہر
شرع کا اطلاق الفاظ مذہبی کے اُن معنون پر ہوتا ہے جو عوام الناس اُن الفاظ سے
سمجھتے ہین اور باطن شرع سے وہ دین کے اسرار اور حقیقی معنی مراد ہین جو احکام
شرع کے عِلَل یعنی اسباب اور مسائل اسلام کے بنیادی پتھر ہین یہ علم اسرار دین
جسکا دوسرا نام باطن شرع ہے تمام مسائل اسلام اور علوم شریعت سے اشرف و
افضل ہے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رح حجۃ اللہ البالغہ مین فرماتے ہین کہ نقلی
نصوص پر عقلی دلائل قائم کرنا اور منقول کو معقول سے مطابق کرنا دین کی کامل
مدد ہے اور مسلمانون کی پراگندگی دُور کرنے مین ایسی کوششون سے عمدہ آثار
ثابت ہوے ہین یہ عبادت سب عبادتون سے افضل اور تمام بندگیون کی اصل

اصول قرار پائی ہے شاہ صاحب نے کیا خوب مثال دی ہے وہ لکھتے ہین کہ اسلام
کے بعض حصے بمنزلہ پوست کے ہین جنکے اندر مغز بھرا ہوا ہے اور بعض بمنزلہ سیپیونکے
ہین جنسے موتی نکلتے ہین۔

اسلام کے اصلی احکام جو رُوح مذہب اور عین فطرت ہین

(۱۵) سوال۔ اسلام کا پہلا حصہ یعنی اصلاح اعتقادات سے کیا مراد ہی
اور وہ کون سے اعتقادات ہین جنکی اسلام نے اشاعت کی۔
جواب۔ اصلاح اعتقادات سے مقصود اُن خیالات کی اصلاح ہے جو انسان
کی روح اور فطرت سے علاقہ رکھتے ہین وہ یہ ہین۔ ذات باری تعالیٰ۔ صفات
باری تعالےٰ اور نیز وہ تین وحدتین جو ذات وصفات اور عبادت باری تعالیٰ
سے علاقہ رکھتی ہین یہی اصلی احکام ہین جو اصل مذہب اور عینِ فطرت ہین ؎

گر گوہرِ طاعتت نہ سُفتم ہرگز | ور خاکِ درت بدل نہ رفتم ہرگز
نومید نیم زبارگاہ کرمت | زان رو کہ یکے را دو نہ گفتم ہرگز

وحدت فی الذات

(۱۶) سوال۔ ذات باری تعالیٰ کی نسبت اسلام نے کیا بیان کیا ہے
اور اُسکے موجود ہونے کا کیا ثبوت ہے۔؟

جواب - اسلام نے ہمکو یہ بتایا ہے اور یقین دلایا ہے کہ وہ مقدس پاک ہستی جسکی ہستی سے سب ہستیان وابستہ ہین اور کوئی اُسکو اللہ کوئی کلام کوئی یہوہ کوئی پرمیشور کوئی گاڈ کوئی خدا کہتا ہے وہ موجود ہے اِسلیے کہ واجب الوجود ہے وہ عِلّۃُ العِلَل ہے اسلیے کہ ظہور کائنات کا مُسَبِّب وہی ذات پاک ہے لیکن نہ اشتراک کی حیثیت سے کیونکہ اُسکا وجود مادّی لوازم اور اُسکی اضافی نسبتون سے غیر ہے برخلاف مادی اشیا کے کہ اُنکی ماہیت اُنکے لوازم اور باہمی نسبتون سے پہچانی جاتی ہے

رخش علل در رہش افگندہ سُم　　علت و معلول در و ہر دو گم

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى اِنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ط	نہین ہو کوئی اللہ مگر وہ اُسیکے لیے ہین سب نام اچھے وہ واحد ازلی وابدی ہے۔ نہین کوئی اللہ مگر وہ ہی ایک۔

لیکن بغیر کسی صورت کے اور بغیر مکان کے کیونکہ صورت اور مکان یہ سب چیزین مادہ سے تعلق رکھتی ہین۔

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ کوئی چیز اُسکے مثل ومشابہ نہین۔ یعنی وہ سب مادّی چیزون سے پاک ومنزہ ہے خود اُسنے اپنے آپ کو اپنے صفات مین ظاہر کیا ہے یعنی اُسکی صفات عین اُسکی ذات ہین نہ کوئی اُسکا شریک ہے نہ کوئی اُسکا مقابل۔

وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا ط	اُسکا شریک مت ٹھہراؤ۔
فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا ط	مت بناؤ کسی کو اُسکا مدِ مقابل۔
اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْـًٔا	کیا شریک کرتے ہو خدا کے ساتھ اُن چیزونکو جو کچھ پیدا

وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ؕ	نہین کرسکتین وہ تو خود اُسی خدا کی پیدا کی ہوئی ہین۔
لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ؕ	نہ اُس سے کوئی پیدا ہوا اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ کوئی اُسکے برابر کا ہو نہ وہ چھُوا جاتا ہو نہ دکھائی دیتا ہو نہ عقل مین سما سکتا ہو نہ خیال مین آسکتا ہو۔

سعدی رح نے گلستان مین کیا خوب لکھا ہے ؎

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم　　　واز ہرچہ گفتہ اند و شنیدیم و خواندہ ایم
دفتر تمام گشت و بہ پایان رسید عمر　　　ما ہمچنان در اول وصف تو ماندہ ایم

مگر باوجود اِسکے وہ ہماری رگ گردن سے زیادہ قریب ہے اور ہمارے یقین اور ہمارے مخفی خیالات مین ہمیشہ موجود ہے۔

وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ؕ	اور ہم اُسکی رگ گردن سے بھی زیادہ قریب ہین اور
وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ	ہم تمسے بھی زیادہ قریب ہین لیکن تم نہین دیکھتے۔

غرض وہ ہستی مطلق اور علۃ العلل جسکو خدا کہتے ہین وہ ایک ہی ہمیشہ سے ہو اور ہمیشہ رہیگا۔ وہ اپنی ذات سے آپ قائم ہے اُسکا ہونا ہی اُسکی ذات ہو وہ کسی مین نہین مگر سب کچھ اُسی سے ہے جو کچھ ہوا بغیر اُسکے نہوا ؎

اب جب تب تجھسا نہین کوئی　　　تجھسے ہین سب تجھسا نہین کوئی

اُسکا ہونا کسی دوسری چیز پر منحصر نہین مثلاً جسطرح کسی رنگ کا کپڑے وغیرہ پر

ہونا موقوف ہوتا ہے۔ وہ جسم نہین کیونکہ جسم تو اُسکا پیدا کیا ہوا ہے اور جسم تو
بہت سی چیزون سے ملکر بنا ہے جسکے مجموعہ کا نام مادّہ ہے۔ وہ صورت نہین
کیونکہ صورت بغیر مادہ کے نہین ہوسکتی۔ اُسکے وجود سے علیحدہ کوئی دوسرا وجود
ایسا نہین جو اپنے آپ قائم ہوا ور کوئی علاقہ اُس سے نہ رکھتا ہو۔ اُسکی ذات
مین ردّ و بدل نہین ہوسکتا کیونکہ اگر ایسا ہو تو اُس تبدیلی کا کوئی سبب بھی ہوگا
جو اُسکی ذات سے جدا ہوا ور یہ نہین ہوسکتا نہ اُسکے واسطے سمت ہی نہ مکان
ہی نہ زمانہ ہے۔

اَیۡنَمَا تُوَلُّوۡا فَثَمَّ وَجۡہُ اللّٰہِ	جسطرف تم مُنھ کرو اُسیطرف خدا کا مُنھ ہی۔

مسٹر گبن نے لکھا ہی کہ ایک فلسفی یہ سوال کر سکتا ہے کہ جب ہم اُس نامعلوم
جوہر (یعنی خدا) کو ہر ایک خیال سے جو زمانہ یا مکان یا مشابہت یا حرکت یا
ارادہ یا حس یا خیال سے متعلق ہو منزہ یعنی جدا کردین تو پھر ہمارے خیال اور
سمجھ کے لیے کیا چیز باقی رہجاتی ہے یہ بالکل سچ ہی اور اِسی سبب سے آنحضرت صلعم
نے فرمایا ہے۔

مَا عَرَفۡنَاکَ حَقَّ مَعۡرِفَتِکَ	اے پروردگار ہمنے تجکو نہین پہچانا جو پہچاننے کا حق تھا۔

ایک شاعر کہتا ہے ؎

انچہ پیشِ تو بیش ازان رہ نیست ۔۔۔ غایتِ فہم تست اللہ نیست

عقلِ انسانی اِس بات کو تو قبول کرتی ہے کہ کوئی وجود ہے اور ضرور ہے اور

بیشک وہ آپ ہی آپ ہے اسلیے ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہیگا کیونکہ دریا کا ہر قطرہ ریگ کا ہر ذرہ گھانس کا ہر تنکا اُسکے ہونے کی گواہی دے رہا ہے مگر وہی عقل یہ بھی کہتی ہے کہ اِس سے زیادہ اور کچھ نہین جانتی ہون نہ جان سکتی ہون عقل کہتی ہے کہ مین کیونکر جان سکتی ہون کہ وہ کیسا ہے مین نے جن چیزون کو جانا ہے وہ ہوتی بھی ہین اور پھر نہین بھی ہوتین وہ نہ دیکھا جا سکتا ہے نہ چھُوا جا سکتا ہے پھر کیونکر بتایا جائے کہ وہ کیسا ہے جو ذریعے جاننے کے ہین جب وہی محو کر دئیے جائین تو عقل کیونکر جان سکتی ہے کہ وہ کیسا ہے مگر یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اِس امر کا جاننا کہ کوئی چیز ہے دوسری بات ہے اور یہ جاننا کہ وہ چیز کیسی ہے اور کیونکر یہ ایک دوسری بات ہے پچھلی چیز کے نہ جاننے سے پہلی چیز کا نہونا لازم نہین آتا کیونکہ پہلی بات یعنی خدا کا ہونا اُسکے آثارون سے یقین کیا جاتا ہے اور پچھلی بات یعنی خدا کیسا اور کیونکر ہے اُن آثارون کے مؤثر کی حقیقت اور ماہیت جاننے پر موقوف ہے جسکا ہمکو علم نہین اور جب علم ہی نہین تو انکار کی کوئی وجہ ہی نہین یہ بات تو بدیہی اور تسلیم شدہ ہے کہ کسی چیز کا بطلان جبتک کہ برُہان قطعی سے ثابت نہو جائے اُسوقت تک اُس سے انکار کرنا کسی طرح صحیح نہین ہو سکتا اگر ایک چیز کا ہم تصور نہین کر سکتے اور اُسکی ماہیت دریافت کرنے سے ہم عاجز ہین تو یہ ہماری کوتہ خیالی اور کمزوری ہوئی اور اپنی کمزوری کی بنا پر کسی چیز کے وجود کا انکار کر بیٹھنا سراسر سفاہت اور بلاہت ہے اِسی لیے آنحضرت صلعم نے

ارشاد فرمایا ہے۔

تفکروا فی خلق اللہ ولا تتفکروا فی اللہ فانکم لن تقدروا قدرہ۔ | خدا کے بنائے ہوئے عالم فطرت پر غور کرو مگر ذات باری مین فکر نکرو تمکو یہ قدرت نہین کہ اُسکی قدرت کا اندازہ کرسکو

دہریہ لوگونکا یہ کہنا کہ مادہ (جس سے کہ اِس عالمِ کائنات کا ظہور ہوا ہے) وہ آپ ہی آپ تھا اور کسی دوسرے سبب سے یعنی علت سے وجود مین نہین آیا تھا یعنی معلول نہ تھا صحیح نہین ہے اسلام بتاتا ہے کہ وہ مادہ بھی مخلوق ہے اور خدا نے جو علۃ العلل ہے اُسکو پیدا کیا ہے۔ اِسکو تو اہل فلسفہ بھی تسلیم کرتے ہین کہ مادہ مین کسی قسم کا ادراک اور شعور نہین ہے نہ اُسکی حرکت مین کسی قسم کی تدبیر اور ارادہ ہونے کی صلاحیت پائی جاتی ہے ماسوا اسکے مادہ مین بہت سے تغیرات پائے جاتے ہین کبھی وہ ہوا کی صورت مین ہے اور کبھی پانی کی کہین گل ہے کہین بلبل کہین ہاتھی ہے کہین مچھر کہین درخت ہے کہین پتھر تمام دُنیا کی چیزونکا وجود انھین مادہ کے تغیرات پر موقوف ہے اِن تغیرات کا باعث خود مادہ تو ہو نہین سکتا (جو آپ ہی آپ موجود تھا) بلکہ کوئی دوسرا سبب یعنی علت اِن تغیرات کی باعث ہوگی یہ تغیرات خود اِس بات کے بدیہی ثبوت ہین کہ مادہ اپنے وجود مین کسی دوسری عِلت کا معلول اور خالق کا مخلوق ہے اگر یہ کہا جائے کہ جو تغیرات مادہ مین پائے جاتے ہین اُنکا باعث خود مادہ کے خواص ہین اور اُن خواص کے آپس مین ملنے سے یہ تغیرات ظہور مین آتے ہین۔ اول تو اِس بات کا کوئی ثبوت ہی نہین کہ یہ تغیرات

خواص مادّہ کے سبب سے ہین قطع نظر اسکے مادہ کے چھوٹے چھوٹے ذرّے جنکو سالمات کہتے ہین اور جو قبل عالم کائنات ایک دوسرے کے مشابہ اور آپسمین شامل تھے اُنکا ایک خاص ترتیب اور کیفیت کے ساتھ اسطرح باہم ملنا کہ کہین وہ پہاڑ بنگئے اور کہین سمندر بنگئے کہین انسان کی صورت مین نمودار ہوے اور کہین مکھی کے قالب مین ظاہر ہوے علیٰ ہذالقیاس دُنیا کی تمام چیزین جو انھین مادّہ کے چھوٹے چھوٹے ذرون سے ملکر بنی ہین اُن چیزون کے مناسب حال ترکیب اور جو عجیب و غریب باقاعدہ حکیمانہ کاریگری اُن چیزون مین پائی جاتی ہو (جسکو دیکھکر ایک بڑے سے بڑے حکیم کی عقل حیران اور دنگ رہجاتی ہے) اِن سب عجائبات کا سبب کیا وہ غیر شعور مادہ ہوسکتا ہے اور کیا ایک عقل سلیم اُسکو قبول کرسکتی ہے کہ یہ سب تعجب خیز اور حیرت انگیز باتین بلا سبب اور بلا کسی ذی شعور کامل ذات علتہ العلل خدا ے تعالےٰ کے محض اتفاقی طور پر اِس اعلےٰ حکیمانہ ترتیب کے ساتھ ظہور مین آگئین؟ ایسا کہنا درحقیقت کوئی معقول جواب نہین ہے بلکہ لاجواب ہوکر رو دینا ہے خود دُنیا کا باقاعدہ انتظام یعنی فطرت آلہی یہ ہمکو بتا رہی ہے کہ بڑے دانشمند حکیم مطلق نے مادہ کے اُن اجزا یعنی سالمات کو آپس مین ملنے کی ایسی قدرت و جامعیت عنایت کی ہو جسکے سبب سے وہ ایسی مناسب ترکیب باقاعدہ اُصول اور مختلف صورتون اور حالتون کے ساتھ آپسمین ملتی اور موجود ہو جاتی ہین چنانچہ

خداے تعالےٰ فرماتا ہے۔

رَبُّنَا الَّذِیْ اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَہٗ ثُمَّ ھَدٰی	ہمارا پروردگار وہ ہی ہے جسنے ہر چیز کو پیدایش بخشی اور اُسکو راہ دکھائی۔
وَمَا مِنْ اِلٰہٍ اِلَّا اللّٰہُ الْوَاحِدُ الْقَھَّارُ ؕ	نہین کوئی اللہ مگر وہی ایک ذات پاک غالب (یعنی عِلَّتہ العلل اور مؤثر حقیقی)
اَلْمَلِکُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُھَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَکَبِّرُ ؕ سُبْحَانَ اللّٰہِ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ؕ	بادشاہ ہو پاک ذات سب عیبونسے بری امن دینے والا نگہبان غالب زبردست تکبر والا پاک ہی اللہ اُس چیز سے جسکو اُسکا شریک ٹھہراتے ہین۔

اِس وحدت فی الذات کو تو قبل اسلام بھی غیر مسلم لوگ مانتے تھے چنانچہ خداے تعالیٰ فرماتا ہی۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَھُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَیَقُوْلُنَّ اللّٰہُ ؕ	اور اگر تو اُنسے پوچھے کہ آسمانون اور زمین کو کسنے پیدا کیا تو وہ یہی کہین گے کہ اللہ نے۔

اگرچہ عام طور پر اُنھون نے خدا کے بہت سے شرکا ٹھہرا رکھے تھے اور خدا کے نام کے ساتھ اُنکے نام بھی لیتے تھے مگر خوف وہراس کی حالت مین اُنکا خیال مضطربانہ اسی وحدت فی الذات کی جانب رجوع ہو جاتا تھا۔

(۱۷) **سوال**۔ بیشک خدا خالق ہے اور مادّہ مخلوق خدا عِلّتہ العلل ہے اور ساتھ ہی اُسکے ازلی وابدی بھی ہے اور مادّہ معلول لیکن جب مادّہ معلول ہوا اور خدا اُسکی عِلّت یعنی علتہ العلل ٹھہرا تو چونکہ علت یعنی خدا ازلی اور ابدی ہی یعنی ہمیشہ سے

اور ہمیشہ رہیگا تو مادّہ جو معلول اور مخلوق ہے وہ بھی ازلی وابدی ہوا۔ قانون قدرت کے ذکر مین اوپر کہا گیا ہے کہ اُسی کی ذات یعنی خدا کی ہستی سے سب ہستیان قائم ہین تو یہ ہستیان بھی ازلی وابدی ہونگی؟

جواب۔ اِس سوال کا مقصود یہ ہے کہ معلول اپنی عِلّت سے کبھی جُدا نہین ہوسکتا بیشک یہ مسئلہ صحیح ہے مگر اُسیوقت جبکہ اُن دونون یعنی معلول اور علتہ کے درمیان مین کوئی اور واسطہ یعنی دوسری علت نہو اگر علت ازلی ہے تو معلول بھی ازلی ہوگا لیکن مادّہ کو خدا کا جو علتہ العلل ہے بلا واسطہ معلول ٹھہرانا صحیح نہین اسلیے کہ جب ہمنے دُنیا کی تمام چیزون پر غور کیا اور اُنکے وجود کے سببون کے سلسلہ پر نظر دوڑائی تو تلاش کرتے کرتے سب کے اوپر اور سب کے منتہا ہمکو مادّہ کا وجود معلوم ہوا اور ہمنے سمجھا کہ ساری چیزون کا اور اُنکے موجود ہونے کے سببونکا سلسلہ ایک مادہ پر ختم ہوتا ہے مگر یہ ہم بالکل نہ جان سکے کہ مادّہ کے اوپر اور کیا کیا معلول تھے یا ہین جنکی حالت کی تبدیلی مادہ کے وجود کا سبب یعنی عِلّت ہوئی قاعدہ ہی کہ جسطرح ہر ایک سبب یعنی علّت سے ایک چیز وجود مین آتی ہے جسکو معلول کہتے ہین وہی معلول اپنی حالت کی تبدیلی سے دوسری چیز کے وجود کی عِلّت ہوجایا کرتا ہے۔ بالفرض اگر ہم مادہ کو پہلا معلول علتہ العلل یعنی خدا کا مان لین اور ازلی بھی سمجھ لین اور خدا کے لیے (جو اُس مادّہ کی عِلّت ہی) صرف اُسکی ذات کا مادّہ سے مقدم ہونا کافی سمجھ لین اُس حالت مین بھی مادّہ کا ابدی ہونا لازم نہین آتا کیونکہ جیسا ہم

ابھی اوپر بیان کر آئے ہین کہ معلول کی حالت بدلکر دوسری چیز کی علت ہوجایا کرتی ہی اور جب معلول کی حالت مین تبدیلی ہوئی تو اُسکا ابدی ہونا کیونکر لازم آسکتا ہی جہانتک کہ عقل انسانی کام دیتی ہے صحیح یہی ہے جو اسلام آسان اور صاف طور پر ہمکو بتاتا ہے کہ خدا ئے تعالیٰ واجب الوجود ہے مع اپنے تمام صفات وکمال کے واحد ہی اور اُسی نے اُس مادہ کو بھی پیدا کیا ہے جس سے دنیا بنی ہے جو تغیرات کہ دُنیا کی چیزون مین اور اُس مادہ مین برابر جاری رہتے ہین وہی تغیرات ہر عالم وجاہل کو اس بات کے یقین کرنے پر کہ دنیا حادث ہی کافی ہین۔

قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ ؕ	کہہ تو کہ سب کام خدا ہی کے ہاتھ مین ہے۔
وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍۭ بِالْبَصَرِ ۔	نہین کوئی حکم ہمارا مگر ایک دفعہ جیسے نظر کرنا آنکھ سے۔
تِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ	یہ دن باری باری سے پھیرتے ہین ہم لوگونکے درمیانین۔
يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ	جس دن بدلی جاویگی زمین سوا اُس زمین کے اور بدلے جائینگے
وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ؕ	آسمان اور روبرو ہونگے سب اللہ اکیلے غالب کے۔

وحدت فی الصفات

(۱۸) **سوال** ۔ ذات باری تعالیٰ کا حال تو معلوم ہوا صفات باری تعالےٰ کیا ہین اور اُنسے کیا مراد ہے اور اُنکو ذات باری سے کس قسم کا تعلق ہے۔؟

جواب ۔ صفات باری تعالیٰ یہ ہین قدرت خالقیت ۔ وحدت حیات قوت

ارادہ کلام ۔ علم ۔ سمع اور بصر وغیرہ غرض تمام صفات کمال اُسمین موجود ہین اِن تمام صفات کو صفات ثبوتیہ کہا کرتے ہین یعنی اُسکی ذات ہین یہ صفات ثابت ہین اور جو چیزین اِن صفات کمال کی مخالف ہین مثلاً مجبوری مخلوق ہونا موت بے اختیاری جہل گونگا بہرا اندھا ہونا وغیرہ خداے تعالیٰ اِن تمام باتون سے پاک اور منزہ ہے انکو صفات سلبیہ کہتے ہین ۔ صفات کی دو قسمین ہین ایک ذاتی ایک غیر ذاتی ۔ ذاتی صفات کی مثال یہ ہے جیسے عرض طول کا ہونا جگہ کو گھیرنا اس قسم کے صفات کو تو ہم خدا کی طرف منسوب نہین کر سکتے کیونکہ اول تو یہ صفات جسم سے اور مادہ سے تعلق رکھتے ہین اور جسم و مادہ خدا کا بنایا ہوا ہے لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ اُسکے مثل کوئی چیز نہین ۔ دوسرے یہ کہ خدا کا ہونا تو ہم پر ہر طرح ثابت ہے مگر اُسکے وجود کی ماہیت کو ہم مطلق جان نہین سکتے پس جس چیز کی ماہیت ہم کو معلوم نہو اُس چیز سے کسی ایسی صفت کو (جو چیز کی ماہیت جاننے پر موقوف ہو) ہم کیونکر منسوب کر سکتے ہین دوسری قسم صفات غیر ذاتی ہین یعنی ذات سے علٰحدہ ۔ ایسے صفات کو بھی ہم خدا سے منسوب نہین کر سکتے کیونکہ اگر وہ صفات خدا کی ذات سے جُدا ہونگے تو وہ بھی آپ ہی آپ قائم ہونگے اسطرح پر بہت سے واجب الوجودون کا ہونا لازم آئے گا جو بداہتاً غلط ہے ۔

لَوْ کَانَ فِیْہِمَآ اٰلِہَۃٌ اِلَّا اللّٰہُ لَفَسَدَتَا اگر آسمان و زمین مین سواے اُس اکیلے اللہ کے جو وحدہ لاشریک لہ ہو دو خدا ہوتے تو سارا انتظام عالم درہم برہم

ہوجاتا کیونکہ اگر وہ دونون ہرامر مین متفق راے ہوتے تو اُنمین سے ایک کا
وجود بالکل فضول ہوتا اور اگر مختلف الراے ہوتے تو نظام عالم مین ایک عام
ابتری پیدا ہوجاتی بہرحال اِن دونون قسم کے صفات کو تو ہم خدا سے منسوب نہین
کرسکتے البتہ آثارِ عالم پر نظر کرکے چونکہ بہت سے صفات کے ظہور کا اُس موصوف
سے صادر ہونا ہمکو صاف طور پر معلوم ہوتا ہے اسلیے ہم اُنکا یقین رکھتے ہین اور
اُن صفات کو عین ذات جانتے ہین مگر اُن صفات کی حقیقت اور ماہیت سے
اُسی طرح لاعلم ہین جسطرح اُسکی ذات کی حقیقت و ماہیت سے ہم ناواقف ہین مثلاً
ہم اُسکو قادر مطلق کہتے ہین مگر ہم اُسکی حقیقت بالکل نہین جانتے کیونکہ ہم اپنی
زبان مین قادر اُسکو کہتے ہین جو کسی چیز پر قدرت رکھتا ہو اور وہ اُسمین اپنی
مرضی کے مطابق جیسا چاہے تصرف کرے لیکن ہم اِس دُنیا مین کسی ایک مین بھی
ایسی قدرت نہین پاتے کہ ہر حیثیت سے اور ہر حالت مین وہ ایسا قادر ہو کہ کبھی
کسی کام مین اُسکو ناکامیابی کا سامنا ہی نہو ہم خدا کو واحد کہتے ہین مگر اُسکی وحدت
کی حقیقت سے بالکل ناواقف ہین واحد چیزین تو ہمنے بہت سی دیکھی ہین مگر کوئی
ایسی چیز جو ہر حیثیت سے ایک ہو ہمنے آجتک نہین دیکھی کیونکہ جتنی چیزین
ہین وہ بہت سے عنصرون سے ملکر یا مادہ کے چھوٹے چھوٹے ذرون سے ترکیب
پاکر بنی ہین ایک کا لفظ ہماری زبان مین دو کے آدھے پر بولتے ہین جو عدد ہے اور
یہ اعداد خود خدا کے پیدا کیے ہوے ہین اور وہ شمار و اعداد سے پاک ہے ہم اُسکو واحد

صرف اس غرض سے کہتے ہین کہ کوئی دوسرا اُسکا شریک نہین ہم اُسکو حی کہتے ہین
یعنی زندہ مگر اُسکی زندگی کی حقیقت سے بالکل بےخبر ہین کیونکہ ہماری زبان مین زندہ
اُسکو کہتے ہین جو پیدا ہوتا بڑھتا ہنستا بولتا اور چلتا پھرتا ہو سانس آتی جاتی ہو ایسی
زندگی سے جسکو ہم زندگی جانتے ہین خداوند تعالےٰ پاک و برتر ہے ہم اُسکو زندہ
صرف اسلیے کہتے ہین کہ وہ اپنی ذات سے آپ قائم ہے ہم خدا کو مرید کہتے ہین
یعنی اپنے ارادہ سے کام کرنے والا مگر ہم اُسکے ارادے سے محض بےخبر ہین کیونکہ
ہم تو ارادہ اُس کیفیت کو کہتے ہین جو ہماری خواہشون کے پورا کرنے کو اور فائدہ
حاصل کرنے اور نقصان سے بچنے کو ہمارے خیالات سے پیدا ہوتی ہی ہم خدا کو
علیم کہتے ہین یعنے علم والا مگر اُسکے علم کی حقیقت ہمکو مطلق معلوم نہین ہم تو علم اُس
کیفیت کا نام رکھتے ہین جس سے ہمکو اپنی خارجی اور ذہنی چیزون کا انکشاف
ہوا کرتا ہی جبتک پہلے سے کوئی معلوم یعنی چیز موجود نہو ہمکو کیونکر اُس کا علم ہو سکتا ہی ہم خدا کو کلیم
کہتے ہین یعنی کلام کرنیوالا مگر اُسکے کلام کی ماہیت کا ہمکو کچھ علم نہین کیونکہ جسکو ہم کلام کہتے
ہین وہ تو زبان سے جو ایک پارۂ گوشت ہی علاقہ رکھتا ہی اور حرف و آواز سے مرکب ہی
ہم خدا کو سمیع و بصیر کہتے ہین یعنی سننے والا اور دیکھنے والا مگر اُسکی سمع اور بصر کی حقیقت
سے ہم بالکل آگاہ نہین ہم تو سماعت اُس کیفیت کو کہتے ہین جو کان کے پردے مین ہوا کے
ٹکرانے اور آوازکے منتقل ہونیسے پیدا ہوتی ہی اسیطرح بصارت اُس روشنی کو کہتے ہین جو آنکھ
کے ڈھیلے مین بہت سے پردون کے اندر رہوتی ہی اور جو چیزین کہ اُسکے سامنے آتی ہین

اُنکا عکس اُسکے ذریعے سے ہمارے قواے دماغ کے اوراق پر جم جاتا ہے اصل یہ ہے کہ انسان کے علمی ذریعون مین سے ایک سمع اور بصر بھی ہے اور اِن دو صفتونسے علم کے کامل ہونے کا خیال دلونمین پیدا ہوتا ہے اسلیے سمع و بصر کو جداگانہ بطور دو صفتونکے ذکر کیا گیا ہے بہرحال یہ تمام صفات کمال جنکے نتیجون کا آثارِ عالم اور موجوداتِ کائنات کے ملاحظہ سے پتہ لگتا ہے اور جن لفظون اور نامون سے انسان اُن صفات کو اپنی زبان مین بولتا ہے اور سمجھتا ہے اُنھین لفظون اور نامون سے صفات باری تعالیٰ کو قرآن مجید مین بیان کیا گیا ہے خداے تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَا یَـُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ	کوئی معبود نہین مگر اللہ زندہ ہر قائم رہنے والا نہین آتی اُسکو اونگھ اور نہ نیند اُسکی کا ہر جو کچھ ہر آسمانونمین اور زمین پر نہین شفاعت کر سکتا کوئی شخص بغیر اُسکے حکم کے وہ جانتا ہر جو اُنکے آگے ہر اور جو اُنکے پیچھے ہے نہین گھیر سکتی کوئی چیز اُسکے علم کو مگر جو کچھ وہ چاہی گھیر لیا اُسکی کرسی نے آسمانون اور زمین کو اور نہین تھکاتی اُسکو نگہبانی اُن دونونکی اور وہ ہی ہر سب سے بڑا مرتبہ والا۔

حضرت علیؑ مرتضےٰ فرماتے ہین۔

اَوَّلُ الدِّیْنِ مَعْرِفَتُهٗ وَكَمَالُ مَعْرِفَتِهِ التَّصْدِیْقُ بِهٖ وَكَمَالُ التَّصْدِیْقِ بِهٖ	پہلا زینہ دین اسلام کا خدا کو جاننا ہر پھر اُسکی وحدت اور اُسکے واجب الوجود ہونے پر یقین کرنا ہے

تَوْحِیْدُہٗ وَکَمَالُ تَوْحِیْدِہٖ الْاِخْلَاصُ لَہٗ نَفْیُ الصِّفَاتِ عَنْہُ	پھر اُسکے ساتھ خلوص پیدا کرنا ہی اور خلوص کا کمال ذات باری سے صفات کا نفی کرنا ہے۔

مطلب یہ ہی کہ انسان جب اُسکے موجود ہونے پر یقین کرتا ہے اور یہ جانتا ہی کہ وہ کیسا بڑا دانشمند کمال والا حکیم ہے جسنے اِس دُنیا کو ایسے دلکش اور عجیب و غریب طرز پر پیدا کیا ہے اور جسنے انسان کو طرح طرح کی نعمتین اور بے نظیر حکمتین عطا کی ہین تو اُسکو خدا کے ساتھ محبت اور محبت کے ساتھ اخلاص پیدا ہوتا جاتا ہے پھر جسقدر انسان کی معلومات مین ترقی ہوتی جاتی ہے اور قدرت کے بھید کھلتے جاتے ہین اُسیقدر وہ اخلاص بڑھتا جاتا ہے اور انسان اُن قدرت کے بھیدون کو سوچ سمجھکر خداوند تعالےٰ کو تمام صفات کمال کا جامع قرار دیتا ہے اور یقین کرتا ہے لیکن جسوقت انسان اِس حد سے آگے قدم بڑھاتا ہے اور اخلاص درجۂ کمال پر پہونچتا ہے تو وہ خیال کرتا ہے کہ جن صفات کمال کا جامع مین نے خداوند تعالےٰ کو قرار دیا ہے بلاشبہ وہ سب صفاتِ کمال اُسمین موجود ہین مگر مین نے جو اُن صفات کی حقیقت سمجھی ہے وہ تو وہی ہی جو مین نے انسانون مین اور اِس عالم کائنات کی موجودات مین دیکھی ہی ایسے صفات تو اُس واجب الوجود مین ہو نہین سکتے اسی لیے وہ ایسے صفات کی ذات باری تعالیٰ سے نفی کرتا ہی۔

تَعَالَی اللّٰہُ عَمَّا یَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا کَبِیْرًا	برتر ہی خدا اُس چیز سے جو کہتے ہین لوگ اور وہ بہت بلند اور عظیم مرتبہ والا ہے

غرض خداوند تعالیٰ جامع جمیع صفات کمال ہی ہم اُن صفات کی ماہیت کو نہین جانتے

اِن صفات کمال مین وہ اکیلا ہے جسطرح اپنی ذات مین نہ کوئی اُسکا شریک ہی ذات مین نہ اُسکی صفات مین۔

وَمَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدِ افْتَرَىٰ إِثْمًا عَظِيمًا	جسنے خدا کا شریک ٹھرایا کسی چیز مین اُسنے باندھا
إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ	ایک بہتان اور گناہ۔ خدا کے سوا جنکو تم پوجتے ہو وہ
لَن يَخْلُقُوا ذُبَابًا وَلَوِ اجْتَمَعُوا لَهُ وَ	تو ایک مکھی بھی نہین بنا سکتے اگر سب ملکر کوشش کرین
إِن يَسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَّا	اور اگر چھین لے اُنسے مکھی کوئی چیز تو وہ اُسکو بھی چھڑا
يَسْتَنقِذُوهُ مِنْهُ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوبُ	نہین سکتے پس رہجاتے ہین عاجز دونون۔

یہ مسئلہ خداے تعالیٰ کی وحدت فی الصفات کا خداے تعالےٰ کی وحدت فی الذات کے پہلے مسئلہ سے زیادہ باریک اور مشکل اور ترقی کیا ہوا مسئلہ ہی جسکو اِس وضاحت وصفائی کے ساتھ سواے مذہب اسلام کے اور کسی مذہب نے نہین بتایا۔

وحدت فی العبادت

سوال۔ وحدت فی العبادت سے کیا مراد ہی اور اُسکی نسبت اسلام نے کیا حکم دیا ہی؟

جواب۔ اسکا یہ مطلب ہی کہ جسطرح خداوند تعالےٰ اپنی ذات مین تنہا اور بےمثل و مثال ہی اور اپنے جمیع صفاتِ کمال مین یکہ و تنہا ہی کوئی اُسکا شریک نہین اسیطرح وہ اپنی معبودیت مین بھی تنہا اور واحد ہے بجز اُس ذات پاک کے کوئی دوسرا لائق عبادت نہین جو افعال اور ارکان عبادت خدا کے لیے مخصوص ہین اُنکو دوسرے

لوگون کے ساتھ بجالانا اور دوسری چیزون کے سامنے ادا کرنا کفر ہے۔

فَاعْبُدِ اللّٰہَ مُخْلِصًا لَّہُ الدِّیْنَ اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ	پس عبادت کرو خدا کی خالص نیت کے ساتھ اور آگاہ رہو عبادت خالص خدا ہی کے لیے زیبا ہے۔
اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ	خاص تیری ہی ہم عبادت کرتے ہین اور خاص تجھی سے ہم مدد چاہتے ہین۔
وَمَا اُمِرُوْا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ حُنَفَآءَ	نہین حکم کیے گئے لوگ مگر یہ کہ عبادت کرین وہ خالص عبادت خدا کی مثل ابراہیم کے ایک طرف کے ہوکر۔

اِس وحدت کے حصے کی تعلیم اوسط درجے کے طور پر مذہب یہود نے لوگون کو دی تھی جو نجات کے لیے تو کافی تھی لیکن کمال کے اعتبار سے بالکل ناقص اور غیر کامل تھی یہ وہی درجۂ کمال ہے جو محمد رسول اللہ صلعم سے پیشتر کسی نے نہین بتایا تھا نہ اُس درجہ تک کسی کا خیال گیا تھا۔ یہ تینون وحدتین جسطرح تمام مراتب توحید کو شامل ہین اُسیطرح اِن تینون وحدتون نے انحصار عقلی کرلیا ہے اب اِنسے بڑھکر کوئی نیا اُصول عقل انسانی پیدا ہی نہین کرسکتی۔ اسی اتمام حجت اور کمال وحدانیت کی خدا نے تعالیٰ نے خبر دی ہے جہان فرمایا ہے۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا	آج ہمنے تمھارا دین کامل کردیا اور اپنی نعمتون کو تمپر تمام کردیا اور پسند کیا ہمنے تمھارا دین اسلام۔

موحد کہ در پاے ریزے زرش	دگر تیغ ہندی نہی بر سرش
امید و ہراسش نہ باشد زکس	ہمین ست بنیاد توحید و بس

سوال۔ اسلام نے توحید باری اور اُسکے استحقاق عبادت کی جس باریک بینی اور نکتہ سنجی سے تشریح کی ہے سچ یہ ہو کہ وہ بیمثل ہے اسیطرح عقل و فطرت کے مطابق جس خوبی سے منصب رسالت و نبوت کا ثبوت دیا ہو اُسکے ماننے مین بھی کسی سمجھدار آدمی کو تامل نہین ہوسکتا لیکن باایںہمہ جو بات کہ دل کو تعجب و حیرت مین ڈالتی ہے اور بظاہر اسلام جیسے توحیدی اور طبعی مذہب کی شان سے بعید معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہو کہ اسلام نے کلمۂ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے ساتھ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ کو شامل کرکے اقرار رسالت کو اقرار ذاتِ باری کا ہم پلہ کیون بنا دیا اور ایمان و نجات کا مدار اُسپر کیون ٹھہرایا کیا عقل سلیم اسکو قبول کرسکتی ہے کہ کوئی شخص ذات باری پر دل سے یقین رکھتا ہو اور یکا موحد ہو مگر وہ صرف اسوجہ سے کہ محمد رسول اللہ صلعم کی رسالت کا مقر اور اُسکا متبع نہین ہے ایمان سے بالکل معرا سمجھا جائے اور نجات کا مستحق نہ ٹھہرے حالانکہ تمام انبیا کی بعثت اور آنحضرت صلعم کے ظہور سے اصلی غرض یہ ہی تعلیم وحدت اور ذات باری پر ایمان لانا ہے دگر ہیچ ۔

جواب۔ اِس سوال مین غور طلب دو باتین ہین ایک تو متابعت رسول کا جزو ایمان ہونا دوسری بات نجات کا اُسپر موقوف ہونا پہلی بات یعنی پیروی رسول کا جزو ایمان ہونا کوئی ایسی بات نہین ہے جو عقل و فطرت کے خلاف ہو یا جسکے قبول کرنے مین کسی سمجھدار آدمی کو کچھ تامل ہوسکے ۔ اسلام دوسرے اہل مذاہب

کیطرح خلاف عقل وفطرت خوارق عادات وغیرہ کو پیش کر کے محمد رسول اللہ صلعم کی پیروی کو دُنیا سے تسلیم کرانا نہین چاہتا نہ آنحضرت صلعم نے اپنی رسالت پر ایمان لانے کے لیے کسی خلاف عقل وفطرت دلیل کو حجت ٹھہرایا جیسا کہ قرآن مجید مین ہی۔

قُلْ فَأْتُوا بِكِتَابٍ مِّنْ عِندِ اللَّهِ هُوَ أَهْدَىٰ مِنْهُمَا أَتَّبِعْهُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ۔

(اے پیغمبر ان لوگونسے) کہو کہ اگر (قرآن اور توراۃ دونون کتابین جھوٹی ہین اور) تم (اپنے دعوے مین) سچے ہو تو خدا کے ہان سے کوئی (اور) کتاب لے آؤ جو ان دونونسے ہدایت مین بہتر ہو مین اُسکی پیروی کرنیکو (موجود) ہون

بلکہ برخلاف تمام مذہبون کے مذہب اسلام محمد رسول اللہ صلعم کی نبوت کے ثبوت مین عقل وفطرت کے مطابق خود اُس مقدس ذات کو بطور اتمام حجت پیش کرتا ہے اور آنحضرت کے واجب الاتباع ہونے کے ثبوت مین اُس پاک نورانی کتاب کو تمام دُنیا کے لیے برہان قاطع ٹھہراتا ہے جو بطور ایک زندہ اور ابدی معجزہ کے خدا کا بھیجا ہوا سچا رسول اپنے ساتھ لایا۔

قَدْ جَاءَكُم مِّنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُّبِينٌ يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَيَهْدِيهِمْ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ۔

اللہ کیطرف سے تمھارے پاس نور (ہدایت) اور قرآن آچکا ہے جسکے احکام (صاف اور صریح) ہین جو لوگ خدا کی رضامندی کے طلبگار ہین اُنکو اللہ قرآن کے ذریعہ سے سلامتی کے رستے دکھاتا ہے اور اپنے فضل (وکرم) سے اُنکو (کفر کی) تاریکیوں سے نکالکر (ایمان کی) روشنی مین لاتا اور اُنکو راہ راست دکھاتا ہے۔

اگلے انبیا کے معجزونکا مثلاً لاٹھی کے سانپ ہوجانے اور مُردونکا زندہ کر دینے کا تو

ایک آدمی یہ کہکر انکار کرسکتا ہے کہ ہزارون برس کی خبر کا کیا اعتبار خدا جانے سچ ہے کہ جھوٹ یا یہ کہ فطرت الٰہی کے خلاف ہونا ناممکن ہی لیکن قرآن مجید کے وجود سے جو ایک زندہ اور ابدی معجزہ ہے اور تیرہ سو برس سے آنکھونکے سامنے ہی اور ہمیشہ رہیگا کبھی کوئی انکار کر ہی نہین سکتا اسی طرح آنحضرت صلعم کی مبارک زندگی جو خود آپکے منصب رسالت اور واجب الاتباع ہونے کی ایک ایسی پائدار اور بین شہادت ہی جسکو کوئی شخص صفحۂ دُنیا سے محو نہین کرسکتا جب کوئی شخص بلا تعصب آنحضرت صلعم کی مبارک لائف پڑھے گا اور آپکی زندگی کے روزانہ واقعات پر بغور نظر ڈالیگا تو وہ آپکے مؤید من اللہ اور واجب الاتباع ہونے سے کبھی منکر نہین ہوسکتا سب سے پہلے اُسکا خیال اُس زمانہ کیطرف رجوع ہوگا جس زمانہ مین کہ آفتاب رسالت طلوع ہوا اُسوقت وہ دیکھے گا کہ ساری دُنیا پر ایک عام تاریکی چھائی ہوئی ہے روم و فارس جیسی عظیم الشان سلطنتین طرح طرح کے مظالم اور قسم قسم کے دینی و دنیوی مفاسد کی مرجع اور منبع بنی ہوئی ہین پھر اُسکی نظر عرب کی سرزمین پر جائے گی۔ جسکی خاک پاک سے خدا کا بھیجا ہوا رسول پیدا ہوا وہ دیکھے گا کہ عرب ایک ایسا ریگستانی اور خشک ملک ہی جہان نیچر نے کوئی ایسا سامان ہی نہین پیدا کیا جس سے انسانی خیالات کی ترقی مین کچھ مدد مل سکے ؎

زمین سنگلاخ اور ہوا آتش افشان	لوٗون کی لپٹ بادِ صرصر کے طوفان
سراب اور ٹیلے پہاڑ اور بیابان	کھجورون کے جھُنڈ اور خارِ مغیلان

نہ کھیتون مین غلہ نہ جنگل مین کھیتی | عرب اور کل کائنات اُسکی یہ تھی

جو قوم اُسمین آباد ہے وہ ایسی خانہ بدوش قوم ہے جو بہت سے قبیلو نمین منقسم ہے اور طرح طرح کی سیاہکاریون اور بُت پرستیون مین مبتلا ہے جیسا بنجر ویران ملک ہے ویسے ہی اُسکے باشندے دل اُنکے ایسے سخت جیسے پتھر کی چٹا نین مزاج اُنکے ایسے گرم جیسے باد سموم تند خوئی مین آتش سوزان جنگجوئی مین شیر نیستان شرک و کفر وہم وضلالت سے معمور محبت واتفاق سے ہزارون کوس دور میخواری وقماربازی مین مشہور خونریزی وغارتگری مین سفاک حرام کاری وبیحیائی مین بیباک بُت پرستون سے سارا ملک بھرا پڑا ہے اور بُت پرستی آتش پرستی اور کواکب پرستی وغیرہ کا سارے عرب مین چرچا ہے خانۂ کعبہ مین تین سو ساٹھ بُت رکھے ہین جسمین حضرت مریمؑ اور حضرت عیسیٰؑ کی بھی مورتین شامل ہین ہر ایک قبیلہ کا معبود علٰحدہ اور اُنکا سردار قبیلہ جدا ہے جسکو شیخ کہتے ہین اور اِن سب شیوخ پر ایک شیخ قوم بظاہر حکمران ہے جسکی رائے پر اکثر جنگ وصلح کے فیصلے عمل مین آتے ہین مگر روزمرہ کے معاملات مین ہر شخص خود مختار ہے نہ کوئی آئین ضابطہ ہے نہ قانون لڑکیونکو اسلیے زندہ دفن کردیا جاتا ہے کہ اُنکو ساتھ کھانا کھلانا نہ پڑے شگون اور ٹوٹکون پر مدار عمل ہے چند مخصوص اوصاف جن پر اُس قوم کو بڑا ناز ہے وہ دلیری جفاکشی عزت نفس اور آزادی ہے جو عرب کا خاص ترکہ سمجھا جاتا ہے۔ اُنکے نزدیک کسی خاص مقام پر مسکن بنانا گویا غلامی کا طوق گلے مین پہننا ہے اسیطرح کوئی جائداد غیر منقولہ

پیدا کرنا گویا آزادی کو فروخت کر ڈالنا ہے عرب کا مشہور قول ہے۔

اذا کنت فی غیر قومک فلا تنس نصیبک من الذل	جب تو کسی غیر قوم کا ہمسایہ ہو تو ذلت کو نہ بھول۔

اسی طرح اُنکے نزدیک جو علوم سرمایۂ ناز ہین وہ یہ ہین۔ زباندانی شعروشاعری علم الانساب علم ایام العرب آزادی کے جوش اور رگ وریشہ کی مضبوطی نے اُنکو خانہ جنگیون کا دلدادہ بنا رکھا ہے ذرا ذرا سی بات پر برسون نسل درنسل لڑائی جاری رہنا ایک معمولی بات ہی بکر وتغلب مین بارہ برس جنگ قائم رہی اسیطرح اوس و خزرج کی مشہور جنگ جسکا نام حرب بعاث ہی آنحضرت صلعم کے زمانۂ ظہور تک جاری رہی فصاحت وزباندانی اور شعروشاعری کے بڑھے ہوے ذوق وشوق نے اُنکے دماغ کو ملاء اعلےٰ پر پہونچا دیا ہے وہ اپنے مقابل مین ساری دُنیا کو عجم کے نام سے پکارتے ہین یعنی گونگا بازار عکاظ شعرا کا دنگل ہے اور خانۂ کعبہ کا در اُنکے فخر ومباہات کا انتہائی مقام جسکا کلام باعتبار فصاحت وبلاغت اعلےٰ درجے کا مسلم مانا جاتا ہے وہ درِکعبہ پر آویزان کیا جاتا ہے غرض جسطرف نظر جاتی ہے خود پرستی اور تاریکی ہی تاریکی نظر آتی ہے ناگہان خداے تعالیٰ کا جوش رحمت اس گمراہ قوم کی سیاہکاریون اور عام اقوام دُنیا کی تباہ کاریون پر غالب آتا ہے اور ایک یتیم بن باپ کا بچہ جسنے نہ کبھی اپنی مان کے کنار عاطفت کا مزا چکھا نہ باپ کی محبت وتربیت کا لطف اُٹھایا نہ تمدنی دُنیا کے طور وطریقون سے واقف ہوا

نہ کسی مکتب و دار العلوم مین اُسنے اساتذۂ فن کے سامنے زانوے ادب تہ کیا اور جب سن تمیز کو پہونچا تو سواے چند اونٹ چرانے والون کے غول کے جو آپس کے کشت و خون مین شب و روز مصروف ہین اور کچھ نہ دکھا اور نہ بجز لات و منات و نائلہ و عزاے وغیرہ بتون کی پکار کے کوئی دوسری آواز اُسکے کان پر پڑی مگر جب بولا تو یہی بولا۔

افرایتم اللات والعزی ومنات الثالثۃ الاخری الکم الذکر وله الانثی تلک اذا قسمة ضیزی۔	(مشرکو) بھلا تمنے لات اور عزّیٰ اور وہ جو (ایک) تیسری (دیوی) اور ہی منات ان (بتونکے حال) پر بھی نظر کی (کہ انہین کچھ بھی قدرت ہی) (کیون جی) کیا تم لوگونکے لیے بیٹے اور خدا کیلیے بیٹیان؟ اگر ایسا ہو تو یہ بڑی ہی نامنصفانہ تقسیم ہے۔

اور سمجھا تو یہی سمجھا کہ ہاے میری قوم اور تمام دُنیا کس گمراہی اور تباہی مین مبتلا ہے۔

ظھر الفساد فی البرّ والبحر	تمام بحر و بر مین فساد پھیل چکا ہے۔

یہی یتیم بچہ خدا کا پیغمبر اور عالمِ فطرت کا رازدار بنکر خدا کا پیام مخلوق کے پاس لیکر آیا اور بچپن سے امین العرب کے ہر دلعزیز خطاب سے مخاطب ہوا اُسنے اپنی گمراہ قوم اور تمام بنی نوع انسان کو ایک پُرزور آواز کے ساتھ خطاب کرکے کہا کہ اے لوگون ان معبودان باطل کی پرستش سے جنکو خود تمنے یہ منصب دے رکھا ہی مُنھ موڑو۔

ما ھذہ التماثیل التی انتم لھا عاکفون۔	(یہ) مورتین جن (کی پرستش) پر تم جمے بیٹھے ہو یہ ہین کیا چیز۔

اور جن بدکردار لوگون کو تمنے قابل ادب و احترام سمجھ رکھا ہے اُنکی غلامی کا طوق اپنے گلے سے اُتار پھینکو۔

اِنَّ اکرمکم عند اللہ اتقٰکم ۔	اللہ کے نزدیک تم مین بڑا شریف وہی ہے جو تم مین بڑا پرہیزگار ہے

جو قبیلہ بندی تمنے کر رکھی ہے وہ خلاف اصول فطرت ہے۔

الخلق عیال اللہ	مخلوق خدا کی عیال ہے۔

تم سب ایک روحانی خدا کے ساتھ ایک رشتہ رکھتے ہو۔ اور تم مین جو ایمان والے ہین وہ سب آپسمین ایک دوسرے کے بھائی ہین۔

کل مومن اخوۃ	تمام مسلمان آپس مین بھائی بھائی ہین۔

آپس مین یہ اخوتِ اسلامی تمھارے ایمان کا ایک جزو اعظم ہے۔

لا تدخلون الجنۃ حتی تومنوا و لا تومنوا حتی تحابوا	تم جنت مین داخل نہوگے جب تک کہ ایمان نہ لاؤ اور تم ایماندار نہوگے جب تک کہ آپسمین محبت نہ رکھو۔

رسوم آبائی کی اندھا دُھندی تقلید سے بچو۔

او لو کان اباءھم لا یعقلون شیئا و لا یھتدون ۔	بھلا اگر انکے باپ دادے کچھ بھی نہ سمجھتے اور نہ راہ راست پر چلتے رہے ہون تو بھی (وہ اُنھین کی پیروی کیے چلے جائینگے)

توہمات کی سیاہی دل سے دھو ڈالو۔

انّ الظنّ لا یغنی من الحق شیئا	انکل کا حال یہ ہے کہ وہ توحق (بات) کے سامنے کچھ بکار آمد نہین

ظلم و زیادتی سے دور رہو۔

اِنَّ اللّٰہ لا یحب المعتدین	اللہ دوست نہین رکھتا زیادتی کرنے والونکو۔

ہاتھ پاؤن توڑ کر بیٹھنے کو نیکی اور عبادت نہ سمجھو۔ وَرُھْبَانِیَۃَ اِبْتَدَعُوْھَا مَاکَتَبْنَاھَا عَلَیْھِمْ اور دنیا کا چھوڑ بیٹھنا جسکو اُنھون نے ازخود ایجاد کیا تھا ہمنے اُنپر وہ فرض نہین کیا تھا۔ یہ سب تمھارے اپنے ایجاد کیے ہوے خیالات ہین جنکو غلطی سے تمنے دین و مذہب بنا رکھا ہے۔

اوھن البیوت بیت العنکبوت	گھرونمیں بودے سے بودا مکڑی کا گھر ہے۔

دنیا مین اگر کوئی سچا دین و مذہب ہوسکتا ہے تو وہ صرف فطرت آلٰہی سے ہے جیسا کہ تمھارے خدا نے فرمایا۔

فطرۃ اللّٰہ التی فطر الناس علیھا لا تبدیل لخلق اللّٰہ	خدا کی فطرت جسپر خدا نے لوگونکو پیدا کیا ہی اُسمین تغیر و تبدل نہین۔

فطرت آلٰہی کے قوانین مین کبھی رد و بدل نہین ہوسکتا۔

لن تجد لِسُنَّۃِ اللّٰہ تبدیلا	خدا کی سُنّت مین تو تغیر و تبدل نہ پاویگا۔

اِس لیے ہر انسان پر لازم ہی کہ وہ تمام کائنات اور اُسکے قوانین طبعی پر غور و خوض کرنے کی عادت ڈالے۔

تفکروا فی خلق السمٰوات والارض	غور و فکر کیا کرو خدا کے پیدا کیے ہوے آسمانون اور زمین مین۔

اور سُن رکھو کہ اگر دُنیا مین کوئی شے قابل پرستش ہی تو وہ صرف ایک ذات ہی جسکا ماننا ہر انسان کی فطرت مین داخل ہے۔

کل مولود یولد علی الفطرۃ	جو بچہ پیدا ہوتا ہی وہ فطرت پر پیدا ہوتا ہی۔

اُسکا یقین دلون کے پردون اور خیالون کی تہون مین ہر وقت چھپا ہوا ہے گو وہ اپنی ذات سے پوشیدہ ہے اور کسی حواس کے ذریعے سے محسوس نہین ہو سکتا۔

لا یدرکہ الابصار	اُسکو آنکھین دریافت نہین کر سکتین۔

مگر اپنے آثار و صفات کے اعتبار سے ظاہر ہے۔

اللہ نور السمٰوات والارض	اللہ روشنی ہے آسمانون کی اور زمین کی۔
لیس کمثلہ شئ	اُسکے مثل کوئی شے نہین۔

یاد رکھو کہ تمام عالم کائنات اور جو کچھ اُسمین نباتات جمادات و حیوانات ہین سب خدا کی عبادت مین لگے ہوئے ہین یعنی جس غرض کے لئے وہ بنائے گئے ہین اُس غرض کو وہ پورا کرتے ہین۔

یسبح للہ ما فی السمٰوٰت و ما فی الارض	خدا کی پاکی بیان کرتے ہین جو کچھ آسمانون
والشمس والقمر یسجدان	مین ہے اور جو کچھ زمین مین ہے۔

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کارند	تا تو نانے بکف آری و بغفلت نہ خوری

اسی طرح انسان کا بھی فرض منصبی یہی ہے کہ وہ اپنی روح کو خدائے واحد کے نور یقین سے جو فطرت نے اُسکے دلمین امانت رکھا ہے روشن کرے۔

قل ھو اللہ احد	کہو وہی اللہ ایک ہے۔

اور اپنے اقوائے ظاہری و باطنی کو جس خاص غرض و مقصد کے لئے وہ انسانونکو فطرت سے ملے ہین اُنکو اُس مقصد اور غرض کی تکمیل مین لگائے رکھے۔

وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون۔	اور ہمنے جنون اور آدمیون کو اسی غرض سے پیدا کیا ہے کہ ہماری عبادت کرین۔

یہی اصلی عبادت ہو اور نماز و ذکر آلہی وغیرہ چونکہ اِس اصلی عبادت کی بقا و حفاظت کی ظاہری صورتین ہین لہذا وہ بھی مثل اصلی عبادت کے فرائض انسانی مین داخل ہین

بنی الاسلام علے خمس	اسلام کی بنیاد پانچ چیزون پر رکھی گئی ہے۔

اِن فطری فرائض کے ادا کرنے مین اور انسانیت مین ہم تم دونون برابر ہین ایک کو دوسرے پر کوئی برتری نہین فرق ہے تو صرف اسقدر کہ مین مثل تمھارے ایک انسان بھی ہون اور خدا کا بھیجا ہوا پیغمبر بھی۔

انما انا بشر مثلکم یوحی الیّ انما الٰھکم الٰہ واحد	مین (بھی تو) تم جیسا ایک بشر ہی ہون (مجھ مین تم مین صرف اتنا فرق ہو کہ) میرے پاس (خدا کیطرف سے) یہ وحی آتی ہو کہ تمھارا معبود وہی (اکیلا) ایک معبود ہو۔

پس تم سب پر فرض ہے کہ اپنے خدا کی اطاعت پر صدق دلی کے ساتھ کمر بستہ رہو اور چونکہ مین اُسی خدا کے احکام پہونچانے پر مامور ہون اِسلیے میری اطاعت سے سرتابی نکرو۔

یا ایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول۔	مسلمانو! اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو۔

غرض اِس سچی پُر تاثیر خدائی آواز نے تمام قوم کو غفلت کی گہری نیند سے جگایا اور اُنکے مردہ دلون مین ایک نئی روح پھونکدی اور ساری دُنیا مین ایک عظیم انقلاب برپا کردیا۔

گویا بالکل کایا پلٹ دی جو دل شرک وکفر کے میل کچیل سے گندے ہو رہے تھے وہ توحید کے باران رحمت سے دُھل دُھلا کر ایسے پاک وصاف ہو گئے جیسے سفید اُجلا کپڑا جو خیالات او ہام پرستی کی بدولت طرح طرح کے گناہون اور بداعمالیون سے تیرہ وتار ہو گئے تھے وہ نور فطرت کی صیقل سے جلا پاکر کندن کیطرح جگمگا اُٹھے جو طبیعتین جاہلیت کے جوش مین تعصب وغرور نفاق وکینہ رشک وحسد کی بیماریون مین مبتلا ہو کر بسترِ مرگ پر پڑی کراہ رہی تھین وہ نسخۂ اخوت اسلامی اور اتحاد ایمانی سے شفایاب ہو کر زبردست وطاقتور ہو گئین اور اُنھون نے ایک نئی زندگی مین قدم رکھا۔ اللہ اللہ یہ ایک یتیم بچے کی پکار تھی یا روح القدس کی آواز جسنے دفعتًا واحدۃً دُنیا کا قلب ماہیت کر دیا یہ ایک اُمّی شخص کا کلام تھا یا صور اسرافیل جسنے عرب وعجم کا تختہ اُلٹ دیا اور تمام کرۂ ارض مین زلزلہ ڈالدیا ہزارون برس کے مردے جی اُٹھے بڑے بڑے سرکش منکرون کی گردنین جلال خداوندی کے سامنے خم ہو گئین سیکڑون راہِ راست سے بھٹکے ہوئے منزل مقصود پر پہونچگئے مشرک موحد ہو گئے وحشی مزاج لوگ تہذیب و شائستگی کے بانی اور نئی تمدن کے موجد بنگئے جاہل عالم اور نادان حکیم ہو گئے زہد وپرہیزگاری نیکی وپاکبازی حق بینی وحق پرستی اُنکا شعار قومی ہو گئی زمانۂ جاہلیت کی رسمین بیخ وبُن سے اُکھڑ گئین خاندانی نزاعین اور پشتینی عداوتین میل ملاپ اور سچی محبتون سے بدل گئین روحانی اور اخلاقی بُرائیان دلون سے ایسی دُور ہو گئین جیسے رات کی تاریکی طلوع آفتاب سے دل جو سیہ کاریون کا گھر بنگیا تھا وہ کینہ و

حسد رشک و عداوت ظلم و زیادتی سے ایسا پاک ہو گیا تھا جیسے بتون سے کعبہ دشمن ایسے دوست بنگئے کہ گویا ایک جان دو قالب ہین غیر ایسے یگانے ہو گئے جیسے کوئی قریبی رشتہ دار یہ حیرت انگیز تصرف یہ بے نظیر دلونکی تسخیر یہ تعجب خیز قوم کے حالات کی تبدیلی یہ بے مثل ملکی اخلاق و تمدن کا انقلاب جو آجتک نہ کسی بڑے سے بڑے شہنشاہ سے وقوع مین آیا نہ کسی بڑے سے بڑے فلاسفر اور مقنن سے صدور مین آیا بلکہ سچ پوچھو تو آجتک اُسکی مثال انبیار ماسبق مین سے کسی بڑے اولوالعزم پیغمبر کے زمانے مین بھی نہین ملسکتی تو پھر کیا یہ کسی معمولی انسان کا کام تھا نہین ہرگز نہین ان سب حالات پر مطلع ہونے کے بعد تو ملحد سے ملحد شخص کو بھی دل سے یقین کرنا پڑیگا کہ بیشک ایسا شخص موید من اللہ اور واجب الاتباع ہی گو وہ بظاہر اُسکو پیغمبر نہ مانے مگر ایک دانشمند مقنن اور حکیم کے درجے سے اُسکا بلند درجہ مجبوراً اُسکو قبول کرنا پڑیگا اور یہ ظاہر ہے کہ وہ بلند درجہ بجز نبوت و رسالت اور کیا ہو سکتا ہے۔

فقولوا نشهد ان لا اله الا الله و نشهد ان محمدًا عبده ورسوله	پس کہو کہ ہم گواہی دیتے ہین کہ نہین کوئی معبود مگر اللہ اور گواہی دیتے ہین کہ محمد اُسکے بندے اور اُسکے پیغام پہونچانیوالے ہین۔

اب اسلام کی دوسری حجت یعنی قرآن مجید پر غور کرو جو آنحضرت صلعم کے اتباع کے فرض ہونے پر مطابق عقل و فطرت ایک دلیل قاطع ہے جسطرح فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے کوئی انسانی تصنیف و تالیف اُسکا مقابلہ نہین کر سکتی اُسی طرح

اُسکی روشن ہدایتون اور پُرمغز حکمتون کے اعتبار سے دُنیا کی کوئی کتاب راہنمائی ہین اُسکی ہمسری کا دعوی نہین کر سکتی جسطرح قرآن مجید کے معانی وحی منزل من اللہ ہین اُسیطرح اُسکا ایک ایک لفظ کلام الٓہی اور وحی متلو ہے اگر ایک بڑے سے بڑا ملحد تعصب چھوڑکر قرآن مجید کو بغور پڑھے اور اُسکی فصاحت وبلاغتِ الفاظ کو سمجھے اور اُسکی پاک ہدایتون اور پُرمغز حکمتون مین خوض کرے اور پھر وہ بڑے سے بڑے کسی دانشمند یا کسی حکیم یا کسی فلسفی کی کتاب سے اُسکا مقابلہ کرے اور دیکھے کہ وہ کتاب بلحاظ عبارت اور خوبی مضامین قرآن مجید کی برابری کر سکتی ہے تو لا محالا اُسکو اقرار کرنا پڑیگا کہ ہرگز مقابلہ نہین کر سکتی اُس سے بہتر ہونا تو محال ہے دُنیا مین ہزارون فاضل ادیب اور قادر الکلام لوگ ایسے گزرے ہین جنھون نے اپنی فصاحت وبلاغت اور طلاقت لسانی کا نقش بنی نوع انسان کے دلون پر بٹھادیا ہے اور اُنکے غلغلۂ شہرت نے ایک عالم کو اپنا معتقد اور شیفتہ بنا رکھا ہے مگر کیا کوئی بتا سکتا ہو کہ سوائے رزم وبزم مدح وذم وصف حُسن وجمال اور خط وخال وغیرہ کے خیالی فسانون کے کسی نے الہامی معارف اور انسان کے دل کو پاک کرنے والی باتین آجتک اِس پرتاثیر اور دلاویز حُسن بیان کے ساتھ دُنیا کے سامنے پیش کی ہین یا ایسی جامع کامل ہدایتین جو زمانہ کی روزافزون ترقی کے ساتھ ہمیشہ بنی نوع انسان کی راہنمائی کرتی رہین اِس خوش اسلوبی کے ساتھ آجتک کسی نے بیان کی ہین نہین ہرگز نہین۔

فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ اعدت للکافرین۔

پس اگر (اتنی بات بھی) نہ کرسکو اور ہرگز نہ کرسکوگے تو (دوزخ کی) آگ سے ڈرو جسکے ایندھن آدمی اور پتھر ہونگے (اور وہ) منکرونکے لیے (دہکی دہکائی) تیار ہے۔

بڑے بڑے نامور مصنفین مین سے آجتک کوئی شخص ایسا ہوا ہے جسنے باواز بلند دُنیا کو مخاطب کرکے اپنے کلام کے بیمثل ہونے کا دعویٰ کیا ہو اور پھر ایسے ملک مین جہان زبان آوری اور فصاحت و بلاغت کا کمال انتہائی درجہ پر پہونچگیا ہو اور اُسی فن کے ہزارون اہل کمال موجود ہون اور پھر کوئی دوسرا شخص اُسکے مقابلہ اور معارضہ کے لیے کھڑا نہ ہوا ہو نہین کبھی نہین برخلاف قرآن مجید کے جسنے پکار پکار کر لوگونکو اُسکے مثل کلام بنالانے پر مدعیانہ اُبھارا۔

ان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ وادعوا شھداءکم من دون اللہ ان کنتم صادقین

اور وہ جو ہمنے اپنے بندے (محمد) پر (قرآن) اُتارا ہو اگر تمکو اُسمین شک ہو (اور یہ سمجھتے ہو کہ یہ کتاب خدا کی نہین بلکہ آدمی کی بنائی ہوئی ہے) اور (اپنے دعویٰ مین) سچے ہو تو اسکی جیسی ایک سورت (تم بھی بنا) لاؤ اور اللہ کے سوا اپنے حمایتیونکو بھی بلالو

پھر خود ہی اُسکا قطعی فیصلہ بھی لوگون کو سُنادیا۔

لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل ھذا القرآن لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا

اگر آدمی اور جنات جمع (ہوکر اس بات پر آمادہ) ہون کہ اس قرآن کیطرح کا (اور کلام) بنا لائین تاہم اس جیسا نہین (بنا) لاسکتے اگرچہ انمین سے ایک کی پشتی پر ایک (کیون نہ) ہو

اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز بات یہ ہی کہ ایسی بیمثل کتاب جو خدا کیطرف سے اور اس پُرزور دعوے کے ساتھ دُنیا کے روبرو پیش کی گئی اُسکا پیش کرنے والا کون ایک یتیم بچہ جو بچپن سے ایک اُجڈ گمراہ قوم مین رہا اُنھین وحشیون مین تربیت پائی اُنھین جاہلون مین عمر بسر کی جب پھر چالیس برس کی عمر کو پہونچا تو اُسنے خدا کیطرف سے ایک ایسا بیمثل ولاجواب کلام پیش کیا جسکی شیرینی بیان فصاحت زبان بلاغت معانی دیکھکر عرب کے تمام فصحا اور بلغا چلّا اُٹھے کہ

اِنْ ھٰذَا اِلَّا سِحْرٌ مُّبِین	یہ تو ایک کھُلا ہوا جادو ہے۔

اُسکی روشن ہدایتین اور پُر معنی حکمتون کو پڑھکر دُنیا بول اُٹھی کہ

انہ لذکری ورحمۃ للمؤمنین	بیشک یہ ہدایت اور رحمت ہی واسطے مسلمانونکے۔

یتیمے کہ ناکردہ قرآن درست	کتب خانۂ چند ملت بشست

کیا اِن سب واقعات کو پڑھکر اور اُنمین غور کرنے کے بعد بھی کوئی شخص محمد رسول اللہ صلعم کی متابعت کو خلاف عقل و فطرت کہہ سکتا ہے اور ایسے شخص کو جو قرآن مجید کے آگے سر خم نہ کرے کامل الایمان یقین کر سکتا ہے۔ نہین ہرگز نہین بہرحال متابعت رسول کے جزو ایمان ہونے مین تو از روے عقل و فطرت کوئی کلام نہین ہو سکتا رہی دوسری بات یعنی نجات کا متابعت رسول پر منحصر ہونا اسپر قدیم سے لوگ بحث کرتے چلے آئے ہین۔ اور خلود فی النار یعنی ہمیشہ دوزخ مین رہنے کے مسئلہ پر بہت کچھ لکھا گیا ہے لیکن اصل یہ ہے کہ اِس قسم کے تمام

شبہات فطرت انسانی کے مختلف درجات اور ایمان و نجات کی باہمی نسبت اور فرق مراتب پر غور کرنیسے دلمین پیدا ہوتے ہین حقیقت حال یہ ہی کہ خدا کے ماننے پر تمام آدمی خواہ وحشی ہون یا شہری جاہل ہون یا عالم شائستہ ہون یا ناشائستہ فطرتاً مجبور ہین اسی کو اصطلاح شرعین اسطرح تعبیر کیا کرتے ہین کہ خدا نے تمام جن و انس کو اس بات پر مکلف کیا ہی کہ وہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پر ایمان لائین مشرک سے مشرک اور ملحد سے ملحد لوگ بھی اُس ذات واحد بیچون بیچگون کا اقرار کرتے ہین مثلاً اگر اُنسے یہ پوچھا جاوے کہ آسمان و زمین کو کسنے پیدا کیا تو بے اختیار کہہ اُٹھین گے کہ اللہ نے خصوصاً خوف و حاجت کیوقت اُس ذات واحد کا اقرار اور بھی علانیہ طور پر اُن سے ظہور مین آتا ہی جیسا کہ خدا نے فرمایا ہی۔

وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّہٗ مُنِیْبًا اِلَیْہِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَہٗ نِعْمَۃً مِّنْہُ نَسِیَ مَا کَانَ یَدْعُوْا اِلَیْہِ مِنْ قَبْلُ — اور جب آدمی کو کوئی تکلیف پہنچتی ہی تو اپنے پروردگار کی طرف رجوع ہو کر اُسکو پکارتا ہی پھر (خدا) اپنی طرفسے اُسکو کوئی نعمت عطا فرماتا ہی تو جس (مطلب) کیلئے اُسنے پہلے (خدا کو) پکارا تھا اُسکو بھلا دیتا ہی۔

پس یہ اقرار وحدانیت اُسوقت تک بالکل ناقص اور غیر کافی ہی جبتک کہ ہم ذات باری تعالی پر اور اُسکے تمام صفات کمال پر دلسے یقین نہ لائین اور اُسیکو مستحق عبادت نہ سمجھین کیونکہ اس یقین لانے اور سمجھنے پر بھی ہم شرعاً اور فطرتاً اُسیطرح مکلف ہین جسطرح اُس لامعلوم وجود پاک کے اقرار پر اور جس سبب سے ہم مکلف ہین وہ سبب تکلیف خود ہماری فطرت مین موجود ہی جسکو حکماء کی اصطلاح مین قوت مدرکہ کے نام سے تعبیر کرتے ہین یہ قوت تمام بنی آدم مین کم و بیش موجود ہی لیکن سب مین یکسان نہین ہی اسلیئے یقین کے مراتب اور مکلف ہونیکے درجات بھی مختلف ہین اور اُنھین مراتب و درجات کے لحاظ سے آدمیون کی بھی اقسام ہوگئی ہین ایک گروہ اُنمین ایسا ہی جو خدا کے

لامعلوم وجود کے خیال کے سوا نہ کچھ سمجھتا ہے نہ سمجھ سکتا ہو اور اسی لیے وہ اپنوںمین سے کسی بڑے آدمی کی پیروی بغیر اپنے اجتہاد اور سمجھ کے کرتا ہے اور ایسا کرنے پر وہ فطرتاً مجبور ہے کچھ شک نہین کہ ایسا گروہ مستحق نجات ہو اور انشاء اللہ تعالے خدا کی رحمت اُس گروہ کے شامل حال ہوگی۔ دوسرے گروہ مین وہ لوگ داخل ہین جو خود اپنی سمجھ اور اجتہاد سے ذات باری کی معرفت حاصل نہین کر سکتے مگر اُنمین فطرتاً ایسی قوت مدرکہ موجود ہے کہ وہ دوسرے آدمی کے سمجھانے سے ذات باری کی معرفت کو بقدر اپنے فہم و استعداد کے حاصل کر سکتے ہین اور مختلف الراے لوگونکی رایون کو جو ذات باری کی نسبت وہ رکھتی ہون سمجھنے اور تمیز کرنے کے قابل ہوتے ہین یہ یاد رہے کہ اِس قسم کے لوگونمین اکثر اوقات یہ قوت مدرکہ خارجی اسباب سے مغلوب ہو کر دب جایا کرتی ہے مثلاً کسی فرقہ مین پیدا ہونے اور اُنمین پرورش پانے اور ابتدائی عمر سے اُنھین کے خیالات کو سچے جاننے اور ماننے اور اشخاص خاص کی بزرگی و عظمت کا اعتقاد دل مین بیٹھ جانے سے اِس قوت مین بہت کچھ ضعف اور نقص آجاتا ہو مگر باینہمہ وہ قوت معدوم نہین ہوتی یہ گروہ بھی بلاشبہہ مستحق نجات ہو اور انشاء اللہ تعالیٰ رحمت الٰہی مین شامل ہوگا بشرطیکہ کوئی شخص اُنمین ایسا پیدا نہوا ہو جو ذات باری کی معرفت کی تعلیم اُنکو دے لیکن یہ بات کسی طرح تسلیم نہین کیجا سکتی کہ ایسے گروہ مین کوئی راہ بتانے والا اور پیغمبر نہ گزرا ہو جب کہ خدا نے اُنکو مکلف کیا ہو اور اُنکو ایسی فطرت عطا کی ہو کہ وہ بغیر کسی کے سمجھائے

اُسکے پاک لامعلوم وجود پر ایمان نہین لاسکتے اور اُسکی معرفت حاصل نہین کرسکتے
توضرور ہی کہ اُنہین کوئی ہادی اور پیغمبر بھی خدا کی طرف سے آیا ہوا ور اُس پیغمبر کی
وفات کے بعد خاص خاص وقتون مین اُس پیغمبر کی تعلیم کو یاد دلانے والی بھی اُس
گروہ مین پیدا ہوتی رہی ہون جیسا کہ قرآن مجید مین خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے۔
لکل قوم ھاد ہر قوم کے لیے ایک راہنما ہی وما من قریۃ الاخلا فیھا
نذیر کوئی قریہ ایسا نہین جسمین کوئی پیغمبر نہ گزرا ہو تاریخی تحقیقات سے بھی اسکا
کافی ثبوت ملتا ہی کہ ہر قوم اور ہر ملک مین کوئی نہ کوئی رفارمر اور پیغمبر ضرور ایسا گزرا
ہی جسکی تعلیم کی بنیاد ذات باری کی وحدانیت پر رکھی گئی تھی گو بعد مین اُس ملک
یا اُس قوم کے لوگون نے ذات باری کو چھوڑ کر غیر خدا کی پرستش اختیار کر لی ہوا ور
مصنوع کو صانع کا درجہ بخشا ہو جو شرک حقیقی کے لوازم ذاتی مین داخل ہی ایسے گروہ
کو خدا کی رحمت مین گو وہ بے انتہا وسیع اور لامحدود ہے شامل نہین کیا جا سکتا نہ
مستحق نجات کہا جا سکتا ہی اسی کا نام کفر مطلق ہوا ور اسی کے متعلق خلود
فی النار کی وعید قرآن مجید مین آئی ہی۔ اسی گروہ مین وہ لوگ بھی شامل ہین
جنکی قوت مدرکہ کو بچپن سے مخالف تعلیم و تربیت اور آبائی تقلید نے ایسے رنگ
مین رنگ دیا ہی جو ایمان باللہ اور اُسکی توحید فی الصفات اور توحید فی العبادۃ کے
بالکل برخلاف ہی اور اُسکے سبب سے سچے رفارمر اور برحق پیغمبر کی تعلیم اُن لوگون کے
دلون مین نہین سماتی یا سماتی تو ہی لیکن مانی نہین جاتی یا اُسکے سمجھنے کی اور جو سمجھتے ہین

اُنکو اُسکے بوجھنے کی طرف توجہ نہین ہوتی اس قسم کے لوگون مین بھی وہ قوت مدرکہ کمزور اور بیکار ضرور ہوجاتی ہی مگر معدوم نہین ہوتی پس یہ گروہ بھی خدا کی رحمت مین باوجود اُسکے بے انتہا وسیع ہونے کے داخل نہین کیا جاسکتا نہ مستحق نجات کہا جاسکتا ہی چونکہ انسانون مین اِن دو قسم کے گروہ کثرت سے ہر زمانے مین پائے جاتے ہین اور اُنمین ہدایت قبول کرنے کی استعداد یعنی قوت مدرکہ بھی فطرتاً موجود ہے اسی لیے وحی آلٰہی اور ہدایات مذہبی کے مخاطب صحیح یہ ہی دونون گروہ ہین تیسرا گروہ ایک اور ہی جو نہایت قلیل ہی یہ گروہ اپنی فہم و عقل واجتہاد سے خدا کے پاک لامعلوم وجود کی معرفت مین حصہ لے سکتا ہے اُنمین کوئی تو منزل مقصود تک پہونچ جاتا ہے کوئی راستے ہی مین رہ جاتا ہے اور کوئی راستہ بھول جاتا ہی لیکن اِن دو پچھلے گم کردہ راہ لوگونمین بھی وہ قوتِ مدرکہ ضرور موجود ہوتی ہے جسکے ذریعے سے وہ اُس خدارسیدہ گروہ کی تعلیم و ہدایت کو سمجھ سکین اور اپنے خیالات سے اُس گروہ کے خیالات کا مقابلہ کرسکین مگر ایسا نہ کرنے سے وہ دو پچھلے گم کردہ راہ لوگ خود اپنے کو خدا کی رحمت سے دور کرتے ہین اور اُسکی مغفرت سے محروم رہتے ہین مگر ہان وہ پہلا خدارسیدہ گروہ خدا کے دریاے رحمت مین مستغرق ہوتا ہی ایسے گروہ کے اعلےٰ ترین وہ لوگ ہین جنکو فہم و عقل واجتہاد کے علاوہ قدرت سے وہ عجیب چیز ملتی ہی جسکو ملکۂ نبوت کہتے ہین جنکو یہ ملکۂ نبوت عطا ہوتا ہی وہ خدا کے برگزیدہ پیغمبر ہوتے ہین انھین کے سرخیل ختم المرسلین محمد مصطفیٰ ؐ (فداک ابی و امی)

یاہین اِن نفوس قدسیہ کے انکار کا نام کفر شرعی ہی گو اُسکے ساتھ خلود فی النار
مشروط نہو مگر از روے اُصولِ فطرت اور نظامِ تمدن کوئی شک نہین کہ ذات باری
کے یقین کے بعد اقرار رسالت کا درجہ ہے اور اِس اعتبار سے اَشْہَدُ اَن
لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کے ساتھ اَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰہ کہنا اقتضاء
فطرت کے بالکل مطابق اور نظامِ تمدن کا ایک ضروری رکن ہے۔

عالمِ آخرت

سوال۔ اسلام نے اِسکے بعد اور کن چیزون کی تعلیم دی ہے؟

جواب۔ اسلام نے اقرار توحید اور رسالت کے بعد عالم آخرت کا یقین
دلایا ہے خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ ۚ وَبِالْاٰخِرَۃِ هُمْ یُوْقِنُوْنَ۔ اُولٰٓئِکَ عَلٰی هُدًی مِّنْ رَّبِّهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔

اور (اے پیغمبر) جو (کتاب) تمپر اُتری اور جو تمسے پہلے اُترین اُن (سب) پر ایمان لاتے اور وہ آخرت کا بھی یقین رکھتے ہین یہی لوگ اپنے پروردگار کے سیدھے راستے پر ہین اور یہی (آخرت مین من مانی) مراد پائین گے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰی وَالصّٰبِئِیْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ

بیشک مسلمان اور یہودی اور عیسائی اور صابی اُنمین سے جو لوگ اللہ پر اور روز آخرت پر ایمان لائے اور

وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۔	اچھے کام کرتے رہے تو اُنکو اُنکے (کئے) کا اجر اُنکے پروردگار کے یہان ملیگا اور اُنپر نہ (کسی قسم کا) خوف (طاری) ہوگا اور نہ وہ (کسیطرح) آزردہ خاطر ہونگے

اِس آیت کا شان نزول یہ ہی کہ یہود چونکہ پیغمبرون کی نسل سے تھے اِسلیے وہ زیادہ تر اپنی خصوصیت خدا کے ساتھ جتایا کرتے تھے کبھی کہتے تھے نَحْنُ اَبْنَاءُ اللّٰهِ وَاَحِبَّاءُهٗ کہ ہم خدا کے فرزند اور اُسکے چہیتے ہین کبھی کہا کرتے تھے لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّا اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً ہمکو گنتی کے چند روز کے سوا دوزخ کی آگ چھو بھی نہ سکے گی کبھی ظاہر کرتے کہ لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا یہودیون کے سوا کوئی جنت مین داخل ہی نہوگا اللہ تعالے نے اُنکے اِس دعوے کو غلط ٹھہرایا اور صاف فرمادیا کہ کسی فرقے کی تخصیص نہین خصوصیت اگر ہی تو ایمان کی ہے اور نیک کام کرنیکی جسپر تمام شریعتون کا اتفاق ہی جبتک حضرت موسیٰ کی شریعت جاری رہی یہود خدا کے نزدیک مقبول تھے پھر نصاریٰ اب مسلمان اِنمین سے جو خدا اور آخرت پر ایمان لایا اُسنے ثواب پایا اِسی طرح صابئی فرقے کا حال ہی جو فلسفیانہ عقیدے رکھتا تھا بعض اُنمین موحد تھے اور بعضے مشرک غرض اسلام نے اقرار توحید و رسالت کے ساتھ عالم آخرت کا بھی یقین دلایا ہے معاد یعنی آخرت کا یقین مذہب کی روح روان ہی مذہب مین جو کچھ تاثیر ہے اور مذہب کا جو اثر انسانی افعال اور جذبات پر پڑتا ہے وہ اِسی یقین کی بدولت ہی جسطرح واجب الوجود و عِلّةُ العِلَل ۔

خدائے عزوجل کا ماننا انسان کی فطرت مین داخل ہی اسیطرح عالم آخرت کا یقین
بھی انسان کی فطرت مین داخل ہے چنانچہ اِس عقیدے مین سب اہل مذہب
متفق ہین لیکن جسطرح ذاتِ باری کی حقیقت وماہیت کا جاننا انسان کی فطرت سے
باہر ہے اسیطرح عالم آخرت کی حقیقت کو سمجھنا محالات سے ہی یہ کوئی نئی بات نہین اور
بہت سے حقائق ایسے ہین جن پر انسان کو یقین کرنے کے لیے دلیلین ہین مگر اُنکی
حقیقت کا جاننا انسانی فطرت سے باہر ہے مگر اِس حقیقت نہ جاننے سے اُن
دلیلون مین کوئی نقصان نہین پیدا ہوتا کیونکہ کسی شے کے علم نہونے کا علم ہونا بھی کمال
معرفت ہی بلکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو جن حقائق کا ہمکو ثبوت قطعی حاصل ہی یا ہوسکتا
ہی بشرطیکہ اُنکو قطعی ثبوت بھی کہہ سکین بہت ہی کم ہین انسان کے تمام کاروبار زندگی
کا مدار زیادہ تر گمان غالب کے دستور العمل اور دلیل پر مبنی ہے یہانتک کہ انسان
اکثر اوقات ایک ادنیٰ ظنی فائدے کی امید پر بڑا حصہ اپنی قوت وعمر کا صرف کردیا
کرتا ہی یہ تو ایک اہم معاملہ ہی اگرچہ عالم آخرت کوئی محسوس چیز نہین جسپر ہم اپنے
تجربے اور مشاہدے سے کوئی دلیل قائم کرسکین لیکن اگر ہم موجودات عالم پر بغور
نظر ڈالین اور نوع حیوانات کی جسمانی ترکیب اور موجودہ زندگی کے مختلف دورون
اور تغیرات کو مطالعہ کرین تو ہمکو بہت سی مثالین اور مشابہتین اُنمین ایسی ملین گی
جو ہمارے خیال کو عالم آخرت کے یقین سے قریب کردینگی۔ پس اگر اُن مثالون اور
تشبیہون سے عالم آخرت پر یقین کرنے کے لیے ایک گمان غالب بھی دل مین

پیدا ہوجائے تو اُسکا قبول نہ کرنا عقل سلیم کے خلاف ایک قابل افسوس و ندامت
کوتاہ بینی ہوگی علم زوالوجی سے ثابت ہوا ہی کہ بعض جانورونکی یہ حالت ہی کہ اگر
اُنکے تین ٹکڑے کردیے جائین سر الگ دھڑ الگ دُم الگ اور پھر چند روز تک اُنھین
یونہین چھوڑ دیا جائے تو تھوڑے عرصے مین تم دیکھوگے کہ سر مین دھڑ اور دُم نکل آئی ہی
اور دھڑ مین سر اور دُم پیدا ہوگئی ہے اور دُم مین سر اور دھڑ دونون کی دونون لگ گئی
ہین اور اُنمین ہر ایک ٹکڑا پورا جانور بنگیا ہے اور سب سے پہلے سر مین باقی چیزین
لگ کر پورا جانور بنجایا کرتا ہی اسی قسم کا ایک چھوٹا جانور چھوٹے چھوٹے جانورونمین
ہوتا ہے جسکا نام ہیڈرا ہے۔ اسی طرح بعض کیڑونکا پردار ہونا اور اِس تبدیلی کے
سبب سے نقل مکان کی قوت پیدا کرنا بیضہ کو توڑ کر پرندون کا باہر نکلنا اور ایک
نئی اور وسیع دُنیا مین قدم رکھکر نئے طرز کے ساتھ اپنی زندگی بسر کرنا یہ سب باتین
جو قانون قدرت کے مطابق ظہور مین آتی ہین اُنکی مثالین ہمارے خیال کو اُس نئی
آنے والی زندگی یعنی عالم آخرت کے یقین سے قریب کردیتی ہین خود انسان اور
اُسکی زندگی کے مختلف دورون پر غور کرو ایک زمانہ انسان پر ماں کے پیٹ مین
گزرتا ہے وہان اُسکی زندگی اور اُسکی غذا وغیرہ کے طریقے اور ہی کچھ ہوتے ہین
پھر وہ پیدا ہوکر ایک نئی دُنیا مین قدم رکھتا ہی اور جبتک وہ بچہ رہتا ہی اُسکی پرورش
کے طریقے اُسکی راحت و تکلیف کے اسباب اُسکے رنج و خوشی کی باتین اُسیقدر
مختلف ہوتی ہین جسقدر صغر سنی اور عالم شباب کی حالتون مین اختلاف عظیم پایا جاتا ہی

یہی حالت انسانون کے خواب و بیداری کی ہے جو باتین رنج و خوشی کی اور جو واقعات انسان پر خواب مین گزرتے ہین اُنپر انسان کو ایسا ہی اصلی اور واقعی ہونے کا یقین ہوتا ہے جسطرح اُسکو اپنی زندگی کے عام واقعات پر یقین ہوتا ہے ؎

شکل ہستی و عدم آئینہ دکھلاتا ہو
کہ اِدھر سب نظر آتا ہو اُدھر کچھ بھی نہین

پھر جب ہم انسان کی جسمانی حالت پر نظر کرتے ہین تو ہمکو یہ ثابت ہوتا ہو کہ انسان کے جسم کے ذرے ہر روز بدلتے رہتے ہین یہانتک کہ چالیس برس مین سارا جسم بالکل نیا ہو جاتا ہو مگر انسان کی ذات مین کوئی تبدیلی نہین ہوتی وہ وہی رہتا ہو جو ہوتا ہی جس قانون قدرت کے مطابق یہ تبدیلی واقع ہوتی رہتی ہے اُسپر غور کرنے سے بھی یہ بات ناممکن نہین معلوم ہوتی کہ ہماری آئندہ زندگی کی حالت بھی اِسی زندگی کے مشابہ اور کسی ایسے ہی قانون قدرت کے تابع ہو کیونکہ اِسوقت تک جسقدر قانون قدرت انسان پر منکشف ہوے ہین وہ بہت ہی کم ہین اُنکی مثال ایسی ہی ہو جیسے سمندر کے مقابل مین ایک قطرہ جسقدر زمانہ ترقی کرتا جائے گا اُسیقدر نئے قوانین قدرت منکشف ہوتے جائین گے چنانچہ اصول طبعیات سے اِس زمانے مین ایک یورپین عالم نے بقاء روح کا مسئلہ ثابت کیا ہو خداوند تعالےٰ فرماتا ہے۔

نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ	بلند کرتے ہین ہم درجے جسکے چاہتے ہین اور ہر ذیعلم سے بڑھکر خدا نے ذی علم پیدا کیا ہو۔

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهٗ	اور نہین کوئی چیز مگر اُسکے خزانے ہین ہمارے پاس
وَمَا نُنَزِّلُهٗ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ	اور نہین اُتارتے ہم اُسکو مگر ایک اندازۂ معلوم کے ساتھ

روح کا بیان

بہرحال عالم آخرت جسکا نام ہے۔ اُسکا بڑا تعلق انسان کی روح کے ساتھ ہی اسلیے پہلا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ روح کیا چیز ہے اور وہ باقی ہے یا فانی اس سوال کے پہلے جز کا جواب یعنی روح کیا چیز ہے اُسکی ماہیت کیا چیز ہے انسان کی فطرت وقوت سے باہر ہے انسان اپنی عقل وفطرت کے مطابق تمام محسوس اور غیر محسوس چیزون کے وجود کی تصدیق اور تکذیب کرسکتا ہی اُنکی کیمیائی ترکیبون اور نامون سے واقف ہوسکتا ہی مگر اُنھین سے کسی ایک کی حقیقت وماہیت کو جان نہین سکتا اسی لیے خداوند تعالےٰ نے فرمایا ہے۔

قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ وَمَا اُوْتِیْتُمْ	کہدو اے پیغمبر کہ روح میرے رب کے عالم امر سے
مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا	ہی اور نہین دیا گیا تمکو علم مگر تھوڑا۔

شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ البالغہ مین لکھتے ہین کہ اس آیت مین اسکی تصریح نہین ہی کہ امت مرحومہ مین سے روح کا حال کوئی جانتا ہی نہین ہے جیسا کہ لوگون کا خیال ہے اور یہ بھی ضرور نہین کہ شریعت نے جس چیز کا حکم نہ بیان کیا ہو وہ معلوم ہی نہوسکے بلکہ شریعت مین اکثر اسوجہ سے سکوت کیا جاتا ہو کہ اشکال کی وجہ سے

اکثر لوگ اُسکے برتاؤ کے قابل نہین ہوا کرتے اگرچہ بعض بعض اُسکو سمجھ سکتے ہین اسی
بنا پر بعض علماء اور آئمہ اسلام نے روح کی حقیقت بیان کرنے مین کوشش کی ہے
موجودہ اصول سائنس کے مطابق اگر روح کی حقیقت کی تلاش کیجائے تو اول
موجوداتِ عالم پر غور کرنا چاہیے چنانچہ سب سے پہلے ہم نباتات پر نظر ڈالتے ہین نباتات
ایک غیر عضوی جسم ہین غیر عضوی جسم اجتماع مادہ سے دفعتاً پیدا ہوتا ہے نباتات
اپنی جڑون کے ذریعے سے جو زمین مین ہوتی ہین اور ٹہنیون اور پتّون کے ذریعے سے
جو ہوا مین ملتی رہتی ہین اپنی غذا کو پانی اور ہوا سے جذب کرتی رہتی ہین نباتات کے
بننے کا مادہ ایک کسیلا مادہ ہوتا ہے جو کاربن ہیڈروجن اور آکسیجن سے مرکب ہوتا
ہے یہ تینون ایک ہوائی سیال عنصر ہین نباتات مین خود بخود حرکت ہونے کی قوت
اور اختیار و ارادہ نہین ہوتا برخلاف اُنکے حیوانات عضوی جسم رکھتے ہین عضوی اجسام
مین سے غذا اُنکے جسم کے اندر یعنی معدے مین جاتی ہے اور اندرونی غذا سے جسم بڑھتا
ہے مگر اس معدے مین کوئی خاص نئی خاصیت مثل ادراک وغیرہ کے نہین ہوتی۔
حیوانات مین ایک سلسلہ پٹھون کا بھی پایا جاتا ہے جو نباتات مین نہین ہوتا اُن کو
ایک مرکز یعنی دماغ سے تعلق ہوتا ہے اسی سبب سے اُنہین احساس کی قابلیت ہوتی
ہے اِن پٹھون کے علاوہ حیوانات مین اور بھی جھلیان پردے پے اور عضلی ہوتے ہین
جو نباتات مین نہین ہوتے حیوانات کا جسمانی مادہ چار چیزون سے مرکب ہوتا ہے
کاربن ہیڈروجن آکسیجن اور نیٹروجن یہ نیٹروجن بھی مثل اُن تین پہلے عنصرون کے

ایک ہولے سیال جسم ہی اسمین کوئی خاص کیمیائی قوت نہین ہے نہ وہ معاون زندگی ہی بلکہ اگر کسی جگہ صرف نیٹروجن بھرا ہوا ہو تو آدمی وہان زندہ نہین رہ سکتا۔ یہ حیوانات کے گوشت کے ریشون مین پایا جاتا ہی۔ حیوانات مین خود بخود حرکت کرنے اور اختیار و ارادہ کی قوت پائی جاتی ہے مگر اِن تمام عنصرون سے جو جسم کی بناوٹ کے مادّے ہوتے ہین یہ ثابت نہین ہوتا کہ وہ اُن بہترین افعال کے بھی باعث ہین جو حیوانات کے ساتھ خصوصیت رکھتے ہین ہم اِن عنصرون کی ترکیب پر غور کرتے ہین تو معلوم ہوتا ہے کہ اُنکی باہمی ترکیب سے جسم پیدا ہوتا ہے اور اُن جسمون مین ایک حرارت کا درجہ قائم ہوتا ہے اُنہین دوسرے جسم کے جذب کرنے کی قوت پیدا ہو جاتی ہی جیسے کہ مقناطیس مین لوہے کی کشش انھین عنصرون کی ترکیب سے ایک ایسا جسم بھی پیدا ہوتا ہی جسکے اجزا حرکت مین رہا کرتے ہین جیسا کہ تیزابون کو باہم ملانے سے دیکھا جاتا ہی اور اُنھین کی ترکیب سے ایک قوت مخفیہ جو اجسام مین ہوتی ہی ظاہر ہو جاتی ہی وہ دوسرے جسمون سے جذب کر کے اُسکو ایک جگہ لے آتی ہی جیسا کہ اعمال برقی سے ظہور اور اجتماع برق کا عمل مین آتا ہے جو جسم سیال ہوائی (اِن عنصرون کی ترکیب سے یا اُن جسمون کی ترکیب سے جو اِن عنصرون سے بنے ہین) پیدا ہوتا ہی وہ کبھی دکھائی دیتا ہی اور کبھی ایسا لطیف ہوتا ہے کہ دکھائی بھی نہین دیتا اکثر اطبا اور حکما کا یہ خیال ہی کہ جسم حیوانی مین (جو عنصرون کی ترکیب سے بنا ہی اور جسمین مختلف اعضا ہین) اُس ترکیب کے سبب سے اُسمین ایک جسم ہوائی پیدا ہوتا ہے جو ہیجان اور حرکت کا سبب ہے

وہی حیوانات مین ارادہ پیدا ہونے کا اور ترکیب اعضا سے حرکت کے ظہور مین آنے کا سبب ہوتا ہی اسی جسم سیال ہوائی پر انسان کی زندگی کا مدار ہے اسی جسم ہوائی کو بعضون نے روح حیوانی بعضون نے روح مطلق اور بعضون نے نسمہ کے نام سے تعبیر کیا ہے اُنکا قول ہو کہ جب ترکیب جسم حیوانی کی اس جسم سیال ہوائی کے قائم رہنے کے قابل نہین رہتی تو آدمی مرجاتا ہے اور اسی جسم حیوانی کے ساتھ وہ جسم سیّال بھی فنا ہوجاتا ہے مگر یہ قول صحیح نہین معلوم ہوتا کیونکہ جو آثار ترکیب عناصر سے پیدا ہوتے ہین وہ سب یکسان ہوا کرتے ہین اور اُنمین حرکت ارادی ہرگز نہین ہوتی مثلاً مقناطیس مین لوہے کی کشش کی قوت پیدا ہوتی ہے مگر مقناطیس مین یہ قدرت نہین ہوتی ہو کہ جب اُسکا جی چاہے وہ لوہے کو جذب کرے اور جب نہ چاہے جذب نہ کرے یہی حال تمام نباتات وغیرہ کا ہی غرضکہ جو آثار ترکیب عناصر سے جس جسم مین پیدا ہوتے ہین وہ آثار اُس جسم سے جُدا نہین ہوتے برخلاف حیوانات کے کہ اُنکے بعض افعال ایسے ہین کہ وہ ترکیب عناصر کا نتیجہ نہین ہوسکتے مثلاً ارادہ تعقّل اور اختیار کہ جب اُنکا جی چاہے کرین اور جب اُنکا جی نہ چاہے نہ کرین اگر یہ امر اُنکا طبعی ہوتا تو وہ اُسکے خلاف کرنے پر کبھی قادر نہ ہوتے کوئی دلیل اور کوئی کیمیائی ترکیب و اصول ابتک اِس بات پر قائم نہین ہوا ہو کہ ارادہ تعقل اور خیال صرف اِن عناصر کی کیمیائی ترکیب کا نتیجہ ہین بلاشبہہ صانع عالم نے افعال انسانی کے صدور کے لیے جُدا جُدا اعضا بطور آلات کے بنائے ہین مگر

یہ ثابت نہین کہ صرف وہی اعضا اُن تمام افعال کی علت یعنی سبب بھی ہین یہان
ایک بحث یہ بھی پیش ہوتی ہو کہ روح مادی ہے یا غیر مادی لیکن جبکہ ہمکو اُسکی ماہیت
کا علم ہی نہین تو یہ کہنا کہ وہ مادی ہے یا غیر مادی یہ بھی ناممکن ہو اگر ہم اُسکو مادی
مان بھی لین تب بھی کوئی نقصان لازم نہین آتا لیکن اگر ایسا ہو تو وہ کوئی دوسری
قسم کا مادہ ہوگا کیونکہ جن اقسامِ مادہ سے ہم واقف ہین اُنسے جُدا جُدا یا مجموعی طور پر
اُن افعال کا صادر ہونا ثابت نہین ہوتا جو روح سے صادر ہوتے ہین ۔شاہ ولی اللہ
صاحب حجۃ اللہ البالغہ مین لکھتے ہین کہ حیوانات مین ترکیب اخلاط سے ایک لطیف
بھاپ قلب مین پیدا ہوتی ہو حس و حرکت کرنے کی تمام وہ قوتین جو تدابیر غذا کے
متعلق ہین اُس بھاپ سے علاقہ رکھتی ہین اُس بھاپ کے رَقِیق غَلِیظ صَاف و مُکدّر
ہونے کا بدنی قوتون پر اور افعال پر بڑا اثر پڑتا ہے اِسی بھاپ کی موجودگی سے
زندگی باقی رہتی ہے اور اُسکے تحلیل ہوجانے سے موت آجاتی ہے ۔مگر یہ روح
یعنی بھاپ اصلی روح نہین ہو بلکہ روح حقیقی کا مرکب ہو اور روح حقیقی کے بدن سے
متعلق ہونے کا مادہ ہو جسکا نام نسمہ ہے اُسکی مثال ایسی ہے جیسے گلاب مین نمی
اور کوئلہ مین آگ ہم بچے کو دیکھتے ہین کہ وہ جوان ہوتا ہو بوڑھا ہوتا ہے اُسکے اخلاطِ
بدن مین تبدیلی ہوتی رہتی ہے اور جو روح یعنی نسمہ اُن اخلاط کی ترکیب سے پیدا ہوتی
ہو وہ ہزار درجہ پہلے کی نسبت زیادہ ہوتی ہے لڑکا کمسن ہوتا ہے پھر بڑا ہوتا ہے
کبھی سیاہ رنگ ہوتا ہو کبھی گورا رنگ کبھی جاہل کبھی عالم اسیطرح اُسکے تمام اوصاف

مین تبدیلی ہوتی رہتی ہے لیکن اُسکی ذات مین کوئی تغیر نہین ہوتا وہ وہی رہتا ہی جو
پہلے تھا اگر ہم کسی شخص مین اُن اوصاف کے باقی رہنے کا یقین نہ کرین تب بھی
اُس شخص کے باقی رہنے کا یقین کرتے ہین پس وہ چیز جسکی وجہ سے وہ لڑکا بعینہ
وہ لڑکا باقی رہتا ہی وہ نہ تو روح یعنی بھاپ اور نسمہ ہی اور نہ بدن یہ تو اُس کے
تشخصات ذاتی ہین جو ابتدا مین خیال مین آتے ہین بلکہ حقیقی روح وہ چیز ہے جو بچے
کے ساتھ بھی ویسی ہی ہے جیسے جوان کے ساتھ کالے کے ساتھ بھی ویسی ہے
جیسے گورے کے ساتھ روح حقیقی کا تعلق نسمہ کے ساتھ ہی اور نسمہ کا تعلق بدن
کے ساتھ بہرحال جسم انسانی سے جُدا وہ کوئی اور شے ہے جسکے سبب سے ارادہ تعقل
خیال اور تمام اعلیٰ ترین انکشافات وغیرہ ظہور مین آتے ہین وہ جو کچھ ہو ہم اُسیکو
روح اور نفس ناطقہ کہتے ہین اور جسطرح روح کا اُن مادون سے ہونا جنسے ہم واقف
ہین معلوم نہین ہوتا اُسیطرح اُسکا کسی چیز کے ساتھ قائم ہونا بھی ثابت نہین ہوا ہے
اِس بنا پر ہم اُسکو جوہر قائم بالذات یعنی اپنی ذات سے قائم کہ سکتے ہین مگر اُسکی
حقیقت نہین بتا سکتے کیونکہ روح حقیقی کا جاننا فطرت انسانی کے مافوق ہی مادیین
کا قدیم سے یہ خیال رہا ہی کہ انسان بھی مثل دیگر حیوانات کے پیدا ہوتا ہے جوان
ہوتا ہی بوڑھا ہوتا ہی نیست نابود ہوجاتا ہی دگر ہیچ چنانچہ ایک شاعر بدوی کہتا ہی

أَمَوْتٌ ثُمَّ بَعْثٌ ثُمَّ نَشْرٌ	مرنا پھر زندہ ہونا پھر چلنا پھرنا اے
حَدِيثُ خُرَافَاتٍ يَا أُمَّ عَمْرٍو	عمرو کی ماں یہ تو خرافات باتین ہین۔

اسی کی طرف اشارہ ہے جہان قرآن مین فرمایا ہے۔

أَئِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا — کیا جب ہم مرجاوینگے اور مٹی اور ہڈیان ہوجائینگی

أَئِنَّا لَمَدِينُونَ ۝ — توہم بدلا دیجاوینگے۔

اصل یہ ہو کہ روح کا وجود ایک وجدانی امر ہے غور کرنے سے معلوم ہوتا ہو کہ تعقل و ادراک محض مادہ کا کام نہین کیونکہ مادہ اور اُسکی حرکت مین کوئی شعور اور ادراک پایا نہین جاتا بلکہ کوئی اور جوہر لطیف قائم بالذات ہو جس سے یہ حیرت انگیز کرشمے سرزد ہوتے ہین ایک منکر اگر روح کے انکار پر آمادہ ہو اور کہے کہ تمنے جو کچھ کہا وہ تو عین دعوے کا اعادہ ہو ممکن ہو کہ اسی مادّے کے کسی خاص طور کی ترکیب سے اِن تعجب انگیز کرشمون کا ظہور ہوا ہو کلون سے جو عجیب وغریب حرکتین وقوع مین آتی ہین ارغنون سے اور فونوگراف سے جو دلکش اور موثر نغمے پیدا ہوتے ہین اُنمین روح کا کونسا شائبہ ہو تو دلیل زبانی سے اُسکا مُنھ بند کرنا مشکل ہو اسی لیے امام غزالی رہ نے روح کے ثبوت پر کوئی منطقی دلیل قائم نہین کی صرف یہ الفاظ لکھے ہین۔

وليس البدن من قوام ذاتك	جسم تمھاری حقیقت و ماہیت مین داخل نہین ہے
فانهدام البدن لا يعدمك	اِسلیے جسم کا فنا ہونا تمھارا فنا ہونا نہین ہے۔

اسکا مطلب یہ ہو کہ جو روح جوہر قائم بالذات ہو اور جب وہ اپنی ذات سے قائم اور جسم سے جُدا چیز ہے تو وہ جسم کے ساتھ فنا بھی نہین ہوسکتی یہ مسئلہ تو اصول سائنس سے

تحقیق ہوچکا ہی کہ دنیا کی کوئی چیز فنا نہین ہوا کرتی صرف ہیئت اور صورت نوعی بدلجایا کرتی ہے تمام دُنیا اگر ملکر چاہے کہ ایک ذرّے کو بھی معدوم محض کر دے تو نہین کر سکتی تو روح کے معدوم ہونے کی بھی کوئی وجہ نہین ہی زیادہ سے زیادہ یہ کہ جسطرح تمام اشیاے موجودہ مین تبدیل صورت ہوتی رہتی ہے اُسی طرح روح کی صورت بھی تبدیل ہوجائے غرضکہ روح کے وجود تسلیم کرنے کے ساتھ ہی اُسکے بقا کا تسلیم کرنا بھی لازم آتا ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی كَذَّبَنِی ابْنُ اٰدَمَ وَلَمْ یَكُنْ لَهٗ ذٰلِكَ وَشَتَمَنِیْ وَلَمْ یَكُنْ لَهٗ ذٰلِكَ فَاَمَّا تَكْذِیْبُهٗ اِیَّایَ فَقَوْلُهٗ لَنْ یُّعِیْدَنِیْ كَمَا بَدَاَنِیْ وَلَیْسَ اَوَّلُ الْخَلْقِ بِاَهْوَنَ عَلَیَّ مِنْ اِعَادَتِهٖ وَاَمَّا شَتْمُهٗ اِیَّایَ فَقَوْلُهٗ اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا وَّ اَنَا الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ اَلِدْ وَلَمْ اُوْلَدْ وَلَمْ یَكُنْ لِّیْ كُفُوًا اَحَدٌ

رواہ البخاری

ابوہریرہ کہتے ہین کہ رسولخدا صلعم نے کہا کہ خدا فرماتا ہی کہ بنی نوع انسان نے مجکو جھٹلایا حالانکہ یہ بات اُسکے لائق حال نہ تھی اُسنے مجکو گالی دی حالانکہ یہ بات اُسکو لائق نہ تھی پس اُسکا جھٹلانا مجکو تو یہ ہی کہ وہ کہتا ہی کہ خدا زندہ نہ کریگا مجکو بعد مرنے کے جسطرح اول مرتبہ مجکو پیدا کیا ہے اور یہ نہ سمجھا کہ پہلی مرتبہ پیدا کرنا مجھپر اُسکے اعادہ کرنے سے سہل تر نہین ہی اور گالی دینا اُسکا مجکو یہ ہی کہ وہ کہتا ہی کہ خدا نے اپنا بیٹا ٹھہرایا حالانکہ مین ایک ہون یعنی میرا کوئی شریک نہین اور ایسا بے نیاز ہون کہ نہ کوئی مجھسے پیدا ہوا اور نہ مین کسی سے پیدا ہوا نہ کوئی میرا ہمسر ہے۔ روایت کیا اسکو بخاری نے۔

انسان اور حیوان کی روح کا بیان

سوال ۔ عالم آخرت اور روح کا حال معلوم ہوا مگر یہ بات نہین معلوم ہوئی کہ حیوان اور انسان کی روحین یکسان ہین یا جدا جدا ہین ۔

جواب ۔ روح جو فی نفسہ ایک جسم لطیف جوہر ذی تعقل ذی ارادہ اور مصدر افعال ہے جبتک اُسکا تعلق نسمہ سے اور نسمہ کا تعلق جسم سے رہتا ہو اُسوقت تک اُس روح سے افعال صدور مین آتے رہتے ہین روح اپنی حقیقت و مفہوم یعنی تعقل و ارادہ وغیرہ کے اعتبار سے تمام بنی نوعِ انسان اور حیوانات مین بلکہ جنّات و ملائکہ مین بھی بشرطیکہ اُنکا کوئی وجود ذی تعقل و ارادہ فی الخارج ہو یکسان اور متحد ہے اور اُنکی روحون مین کوئی فرق نہین ہے البتہ اُنکے افعال مین جو روح کے ذریعے سے صدور مین آتے ہین تفاوت ہو اس تفاوت کا سبب اُنکی جسمانی ترکیب اور بناوٹ کا اختلاف ہو حیوانات کی ترکیب جسمانی اس وضع کی ہے کہ اُس سے نہایت محدود افعال صادر ہوتے ہین جو اُنکی زندگی کے لیے ضروری ہین اور اُنکے تمام نوع مین ایک ہی قسم کے افعال پائے جاتے ہین جو بغیر تعلیم اور اکتساب حاصل ہوتے ہین اُنسے ایسے افعال صادر نہین ہوسکتے جنکو روح کی ترقی و تنزل یا سعادت و شقاوت روح سے تعلق ہو اسی سبب سے وہ کسی مذہب کے قبول کرنے پر مکلف نہین برخلاف انسان کے کہ اُسکی فطرت اور جسمانی ساخت ایسی ہو کہ اُس سے لامحدود افعال

صادر ہو سکتے ہین اُنمین ترقی و تنزل ہوتا رہتا ہے اور انسان کی روح سعادت یا شقاوت کا اکتساب کرتی رہتی ہے غرض حیوان کی روح اُسکی ترکیب جسم اور اعضا کے مطابق اور انسان کی روح اُسکی ترکیب جسم اور اعضا کے موافق ہر ہر عضو سے جُدا جُدا کام لیتی رہتی ہے حدیث مین آیا ہے کہ

كُلٌّ يَعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ	ہر شخص اُسی طریقے پر چلتا ہی جسکے واسطے وہ بنایا گیا ہی
كُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهٗ	ہر آدمی پر وہ کام آسان ہی جسکے لیے وہ پیدا کیا گیا ہی

روح اور ترکیب جسمانی کی مثال ایسی ہے جیسے اسٹیم یعنی بھاپ اور انجن کے کُل پرزے وہی ایک اسٹیم مختلف کلون سے مختلف کام لیتی ہے اور ہر کَل سے وہی کام صدور مین آتا ہے جس کام کے لیے وہ کل بنائی گئی ہے خداوند تعالےٰ اسی بات کو انسان پر ظاہر کرتا ہے اور فرماتا ہے۔

هٰذَا مَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ	یہ تمھارے ہاتھون کی کمائی ہے۔

جبر و اختیار کا مسئلہ

سوال ۔ انسان کے روحانی افعال جو اُسکی ترکیب جسمانی کے سبب سے صدور مین آتے ہین اُنسے اور نیز آیت ماسبق پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان فطرتاً مجبور پیدا کیا گیا ہے اور جب وہ مجبور ہوا تو اُسکو کسی عمدہ بات کی ترغیب دینا اور ہدایت کرنا یا کسی بُرے کام سے روکنا اور ڈرانا محض فضول ہوا۔

جواب ۔ مسئلہ جبرو اختیار کے متعلق چونکہ فطرت و مذہب دونون طریق سے سوال کیا گیا ہے اسلیے پہلے ہم مذہبی طور سے اس مسئلہ پر نظر ڈالتے ہین چنانچہ جب ہم قرآن مجید کا مطالعہ کرتے ہین تو ہم اُسمین دونون قسم کی آیتین پاتے ہین مثلاً

مَن یَّھْدِ اللّٰہُ فَھُوَ الْمُھْتَدِ وَمَن یُّضْلِلْ فَلَن تَجِدَ لَہٗ وَلِیًّا مُّرْشِدًا ؕ	جسکو خدا ہدایت کرے وہی راہ پانیوالا ہے اور جسکو گمراہ کرے تو نہ پاویگا تو اُسکے لیے کوئی راہنما
نَحْنُ نَرْزُقُكَ ؕ	ہم تجکو روزی دیتے ہین - حدیث مین آیا ہے
مَاشَاءَ اللّٰہُ کَانَ وَمَا لَمْ یَشَاْ لَمْ یَکُن	جو خدا چاہتا ہے وہ ہوتا ہے اور جو نہین چاہتا وہ نہین ہوتا

اسیطرح بہت سی آیتین اور حدیثین بظاہر انسان کی مجبوری کو ظاہر کرتی ہین اور انسے ثابت ہوتا ہے کہ انسان مجبور محض ہے جو کچھ کرتا ہے خدا کرتا ہے دوسری قسم کی آیتین یہ ہین جنسے انسان کا مختار ہونا ثابت ہوتا ہے ۔

لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ۔	انسان کیلیے وہ ہی چیز ہے جسکی اُسنے کوشش کی
وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَیِّئَۃٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ؕ	اور جو کچھ بُرائی پہونچتی وہ تیری ہی نفس کیطرف سے ہے
اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ	چلو اُس ہدایت پر جو تمپر اُتاری گئی ۔
وَاسْتَقِمْ کَمَآ اُمِرْتَ	اور سیدھے رستے پر قائم رہ جیسا کہ تجکو حکم دیا گیا ہے ۔

انکے علاوہ تمام قرآن مجید اور حدیثین اوامر اور نواہی سے بھری ہوئی ہین جنسے انسان کا خود مختار اپنے افعال مین ہونا بخوبی ثابت ہوتا ہے اس تناقض کے رفع کرنے کو ہمین اول زمانۂ نزول قرآن پر نظر ڈالنا چاہیے قدیم سے مصری اور یونانی

حکما کا یہ خیال تھا کہ دو چیزین یعنی خدا اور مادہ ازلی اور ابدی ہین دوسرا گروہ زردشتیون کا تھا وہ کہتا تھا کہ دو مقابل کے وجود ہین ایک یزدان یعنی خدا جو سب بھلائیون کا پیدا کرنے والا ہے دوسرا اہرمن یعنی شیطان جو تمام بُرائیونکا پیدا کرنے والا ہو خدائے عزوجل کو اِن دونون قسم کے عقیدون کا مٹانا منظور تھا اور اپنی ذات کو وحدہ لاشریک لہ بتانا اور اپنے علۃ العلل ہونے کو جتانا تھا پس اِس سے بہتر اِس باریک مسئلہ کو سمجھانے کا کوئی طریقہ نہ تھا کہ خدائے تعالےٰ تمام واسطون اور علتون کو جو مصدر افعال ہین دُور کرکے کبھی تو تمام افعال کو اپنی ذات خاص کیطرف منسوب کرے اور کبھی اُن افعال کو واسطون اور علّتون کیطرف منسوب کرے جنکی وجہ سے درحقیقت وہ افعال صدور مین آتے ہین تاکہ لوگ اپنے کاروبار زندگی مین محنت وکوشش سے بھی پورا پورا کام لیتے رہین اور بحیثیت خالقیت اور علّۃ العلل ہونے کے سواے ذات وحدہ لاشریک کے کسی کو اپنا معبود نہ ٹھہرائین اِن تمام واقعات سے ظاہر ہے کہ قرآن مجید مین کوئی بات انسان کے مجبور یا مختار ثابت کرنے کو نہین بیان کیگئی بلکہ خدا نے محض اپنے کو معبود حقیقی اور علۃ العلل ثابت کرنے کو اور عقائد فاسدہ کے مٹانے کو مختلف پہلوؤن سے سمجھایا ہے پس اِس مسئلہ پر کہ انسان فطرۃً مجبور ہے یا مختار قرآن مجید سے استدلال کرنا صحیح نہین ہے۔

اب ہم دوسرے پہلو سے قرآن مجید پر غور کرتے ہین تو دیکھتے ہین کہ جسطرح خداوندتعالےٰ

انسان کے افعال کو اپنی علۃ العلل ثابت کرنے کے لیے اپنی طرف منسوب کیا ہی اور جا بجا فرمایا ہے کہ ہم تجکو روزی دیتے ہین ہم سمندر مین جہاز تیراتے ہین اسیطرح انسان کے افعال کے نتیجون کو بھی خداوند تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب کیا ہی اور فرمایا ہے

قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

کہدو اے پیغمبر کہ اے خدا تو مالک الملک ہی جسکو چاہے سلطنت دے جس سے چاہے سلطنت چھین لے اور جسکو چاہے عزت دے اور جسکو چاہے ذلیل کرے ساری بھلائیان تیرے ہاتھ مین ہین بیشک تو ہی ہر چیز پر قادر ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خداوند تعالیٰ جو بسبب اپنے علۃ العلل ہونیکے اپنے معلولات یعنی مخلوقات کے تمام حالات کا علم واقعی رکھتا ہی جسکا نام عرف عام مین تقدیر ہی اُسنے اپنے اُس علم واقعی کے سمجھانے کیلیے انسانی افعال کے نتیجون کو اپنی طرف منسوب کیا ہے اور کہا ہے کہ ہم سلطنت دیتے ہین اور ہم چھین لیتے ہین ہم عزت دیتے ہین اور ہم ذلیل کرتے ہین لیکن اس اظہار علم سے انسان کا مجبور ہونا ثابت نہین ہوتا خدا کا علم اور چیز ہے اور مجبوری اور چیز ہے اب اسکے بعد ہم قرآن مجید کے صرف الفاظ اور اُسکے مفہوم پر غور کرتے ہین خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَ

اے پیغمبر جن لوگون نے (قبول اسلام سے) انکار کیا اُنکے حق مین یکسان ہی کہ تم اُنکو (عذاب الٰہی سے) ڈراؤ یا نہ ڈراؤ وہ تو ایمان لانے والے ہین نہین اُنکے دلون اور

عَلٰی اَبصَارِہِمْ غِشَاوَۃٌ وَّ لَہُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ؕ	کانون پر اللہ نے مُہر کردی ہے اور اُنکی آنکھون پر پردہ (پڑا) ہے اور آخرت مین اُنکو بڑا عذاب ہونا ہے۔

لیکن قبل اسکے کہ ہم الفاظ قرآنی سے بحث کرین پہلے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ چونکہ قرآن مجید انسان کی ہدایت کیلیے انسان کی زبان مین اور اہل عرب کی بول چال مین نازل ہوا ہے پس ضرور یہ ہے کہ کلام مجید کا سیاق وسباق یعنی طرز کلام بھی ایسا ہو جسکو ایک فصیح۔ بلیغ انسان اپنے ادائے مطلب کے لیے اختیار کیا کرتا ہے کیونکہ اگر اُسکے خلاف ہوگا تو انسان اُسکو کیونکر سمجھ سکیگا اس بات کو مدنظر رکھکر اب الفاظ قرآن کو ہم دیکھتے ہین تو اُسمین ایک جملہ ہے وَلَہُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ؕ یعنی آخرت مین اُنکو بڑا عذاب ہونا ہی یہ خدا کیطرف سے کافرون کے حق مین پیشین گوئی ہے اور اپنے علم واقعی کا اظہار اس سے انسان کا مجبور ہونا ثابت نہین ہوتا دوسرا جملہ یہ ہے خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ وَعَلٰی سَمْعِہِمْ وَعَلٰی اَبْصَارِہِمْ غِشَاوَۃٌ ؕ یعنی اُنکے دلون پر اور کانون پر اللہ نے مُہر کردی ہی اور اُنکی آنکھون پر پردہ (پڑا) ہے یہ کافرون کی اُس حالت کا بیان ہے جو اُنھون نے قوائے ملکیہ کو بیکار چھوڑ دینے سے حاصل کی ہی اسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شفیق باپ اپنے نااہل بدذات بیٹون کو عمدہ باتین اختیار کرنے اور ناشائستہ باتین چھوڑنے کی نصیحت کرتا ہی مگر اُسکے نااہل بیٹے اُسکی سچی بات اور عمدہ نصیحت پر بالکل کان نہین دھرتے اس حالت کو دیکھکر وہ خفا ہوتا ہے اور کہتا ہی کہ ان بدذاتون نااہلون کو لاکھ نصیحت کرو یا نہ کرو وہ کبھی

کان نہین دھرنے کے اُنکے دل پتھر کے اُنکی آنکھین اندھی اور کان بہرے ہین خدا نے اُنکے دلون پر قفل لگا دیا ہے آنکھون پر پردے پڑ گئے ہین - اِس بیان سے کوئی عاقل آدمی یہ ہرگز نہین سمجھ سکتا کہ اُس شخص نے یا خدا نے اُسکے بدذات نا اہل بیٹون کے دل پر درحقیقت کوئی لوہے کا بھاری قفل یا چپڑے کی مُہر کردی ہے یا کوئی ٹاٹ کا پردہ ڈالدیا ہے اور اب وہ نا اہل بیٹے اِن بدافعالیون کے کرنے پر مجبور ہوگئے ہین - غرض اُلٹ پلٹ کر قرآن مجید پر کسی حیثیت سے نظر ڈالو انسان کا مجبور ہونا ثابت نہین ہوتا - اصل تو یہ ہے کہ مسئلہ جبر و اختیار کا بڑا تعلق انسان کی فطرت اور عقل سلیم سے ہے چونکہ جب عقل سلیم اور فطرت انسانی سے انسان کے مجبور یا مختار ہونے کی نسبت ثابت ہون اُنپر قرآن مجید سے ایک طرح پر استدلال ہوسکتا ہے لیکن انسان کے مجبور محض یا مختار ہونے پر قرآن مجید سے استدلال کرنا صحیح نہین اسلیے مذہبی طریقے سے قطع نظر کرکے اب ہم عقل و فطرت کی میزان سے اِس مسئلہ کو جانچتے ہین فطرت انسانی پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مجبوری انسان کی دو طرح پر ہے اول مجبوری طبعی یعنی انسان اپنی فطرت کی وجہ سے بعض افعال یا ترکِ افعال مین مجبور ہے اِس قسم کی مجبوری مین تمام دُنیا کی چیزین شامل ہین کیونکہ اُنکی بھی ایک فطرت ہے مثلاً معدنی اور ثقیل چیزین ہوا مین نہین اُڑتین پانی ہوا کے اوپر نہین رہتا مچھلی زمین پر زندہ نہین رہتی انسان ہوا پر نہین اُڑا کرتا اسی طرح جب ہم انسان کے قواے طبعی اور ترکیب اعضا کی جانچ کرتے ہین تو ہمکو معلوم ہوتا ہے

کہ انسان کی سب قوتین بھی اُسکے جسمانی ساخت کی تابع ہین جسکو خدانے دُور بین آنکھ عطا نہین کی وہ دور کی چیزون کو نہین دیکھ سکتا۔

اس قسم کی مجبوری انسان کو مجرم اور گنہگار نہین بنا سکتی ایسا شخص مرفوع القلم ہوا کرتا ہے دوسری قسم کی مجبوری امور خارجیہ سے تعلق رکھتی ہے یہ بھی دو قسم پر ہے پہلی قسم مین وہ اُمور داخل ہین جو عالم کائنات کے طبعی اسباب اور پیش آنیوالے واقعات سے پیدا ہوتے ہین اُن اُمور مین بھی انسان بالکل مجبور رہے مثلاً موسم سرما مین گرم کپڑون کی خواہش پیدا ہونا اور جو مرغوبات کہ موسم گرما سے علاقہ رکھتے تھے اُنکا بدلجانا اِس مجبوری مین بھی انسان کسی جُرم کا ملزم اور کسی گناہ کا مُرتکب نہین کہا جا سکتا دوسری قسم مین وہ اُمور ہین جو قومی یا مُلکی یا تمدنی الفت و موانست کے سبب سے یا بچپن کی تربیت اور عادت اور صحبت کی تاثیرون سے ظہور مین آتے ہین اور اُن اُمور کے کرنے اور اُنکو اچھا سمجھنے مین انسان مجبور ہوتا ہے گو یہ مجبوری اُسکی سمجھ مین نہین آتی اِسلیے کہ بظاہر اُسپر کوئی جبر کرنیوالا نہین ہوتا اور وہ خارجی تاثیرین رفتہ رفتہ نامعلوم طریقے کے ساتھ انسان کی طبیعت مین پیوست ہوتے ہوتے خود طبیعت ثانیہ بنجاتی ہین یہ ایک حد تک قابل الزام ہو سکتی ہین اور انسان کو مجرم و گنہگار بنا سکتی ہین قرآن مجید مین اسی کیطرف اشارہ ہے جہان فرماتا ہے۔

اِنَّا وَجَدْنَا اٰبَآءَنَا وَاِنَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ لَمُقْتَدُوْنَ ۝	ہمنے پایا اپنے باپ دادا کو ایک رستے پر ہم بھی اُنھین کے قدمون پر چلتے ہین۔

اصل یہ ہے کہ خدا نے انسان مین ایک قوت ارادہ پیدا کی ہے یہ قوت خاص اسباب اور موقعون کے پیش آنے سے خود بخود حرکت مین آتی ہے اسی کے مقابل مین خدا نے ایک دوسری قوت پیدا کی ہے جسکو قوت اجتناب کہتے ہین یہ قوت بھی پہلی قوت ارادہ کے روکنے مین اور مقابلہ کرنے مین سرگرم رہا کرتی ہے اور خاص اسباب اور موقعون کے پیش آنے سے تحریک مین آتی ہے ان دونون قوتون کی لڑائی برابر قائم رہتی ہے یہ دونون قوتین فطری ہین اور ان دونون قوتون کا کمزور یا زور آور ہونا بھی فطری ہے اسباب اور موقعون کا پیش آنا بھی قانون قدرت کے مطابق فطری ہے اور جو نتیجے کہ ان دونون قوتون کے عمل مین آنے سے پیدا ہوتے ہین وہ بھی فطری ہوتے ہین انسان کو اُسمین کچھ مداخلت اور اختیار نہین ہے لیکن ماسوا اُسکے انسان مین ایک اور چیز بھی ہی جو حق و باطل اور نیک و بد مین تمیز کرتی ہے اور ان قوتون پر اپنا حکم جاری کرتی ہے جسکا نام کانشنس اور نور ایمان ہے لیکن بعض اوقات یہ قوت بھی اُنھین قومی یا ملکی یا تمدنی موانست اور بچپن کی تربیت اور صحبت و عادت وغیرہ کی تاثیرون سے متاثر ہو کر دو متضاد باتون کے رنگ سے رنگ جاتی ہے جس طرح ایک مسلمان بُت کو سجدہ کرنا نور ایمان کے بالکل خلاف جانتا ہے اُسی طرح ایک بُت پرست اُسکو نور دھرم کے موافق سمجھتا ہے اسی لیے خداوند تعالی نے اس قوت سے بھی بالاتر ایک قوت انسان کو عطا کی ہے جسکا نام نور قلب اور الہام فطرت ہے جسکی وجہ سے انسان تمام قومی

ملکی تمدنی بندشین توڑکر اور تمام بچپن کی تربیت عادت اور صحبت کی تاثیرون کو دباکر اور حق و باطل مین تمیز کرکے خاص غلبہ اور تسلط حاصل کرسکتا ہی بہت سے لوگون کی مثالین موجود ہین کہ باوجود اسکے کہ اُنھون نے ایک خاص قوم کی رسوم و عادات مین تربیت پائی اور انھین عادتون صحبتون اور ملکی و تمدنی موانست کے مخالف آب و ہوا مین اُنکی پرورش ہوئی مگر اُنھون نے غور و فکر کے ساتھ الہام فطرت کے نور سے کام لیا اور اُن بندشون اور تاثیرون سے اپنے کو آزاد کیا اور لوگون کی آزادی مین کوشش کی اسی قوت نے حضرت ابراہیم کی رہنمائی کی اور بتون سے اُنکو بیزار کرکے دین حنیف کی برکتون سے مالامال کیا۔

خیر یہ تو فطری شہادتین اور تاریخی روایتین ہین لیکن اب ہم صرف عقل سلیم سے اِس مسئلہ پر غور کرتے ہین تو ہمکو اول نظر ہی مین معلوم ہوجاتا ہی کہ انسان کا مختار ہونا بالکل مشاہدہ اور بداہت کے موافق ہے اور ہر شخص اپنے اختیار پر دل سے یقین رکھتا ہے یہ اور بات ہے کہ محض سخن پروری اور کج بحثی کی نظر سے کٹ حجتیان کرے انسان کے تمام افعال اور اقوال سے بھی اُسکے مختار ہونے کا پورا ثبوت ہوتا ہے رات دن کوئی آدمی کسی آدمی کو حکم دیتا ہے کوئی کسی سے کچھ مانگتا ہے کوئی کسی پر خفا ہوتا ہے لیکن جو صدمہ کسی قدرتی سبب سے انسان کو پہونچ جاتا ہے اُس سے وہ آزردہ خاطر تو ہوتا ہے مگر اُسپر غصہ نہین کرتا یہ سب باتین انسان کے مختار ہونے کی بدیہی شہادتین ہین انسان کا مختار ہونا کسی دلیل کا

محتاج ہی نہین لیکن برخلاف اسکے انسان کا مجبور ہونا البتہ بہت کچھ دلیل کا محتاج ہی اور خلاف بداہت ومشاہدہ کے ہی مولانا روم صاحب رح نے کیا خوب فرمایا ہی اور کیا خوب مثال دی ہی وہ فرماتے ہین ؎

منکرِ حس نیست آن مرد قدر | فعلِ حق حسّیِ نباشد ای پسر

منکرِ فعل خداوندِ جلیل | ہست در انکار مدلول دلیل

یعنے مثلاً ایک شخص کہتا ہے کہ دنیا موجود ہے اور آپ ہی آپ پیدا ہو گئی ہے کوئی اُسکا خالق نہین دوسرا کہتا ہے کہ سرے سے دنیا ہی کا وجود نہین اِن دونون مین سے احمق کون ہوا مولانا فرماتے ہین کہ جانور تک جبر وقدر کا مسئلہ جانتے ہین اگر کوئی شخص ایک کتے کو دور سے پتھر کھینچ مارے تو گو چوٹ کتے کو پتھر سے لگی ہے مگر کتا پتھر پر حملہ نہین کرتا بلکہ پتھر پھینکنے والے پر جسکو وہ مختار سمجھتا ہے حملہ آور ہوتا ہے غرض انسان کا مختار ہونا بالبداہت ثابت ہے اور اسی اختیار کی وجہ سے انسان سعادت یا شقاوت کو اکتساب کرتا ہے اور اسی سعادت وشقاوت کے اکتساب کے موافق انسان مستحق ثواب یا لائق عذاب ہوتا ہے قرآن مجید مین فرمایا ہے۔

تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ | وہ ایک امت تھی جو گذر گئی جو اُسنے کمایا وہ اُسکے لیے ہے اور جو تم کماؤ وہ تمھارے لیے ہے

اِس آیت مین اُسی اکتساب سعادت وشقاوت کی طرف اشارہ ہے ؎

حکیم گفت کہ تقدیر سابق ست ولے | بہیچ حال تو تدبیر خود فرومگذار

اگر موافق حکم قصد است تدبیرت | بکام دل شدی از کار خویشتن برخوردار
وگر مخالف آنست در ارادت معذور | کسیکه دار روز انوار عقل استظهار

سعادت وشقاوت اور عذاب وثواب کا بیان

سوال - اکتساب سعادت وشقاوت کیا چیز ہے اور عذاب وثواب سے کیا مراد ہی؟
جواب - اکتساب اور کسب کے معنے ہین کسی چیز کو کسی ذریعہ سے حاصل کرنا جس کو کمانا کہتے ہین سعادت سے مراد تکمیل نفس ہے جو اخلاق حمیدہ سے حاصل ہوتی ہی اور شقاوت انسان کی رذائل نفس مین رنگ جانے سے مراد ہے خداوند تعالی نے انسان کو مختلف سعادتون یعنے کمالات کا مجموعہ بنایا ہے بعض کمالات نوعی صورت سے تعلق رکھتے ہین اور بعض اسکی جنس سے ان کمالات مین انسان کے ساتھ اور موجودات عالم بھی شریک ہین مثلا قد کا دراز ہونا جسم کا تناسب اور خوبصورت ہونا چہرے پر تازگی ہونا یہ سعادت کے اوصاف کم وبیش نباتات اور جمادات وغیرہ مین بھی پائے جاتے ہین بعض سعادتین انسان اور حیوان مین مشترک ہین جیسے زورآور ہونا بلند آوازی اور جرأت وشجاعت وغیرہ کا ہونا بعض سعادتین نوع انسان کے ساتھ مخصوص ہین

جیسے قوت انتظام تدابیر ملکی فنون وصناعات کی استعداد تہذیب اخلاق وغیرہ لیکن ان سعادتون کو اصلی سعادت نہین کہہ سکتے البتہ اُنکو بالعرض سعادت کہہ سکتے ہین اصلی اور حقیقی سعادت انسانی یہ ہے کہ تمام خواہشات تہذیب اخلاق کی تابع ہون اور تہذیب اخلاق پاکیزگی نفس کے مطیع ہو اور نفس پر عقل کی حکومت ہو اور عقل کا میلان روح حقیقی کے فیضان کی طرف رہے یعنے قوائے ملکیہ اور قوائے بہیمہ اپنے اپنے اعتدال پر قائم رہین اُنمین سے کوئی بیکار اور ایک دوسرے کا مخالف نہو اختلاف سعادت کے اعتبار سے لوگون کی مختلف حالتین ہوا کرتی ہین بعض لوگون کی فطرت سعادت کے وجود کے مخالف ہوتی ہے اُنکی اصلاح اور درستی کی کوئی اُمید ہی نہین ہوسکتی جیسا کہ حدیث مین آیا ہے۔

اَلشَّقِیُّ مَنْ شَقِیَ فِیْ بَطْنِ اُمِّہٖ	بدبخت مان کے پیٹ سے بدبخت پیدا ہوتا ہے۔

خداوند تعالی فرماتا ہے۔

صُمٌّ بُکْمٌ عُمْیٌ فَھُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ	بہرے گونگے اندھے کہ وہ (کسی تدبیر سے) پھر (راہ راست پر) نہین آسکتے

بعض لوگون کی فطرت مین سعادت قبول کرنے کی استعداد ہوتی ہے مگر وہ بد صحبتی بے تربیتی جہالت اور قومی وملکی اور تمدنی رسومات اور تعصبات کی وجہ سے ایسی تیرہ و تار ہوجاتی ہے کہ اُس استعداد کے معدوم ہوجانے کا گمان ہوتا ہے لیکن جب کوئی با اثر روشن ضمیر آدمی بار بار اُنکو متنبہ کرے سخت سخت ریاضتین اور مجاہدے اُنسے کرائے اور اعمال پر مداومت کی تاکید رکھے تو اُنمین حقیقی سعادت کی روشنی کی

جھلک پیدا ہوتی ہے اور استعداد کے مراتب کے لحاظ سے وہ ترقی کرتی جاتی ہے اور رفتہ رفتہ روح پر اُسکا اثر قائم ہوجاتا ہے اس قسم کے لوگون کے لیے انبیا کی جوش پیدا کرنے والی دعوت اور اُنکی مذہبی ہدایات کی ضرورت ہوا کرتی ہے بعثت انبیا سے زیادہ تر یہی لوگ مقصود ہوا کرتے ہین بعض لوگون کی فطرت مین سعادت انسانی کی صفت اجمالی طور پر موجود ہوتی ہے اور اُنکے سعادت کے انوار درخشان ہوا کرتے ہین لیکن سعادت کے مدارج اور اُنکی تفصیلی امور کے سمجھنے مین وہ ایک رہنما کے محتاج ہوتے ہین

يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ | قریب ہے کہ اُسکا روغن روشن ہوجائے اگرچہ اُسکو آگ بھی نہ لگی ہو،

تمام انسانون سے بڑھکر انبیا کا درجہ ہے جو حقیقی سعادت سے سراپا معمور ہوتے ہین وہ کمالات سعادت کو عمل مین لاکر افراد انسانی کی مصلحت کلی کے مناسب اُنکی ہئیتون کو قائم کرتے ہین غرض سعادت کے کمالات اور اُسکے مدارج تو معلوم ہوگئے اب الکتاب سعادت یا شقاوت کو سمجھنا چاہیے جو لوگ کہ پاکیزہ نفس رکھتے ہین اور اخلاق حمیدہ اور صفات پسندیدہ سے موصوف ہوتے ہین یا جو لوگ نہایت نجس ناپاک سور کی طرح ہوتے ہین اور رذیل خصلتین رکھتے ہین ان اخلاق کا اثر اُنکے اعضا مین سے کسی عضو مین نہین ہوتا بلکہ اگر وہ اثر انسان کے اعضا مین ہوا کرتا تو کسی عضو کے جدا ہوجانے سے وہ انسان سے علیحدہ ہوجایا کرتا علاوہ اسکے انسان کے جسم کے تمام اجزا تبدیل و تحلیل ہوتے رہتے ہین یہان تک کہ چندروز مین انسان کا جسم بالکل نیا ہوجاتا ہے اگر اخلاق کا اثر انسان کے جسم پر ہوتا تو انسان تھوڑے عرصے کے بعد اخلاق سے

بالکل معرا ہوجاتا پس معلوم ہوا کہ اخلاق کا اثر انسان کی روح پر ہوتا ہے اور وہی علمی و اخلاقی مرکز ہے ہم اوپر ثابت کر چکے ہین کہ روح حقیقی کا تعلق نسمہ سے یعنے اُن بخارات سے ہوتا ہے جو اخلاط سے پیدا ہوتے ہین اور باعث زندگی ہین اور نسمہ کا تعلق بدن سے ہوتا ہے پس روح جب نسمہ مین سرایت کرتی ہے تو وہ اصول کیمیائی کے مطابق ایک اور قسم کا جسم حاصل کرلیتی ہے جسکا اُس پہلے جسم سے اس خصوصیت کے سبب مختلف ہونا لازمی ہے یہ جسم انسان کے نیک و بد اعمال کے اثر سے داغدار ہوتا رہتا ہے جسطرح ایک سفید کپڑے پر مختلف رنگ کی چھینٹین پڑجائین اور اُسکی حالت تبدیل ہوجائے بلکہ یون سمجھو کہ جس طرح فوٹوگراف کی کیمرے مین پلیٹ رکھی ہو اُسکے سامنے جو چیزین آجائین گی اُنکا نقش اُس پلیٹ پر جمتا جائے گا اسی طرح جو نیک و بد افعال انسان سے عمل مین آتے رہتے ہین فوراً اُنکا اثر روح مین جمتا جاتا ہے اور اُن اثرون سے روح کی حالت تبدیل ہوتی رہتی ہے جبتک کہ روح انسان کے جسم مین موجود ہے اور مختلف شغلون مین لگی ہوئی ہے اُسوقت تک اُن اثرون کے نتیجے جو روح نے کمائے ہین پورے طور پر محسوس نہین ہوتے مگر جب وہ انسان کے جسم سے علیحدہ ہوجاتی ہے اور سب مشاغل زندگی جاتے رہتے ہین تو اُن اثرون کے اچھے یا برے نتیجے پورے طور پر محسوس ہونے لگتے ہین اسی حالت کو خداوند تعالی نے ثواب اور عذاب یعنے جزا اور سزاے اعمال کے نام سے ظاہر کیا ہے چنانچہ فرماتا ہے،

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ	جسنے ایک ذرہ برابر نیکی کی وہ بھی دیکھ لے گا اور جسنے

وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ۔	ذرہ برابر برائی کی وہ بھی دیکھ لے گا۔

خداوند تعالی نے جن جن باتون کا انسان کو حکم کیا ہے یا جن جن باتون سے روکا ہے اُنکے کرنے مین سراسر انسان کی بھلائی اور اُنکے نہ کرنے مین اُسی کا نقصان اور اُسکی خرابی ہے خدا کی رضامندی یا نارضامندی کا انسانون کی رضامندی یا نارضامندی پر قیاس کرنا سخت غلطی ہے خدا درحقیقت نہ راضی ہوتا ہے نہ ناراض جو کچھ لوگ کرتے ہین وہ اپنے لیے آپ کرتے ہین عذاب و ثواب کو معلق سمجھنا اور یہ کہنا کہ بعد کو خدا ثواب یا عذاب دیگا صحیح نہین جیسا کہ خدائے تعالی فرماتا ہے۔

مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ	جو شخص ہدایت مانتا ہے تو اپنے نفس کے لیے
وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا۔	اور جو گمراہ ہوتا ہے تو وہ اپنے نفس کی طرف ہے۔

امام غزالی رح لکھتے ہین کہ جسطرح خدا نے شفا کے لیے ایک سبب بنایا ہے اُسیطرح سعادت کے لیے طاعت کو سبب بنایا ہے اور نفس کو مجاہدہ کے ذریعہ سے (جو رذیل عادتون سے محفوظ رکھے) خواہش نفسانی سے روکنا نجات دینے والی چیزون مین ہے اور رذیل عادتین ہلاک کرنے والی چیزون مین ہین گناہ اخروی زندگی کے حق مین ایسے ہین جیسے دنیاوی زندگی کے حق مین زہر۔ خدا کا کوئی حکم دینا یا منع کرنا اسطرح کا نہین ہے جسطرح کوئی مالک اپنے غلام کو کوئی حکم دیتا ہے یا کسی کام سے منع کرتا ہے کیونکہ اسمین تو مالک کی غرض کوئی نہ کوئی متعلق ہوا کرتی ہے بلکہ خدا کا کوئی حکم دینا یا منع کرنا اسطرح کا ہے جیسے کوئی طبیب بیمار کو

کوئی حکم دیتا ہے یا کسی چیز سے منع کرتا ہی مثلاً غلبۂ حرارت مین سرد چیزون کا حکم دیتا ہے حالانکہ طبیب کو اُس چیز کے پینے سے کچھ فائدہ نہین اگر بیمار طبیب کا کہا نہ مانے تو طبیب کا کچھ نقصان نہین فائدہ اور نقصان جو کچھ ہے وہ بیمار کا ہے طبیب تو صرف ایک رہنما ہے بیمار کا زندہ رہنا یا مرجانا طبیب کے لیے یکسان ہے کیونکہ وہ بیمار کی زندگی و موت دونون سے مستغنی ہے انبیا علیہم السلام روح کے طبیب ہین لوگون کو تزکیۂ قلب کے طریقے سے بھلائی کا رستہ بتلاتے ہین جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا — کامیاب ہوا جسنے اُسکو پاک کیا اور ناکام رہا جسنے اُسکو خراب کیا

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ — اُسدن نہ مال ہی کام آئیگا اور نہ بیٹے (یہی کام آئین گے) مگر وہان اُسکی نجات ہوگی) جو پاک دل لیکر خدا کے حضور مین حاضر ہوگا

پس ظاہر ہے کہ نجات نہین پاتا مگر وہ شخص جو خدا کے سامنے قلب سلیم لیکر آئے جسطرح کہ صحت نہین پاتا مگر وہ شخص جو مزاج مین اعتدال رکھتا ہو جسطرح طبیب کا یہ کہنا صحیح ہے کہ مین نے تجکو بتادیا کہ فلان چیز مضر ہی اور فلان چیز مفید پس اگر تو میرا کہنا مانے گا تو اپنے لیے اور اگر نہ مانے گا تو اپنے لیے اسیطرح خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا۔ — جو شخص اچھے عمل کرتا ہے وہ اپنے لیے اور جو شخص برے کام کرتا ہے وہ اپنے لیے۔

وَاتَّقُوا يَوْمًا لَا تَجْزِي نَفْسٌ عَنْ نَفْسٍ — اُسدن (یعنے روز قیامت سے) ڈرو کہ کوئی شخص کسی شخص کے

شَیْئًا وَّلَا یُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا یُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ۔	کچھ بھی کام نہ آئے اور نہ اُسکی طرف سے (کسی کی) سفارش قبول ہو اور نہ اُس سے (کسی طرح کا) کچھ معاوضہ لیا جائے اور نہ لوگون کو (کہین سے) کچھ مدد پہونچے۔
اَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ۔	ڈراؤ (اے پیغمبر) اپنے کنبے والون کو اور اقربا کو۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عباس چچا اور اے صفیہ پھوپھی اور اے فاطمہ محمدؐ کی بیٹی خدا کے نزدیک مین تمھارے کچھ کام نہ آونگا مجکو میرا عمل مفید ہوگا اور تمکو تمھارا۔

گناہون کا معاف ہونا اور شرک کا نہ معاف ہونا

سوال۔ سعادت وشقاوت اور عذاب وثواب کی حقیقت تو معلوم ہوئی لیکن گناہون کے معاف ہونے اور شرک کے نہ معاف ہونے سے کیا مراد ہے کیونکہ روح جن اثرون کو قبول کرتی ہے اور جن سے اُسکا جسم داغدار ہو جایا کرتا ہے اگر اس حالت سے روح کا نکلنا ممکن نہین تو پھر گناہون کے معاف ہونے سے یعنے مغفرت سے کیا مقصود ہے اور اگر اس حالت سے روح کا نکلنا ممکن ہے تو شرک کے نہ معاف ہونے کی کیا وجہ ہے۔

جواب۔ روح جو ایک لطیف جوہر ذی تعقل وذی ارادہ ہے اُسکو اپنی لطافت وصفات ذاتی کی وجہ سے علۃ العلل مبدءِ فیاض یعنے خدا کے ساتھ ایک خاص

خصوصیت ہے خدائے تعالی فرماتا ہے۔

نَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ	پھونکی مین نے اُسمین اپنی روح۔

خدا نے روح کی نسبت جو اپنے ساتھ کی ہے وہ گویا روح کی حیّز کی طرف اشارہ ہے ہم تمام موجودات مین دیکھتے ہین کہ اُنکو بالطبع اپنے حیّز کی طرف میلان ہوا کرتا ہے مثلاً ہم پتھر کو جب اوپر کی طرف زور سے پھینکتے ہین تو وہ اس قدر تیزی سے اوپر کی طرف نہین جاتا جسقدر وہ تیزی سے اپنی حیّز کی طرف پلٹتا ہے پس کوئی وجہ نہین کہ روح کو بھی اپنی حیّز کی طرف میلان نہو کیونکہ اس میلان کا مقصود راحت وسکون ہے اور جبتک کہ کوئی شے اپنے حیّز پر نہ پہونچے اُسوقت تک اُسکو اضطراب والم لازمی ہے اور برابر قائم رہتا ہے پس انسان نے اگر اخلاق پاکیزہ اور اعمال نیک حاصل کیے ہین جو لطافت روح کے مخالف نہین ہین تو روح کو اپنے حیّز تک پہونچنے مین کچھ دقت نہین ہوتی اور اگر انسان نے رذیل خصلتین حاصل کی ہین جو لطافتِ روح کے مخالف ہین تو اُسکو اپنے حیز تک پہونچنے مین دشواری ہوتی ہے اور وہ اپنے کو اُن بداثرون سے پاک کرنا چاہتی ہے پس اگر اُن بداثرون کا اکتساب ایسا کمزور ہے کہ اُسپر لطافت روح غالب آسکتی ہے تو بعد غلبہ کے روح اُن بداثرون سے بریت حاصل کر لیتی ہے اسی کا نام مغفرت یعنے گناہون کا معاف ہونا ہے اور اگر وہ اکتساب ایسا ہے کہ اُسنے روح کی لطافت کو بالکل کثیف اور روح کو ایسا ضعیف کر دیا ہے کہ وہ اُن بداثرون پر غالب نہین آسکتی

تو ہمیشہ روح اپنے حیز سے جدا اضطراب و الم کی حالت مین جو اُسکے لیے لازمی ہے مبتلا رہتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمکو خبر دی ہے کہ شرک ہی ایک ایسی چیز ہے کہ وہ روح کو ایسا کثیف اور ضعیف کردیتا ہے کہ پھر وہ روح کسی طرح اُن بد اثرون پر غالب نہین آسکتی اور ہمیشہ اپنے حیز سے جدا اضطراب و الم مین مبتلا رہا کرتی ہے اسی کا نام عدم مغفرت ہے یعنی شرک کا نہ معاف ہونا چنانچہ خداوند تعالی فرماتا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ۔	حقیقت مین اللہ نہین بخشنے گا مشرک کو اور بخشے گا سوائے اُسکے۔

غرض بعد قیامت حشر کے دن موحدین نجات پائین گے بہشت مین جائین گے اور مشرکین معذب ہون گے اور دوزخ مین رہین گے۔

قیامت کا بیان

سوال۔ قیامت کیا چیز ہے اور وہ کیونکر واقع ہوگی۔

جواب۔ حدیث مین آیا ہے کہ مَنْ مَّاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِیَامَتُہٗ جب آدمی مرگیا اُسی وقت اُسکی قیامت قائم ہوگئی جو حالت انسان پر مرنے کے وقت گذرتی ہے اُسکو خداوند تعالی ان الفاظ مین بیان فرماتا ہے۔

یَسْئَلُ اَیَّانَ یَوْمُ الْقِیَامَۃِ فَاِذَا	پوچھتا ہے کہ بھلا روز قیامت کب ہوگا؟ تو جب

فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ وَخَسَفَ الْقَمَرُ	(مارے ہیبت کے) آنکھین پتھرا جائین اور چاند گہنا جائے اور
وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ يَقُوْلُ	سورج وچاند دونون یکجا کر دیے جائین اُسدن آدمی
الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ	بول اُٹھیگا کہ اب کدھر کو بھاگ کر جائین سو (اے آدمی)
كَلَّا لَا وَزَرَ اِلٰى رَبِّكَ	بھاگنا تو ہو نہین سکیگا (اُسدن) کہین پناہ نہین (اور)
يَوْمَئِذِ الْمُسْتَقَرُّ يُنَبَّؤُ	اُسدن ٹھکانا (ہوگا تو) تیرے پروردگار (ہی) کے پاس
الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ	ہوگا اُسدن انسان کو جتا دیا جائے گا کہ کیسے اعمال اُسنے
بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ بَلِ	(پہلے سے زاد آخرت بناکر) بھیجے ہین اور کیسے آثار (وہ دنیا
الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ	مین) پیچھے چھوڑ آیا ہے بلکہ (خود) انسان اپنے مقابلہ مین
بَصِيْرَةٌ وَّلَوْ اَلْقٰى	حجت ہے گو وہ (اپنے تئین بے قصور ثابت کرنے کے لیے کتنے ہی)
مَعَاذِيْرَهٗ ط	بہانے پیش لایا کرے۔

اسکے بعد فرماتا ہے۔

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ	اُسدن بہت (لوگون کے) مُنھ ترو تازہ (کھلکھلی لگائے)
اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ	اپنے پروردگار کو دیکھ رہے ہونگے اور بہتیرے مُنھ اسدن
وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ بَاسِرَةٌ	بُرے بن رہے ہونگے (کیونکہ وہ) سمجھ رہے ہین کہ اُنکے ساتھ

ـه دنیا سے گئے پیچھے کچھ آثار بُرے بھلے آدمی کے یادگار رہجاتے ہین اُن ہی کی طرف اشارہ ہے یا شاید مطلق تقدیم و تاخیر مراد ہو کہ کسی کام کو جلدی سے وقت پر کیا اور کسی کام کو دیر مین کیا ۱۲ ـله یعنی آنکھ کی روشنی جاتی رہیگی آنکھین اندر بیٹھ جائین گی چاند و سورج یعنے رات و دن اکھٹے ہو جائین گے کہ اُسکو کچھ تمیز نہ رہے گی کہ دن ہے یا رات سب چیز دھندلی دکھائی دیگی اسی بنا پر کہا گیا ہے کہ مرتے وقت انسان کو شام کا وقت دکھائی دیتا ہے ۱۲

تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ۝ كَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ۝ وَقِيْلَ مَنْ سكته رَاقٍ ۝ وَّظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ ۝ وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ۝ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ الْمَسَاقُ ط

ایسی سختی کی جانے کو ہے جو (انکی) کمر توڑ دیگی سنوجی ! جب (جان بدن سے کھچکر گلے کی) ہنسلی تک آ پہونچیگی اور (مرنے والے کے بیماردار) چلا اُٹھین گے کہ (ارے) کوئی جھاڑنے والا ہے ؟ (تو اُسکو آکر جھاڑے) اور (اُس بیمار) کو یقین ہوجائے گا کہ (اب) یہ (دُنیا سے) مفارقت کا (کا وقت) ہے اور (جان کنی کی تکلیف سے ایک پاؤن کی پنڈلی دوسرے پاؤن کی) پنڈلی سے لپٹ (لپٹ) جائیگی) اے شخص جب یہ حالتین پیش آئین گی) اُسدن تجکو اپنے پروردگار کی طرف چلنا ہوگا۔

درحقیقت اصلی قیامت تو انسان کا مرنا ہے لیکن ایک اور قیامت بھی ہے جو اس عالم کائنات پر گزریگی اُس قیامت کی خداوند تعالی نے ان الفاظ مین خبر دی ہے

يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ط

جب کہ (یہ) زمین بدلکر دوسری طرح کی زمین کردیجائیگی اور (علی ہٰذا القیاس) آسمان اور (سب) لوگ خدائے واحد اور زبردست کے سامنے (جواب دہی کے لیے) اپنی اپنی جگہ سے نکل کھڑے ہونگے۔

كَلَّآ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ

مگر جسدن زمین مارے دھکون کے چکنا چور ہوجائے اور (اے پیغمبر) تمھارا پروردگار (رونق افروز ہوگا اور فرشتے

صَفًّا صَفًّا۔	صف بستہ (اُسکے جلو مین ہون گے)
اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ۔	جب کہ آسمان پھٹ جائے اور جب ستارے جھڑ پڑین اور جب دریاؤن کو (اُنکی اصلی جگہ سے اُچھال کر دوسری طرف کو) بہا دیا جائے اور جب قبرین اُکھاڑ دیجائین (اُسوقت) ہر شخص جان لیگا کہ اُسنے کیسے عمل پہلے سے (زادِ آخرت بنا کر) بھیجے ہین اور کیسے آثار دنیا مین پیچھے چھوڑ آیا ہے۔

یہ قیامت ایک ایسا واقعہ ہے جو امور طبعی کے مطابق اس دنیا پر واقع ہوگا لیکن یہ کوئی نہین جان سکتا کہ وہ کب ہوگا خداوند تعالی نے اس طبعی واقعہ کو قرآن مجید مین جابجا مختلف پیرایون اور مختلف تشبیہون سے اپنی قدرت کاملہ کے اظہار اور اپنے کو معبود حقیقی ثابت کرنے کے لیے بیان فرمایا ہے کیونکہ دنیا مین نادان لوگ پہاڑون کی پرستش کیا کرتے تھے دریا کی پوجا ہوا کرتی تھی آگ اور ستارون اور جنون کی پرستش کیجاتی تھی خدا نے بتا دیا کہ یہ سب چیزین ایک دن فنا یعنے متغیر ہونے والی ہین اور اُنمین سے کسیکو استحقاقِ عبادت نہین دنیا کا متغیر ہونا یعنے بدل جانا جسکی خداوند تعالی نے خبر دی ہے دو طرح پر ہو سکتا ہے ایک یہ کہ اُس چیز کی ذات باقی رہے لیکن اُسکی صفتین بدل جائین دوسری صورت یہ کہ وہ چیز خود ہی نہ رہے حضرت ابن مسعودؓ کہتے ہین کہ یہ زمین بدلکر

چمکتی ہوئی چاندی بنجائیگی لیکن حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہین کہ زمین سے یہی مین
مراد ہے مگر اُسکی صفتین تبدیل ہوجائین گی پہاڑ زمین سے اُڑجائین گے دریا بہہ نکلین گے
زمین کا نشیب و فراز سب جاتا رہیگا اصول سائنس سے ثابت ہوا ہے کہ زمین کا
مدار جو آفتاب کے گرد ہے وہ چھوٹا ہوتا جاتا ہے پس ضرور ہے کہ ایک عرصۂ دراز
کے بعد گو وہ لاکھون اور کروڑون برس ہی کیون نہون جب مدار زمین گھٹ جائیگا
تو دنیا مین ایک عام تہلکہ برپا ہوگا اور زمین درہم برہم ہوجائے گی اسی طرح زمین مین
دو حرکتین ہین ایک محوری یعنی روزانہ اور دوسری حرکت دوری یا سالانہ یہ دونون
حرکتین بوجہ رگڑ کی حرارت مین تبدیل ہوتی جاتی ہین اور زمین کی تیزی مین کمی آتی
جاتی ہے یہ سچ ہے کہ انرجی یعنے مدمقابل پر غالب آنے کی قوت معدوم نہین ہوسکتی
مگر وہ حرارت مین تبدیل ہوسکتی ہے اور انرجی کی حرارت مین تبدیل ہونے سے ایک
وقت مین ایتھر کا ٹمپریچر جو فضائے عالم مین بھرا ہوا ہے اپنی حد سے تجاوز
کرجائے گا اُسوقت یہ دنیا رہنے کی جگہ نہین رہیگی اور ضرور ہے کہ کمی حرکت کا آخری
نتیجہ یہ ہو کہ سب سیارے کسی وقت مین آفتاب سے ٹکرا جائین زمین پھٹ جائے پہاڑ
ریزے ریزے ہوجائین بہرحال اس واقعہ طبعی کا زمین پر گزرنا اور اُسکے خواص اور
اوصاف کا تبدیل ہونا ضروری ہے اُسوقت جو کچھ ہونا ہوگا وہ ہوگا انسان وحوش
وطیور پر جو گذرنا ہے وہ گذریگا روحون اور ملائکہ پر جو حال پیش آنا ہے وہ آئے گا جسکی
خداوند تعالیٰ نے خبر دی ہے۔ اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا۔

حشر اور حساب و کتاب و میزان کا بیان

سوال۔ حشر کیا چیز ہے اور حساب و کتاب سے کیا مراد ہے اور میزان کسطرح قائم کیجائے گی۔

جواب۔ اِس قیامت کے بعد حشر و حساب و کتاب و میزان عدل و صراط اور دوزخ اور جنت وغیرہ کے واقعات پیش ہون گے حشر کے متعلق روایت مین صرف اسی قدر ہے کہ مُردے زندہ ہوکر اُٹھین گے یہ کہین بیان نہین کیا گیا کہ انکا جسم بھی وہی جسم ہوگا جو دنیا مین تھا بات یہ ہے کہ روح جب نسمہ سے ملجاتی ہے تو خود وہ ایک جسم پیدا کرلیتی ہے اور جب انسان مرتا ہے اور روح اُس سے علیحدہ ہوتی ہے تو اسوقت وہ خود ایک جسم رکھتی ہے چنانچہ اسی بنا پر شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ مین فرماتے ہین کہ

لَيْسَتْ حَيٰوةٌ مُّسْتَانِفَةٌ اِنَّمَا هِيَ تَتِمَّةُ النَّشْاَةِ الْمُتَقَدِّمَةِ بِمَنْزِلَةِ التُّخَمَةِ لِكَثْرَةِ الْاَكْلِ۔	یعنے حشر مین کوئی نئی زندگی نہین ہے بلکہ وہ اسی پہلے زندگی کا تتمہ ہے جسطرح زیادہ کھاجانے سے بدہضمی ہوجاتی ہے۔

لیکن بعد مین ایک گروہ متکلمین کا پیدا ہوا اُسنے اتنا اور اضافہ کیا کہ حشر مین وہی جسم ہوگا جو دنیا مین تھا اور وہی صورت ہوگی اسپر لوگون نے اعتراض کیا کہ اول تو معدوم کا اعادہ ہونا محال ہے دوسرے یہ کہ دُنیا مین مثلاً ایک آدم خوار آدمی نے ایک

آدمی کو مار کر کھا لیا اور اُس مقتول کے بدن کے اجزا اس آدم خوار آدمی کے اجزا بدن مین شامل ہو کر ایک ہو گئے تو اُس حالت مین اگر قاتل کا جسم حشر مین وہی ہو گا جو دنیا مین تھا تو مقتول کا جسم وہی جسم نہین ہو سکتا اس بات کے لوگون نے بہت سے ضعیف اور مشکوک جواب دیے ہین مگر بقول امام غزالی رح ٹھیک یہی ہے کہ مُردے زندہ ہو کر حشر مین اُٹھین گے اُنکے جسمون کا وہی جسم ہونا ضرور نہین امام صاحب کیمیاے سعادت مین فرماتے ہین۔ "شرط اعادہ آن نیست کہ ہمان قالب کہ داشتہ است بوے باز دہند کہ قالب مرکب ست اگرچہ اسپ بدل افتد سوار ہمان باشد و از کودکے تا پیرے خود بدل افتادہ باشد اجزاے آن با جزاے غذاے دیگر او ہمان بود" یعنے حشر کے دن پیدا ہوتے مین اُنھین جسمون کا اعادہ ضروری نہین ہے اسلیے کہ جسم تو ایک سواری ہے اگر گھوڑا بدل جائے تو اُس سے سوار کا بدل جانا لازم نہین آتا بچپن سے بڑھاپے تک خود انسان تبدیل ہوتا رہتا ہے اُسکے بدن کے اجزا غذا کے اجزا سے بدلتے رہتے ہین لیکن انسان وہی انسان رہتا ہے روز حشر کے متعلق حساب و کتاب کا ہونا بھی بیان کیا گیا ہے خداے تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ	تمپر (ہمارے) چوکیدار (تعینات) ہین (یعنی) کراماً کاتبین[1] (فرشتے) جو کچھ بھی تم کرتے ہو اُن کو معلوم رہتا ہے۔

[1] کراماً کاتبین کے اصلی معنی ہین گرامی قدر لکھنے والے یہ دو فرشتے اعمال نیک و بد کے لکھنے کے لیے انسان پر تعینات ہین کراماً کاتبین تو درحقیقت اُن دو فرشتون کی صفت تھی مگر اب یہ صفت بجائے اُن دو فرشتون کے نام کی استعمال کیجاتی ہے ۱۲

وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا وَكَفٰى بِنَا حَاسِبِيْنَ۔	اور قیامت کے دن (لوگون کے اعمال تولنے کے لیے) ہم سچی ڈنڈیان لگا دین گے تو کسی شخص پر ذرا بھی ظلم نہ ہوگا اور اگر رائی کے دانے کے برابر بھی (کسی کا عمل) ہوگا تو ہم اُسکو بھی (تولنے کے لیے) لا موجود کرینگے اور حساب لینے کو ہم (اکیلے) بس ہین

یہ بیان کوئی حقیقی سمجھے یا تمثیلی لیکن جب ہم قرآن مجید مین یہ پڑھتے ہین۔

وَهُوَ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا فِيْ اَنْفُسِكُمْ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ۔	وہ جانتا ہے تمھارے باطن کو اور تمھارے ظاہر کو اور جانتا ہے جو کچھ تمھارے دلون مین ہے اور اگر ظاہر کرو جو تمھارے دلون مین ہے یا چھپاؤ تم اُسکو تو اللہ تم سے اُسکا حساب لیگا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کو نہ کسی لکھنے والے کی حاجت ہے اور نہ کوئی شے اُس سے مخفی ہے قطع نظر اسکے اعمال کوئی جسم نہین رکھتے جو اُنکا ہلکا یا بھاری پن ترازو سے معلوم کیا جائے تو اس سے یقین ہوتا ہے کہ خداوند تعالیٰ کو بطور تمثیل صرف اس بات کا جتانا مقصود ہے کہ جو کچھ انسان اپنی زندگی مین اچھے یا بُرے اعمال کرتے ہین اُنمین سے کوئی بھی ضائع نہ جائے گا اور اپنے عدل کے ترازو سے اُنکی کمی و زیادتی کو ظاہر کردیگا۔ امام غزالی رح اپنی کتاب المضنون مین لکھتے ہین کہ اس دنیا مین ثقیل چیزون کے تولنے کے لیے پلڑے دار ترازو ہے آسمانون کی حرکت اور وقت دریافت کرنے کے لیے میزان الشمس یعنے آفتاب کی ترازو ہے سطرون کے اندازے کی ترازو مسطر ہے اور شعرون کی ترازو علم عروض ہے اور آوازین یعنے گانے کی ترازو علم موسیقی ہے

پس خدا کو اختیار ہے کہ اعمال کے اندازے کی ترازو کو مجسم کر دے یا صرف خیال میں اُسکی تمثیل قائم کر دے امام صاحب اپنی کتاب التفرقہ بین الاسلام والزندقہ مین لکھتے ہین کہ تصدیق کے معنے یہ ہین کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جس چیز کے وجود کی خبر دی ہے اُسکے وجود کو تسلیم کیا جائے لیکن وجود کی پانچ قسمین یعنے درجے ہین اور اُنھین قسمون اور درجون سے ناواقف ہونے کے سبب سے ایک فرقہ دوسرے فرقے کی تکذیب کرتا ہے اسلیے مین وجود کے پانچون قسمون کی تفصیل کرتا ہون۔

(۱) وجود ذاتی یعنے جو وجود خارج مین موجود ہو۔

(۲) وجود حسی یعنے جو وجود صرف حاسہ مین موجود ہو مثلاً خواب مین جن چیزون کو ہم دیکھتے ہین اُنکا وجود ہمارے حاسہ مین موجود ہوتا ہے یا جسطرح بیمارون کو جاگنے کی حالت مین خیالی صورتین نظر آتی ہین یا شعلۂ جوالہ کا دائرہ جو درحقیقت دائرہ نہین لیکن ہمکو وہ دائرہ نظر آتا ہے۔

(۳) وجود خیالی مثلاً زید کو ہمنے دیکھا پھر آنکھین بند کرلین تو زید کی صورت جو اب ہماری آنکھون مین پھرتی ہے وہ ایک وجود خیالی ہے۔

(۴) وجود عقلی یعنے کسی چیز کی عقلی حقیقت مثلاً جب کسی چیز کو ہم کہتے ہین کہ یہ چیز بالکل ہمارے ہاتھ مین ہے لیکن اس کہنے سے یہ مطلب نہین ہوتا کہ درحقیقت وہ چیز اُسوقت ہمارے ہاتھ مین ہوتی ہے بلکہ مقصود یہ ہوتا ہے کہ وہ چیز ہمارے قدرت واختیار مین ہے پس اس کہنے سے قدرت واختیار کا وجود جسکو ہمنے ہاتھ کے

لفظ سے تعبیر کیا ایک عقلی وجود ہے۔

(۵) وجود شبہی یعنے کوئی شے خود تو موجود نہین لیکن اُسکی مشابہ ایک چیز موجود ہے۔

ان وجود کے اقسام بیان کرنے کے بعد امام صاحب نے ہر ایک قسم کی کئی طرح پر مثالین بیان کی ہین تفصیلی مثالون کے بیان کرنے کے بعد لکھتے ہین کہ شریعت مین جن چیزون کا ذکر آیا ہے اُنکے وجود کا بالکل انکار کرنا کفر ہے لیکن اگر کوئی شخص اُن چیزون مین سے کسی چیز کا وجود ان پانچ قسم کے وجودون مین سے کسی ایک قسم کا وجود تسلیم کرتا ہے تو یہ کفر نہین ہے کیونکہ یہ تاویل ہے اور تاویل سے کسی ایک فرقہ کو بھی مفر نہین ہے سب سے زیادہ امام احمد بن حنبل تاویل سے بچتے ہین لیکن ان چند حدیثون مین انکو بھی تاویل کرنی پڑی ہے مثلاً حدیث مین آیا ہے کہ حجر اسود خدا کا ہاتھ ہے مسلمانون کا دل خدا کی انگلیون مین ہے مجکو یمن سے خدا کی خوشبو آتی ہے پھر لکھتے ہین کہ حدیثون مین آیا ہے کہ حشر مین اعمال تولے جائین گے لیکن چونکہ اعمال عرض ہین اور وہ تولے نہین جا سکتے اسلیے سب کو اُنکی تاویل کرنی پڑی اشاعرہ کہتے ہین کہ نامۂ اعمال کے کاغذ تولے جائین گے معتزلہ کہتے ہین کہ تولنے سے حقیقت کا اظہار مراد ہے بہرحال تاویل دونون کو کرنی پڑی باقی جو شخص اس بات کا قائل ہے کہ نہین اعمال ہی (جو عرض ہین) وہی تولے جائین گے اور اُنھین مین وزن پیدا کر دیا جائے گا وہ سخت جاہل اور عقل سے بالکل خالی ہے مین کہتا ہون کہ جب ایک شے کی حقیقت صاف عقلی طور پر یا تجربہ سے یا ہندسہ کے اصول مسلمہ کے

طور پر ثابت ہو جائے مثلاً دو اور دو چار ہون گے پانچ نہین ہو سکتے اور بظاہر کوئی حکم شریعت اُسکے خلاف معلوم ہوتا ہو تو ایسی حالت مین اگر الفاظ شریعت کے معنے (جو ایک سچے مذہب اور خدا کے بھیجے ہوئے مذہب سے علاقہ رکھتے ہین اور وہ جامع و کامل بھی ہے) اُس حقیقت کے مطابق بیان کیے جائین تو ایسے معنے پر لفظ تاویل کا اطلاق کرنا بالکل غلط ہے کیونکہ خلاف نفس الامر اور مخالف مرضی شارع ہے کیونکہ تاویل کے معنے ہین مطلب کو پھیر کر بیان کرنے کے اسکی مثال تو ایسی ہوئی جسطرح کوئی نوکر یا شاگرد اپنے آقا یا اُستاد کی غلط سے غلط اور بعید از قیاس بات کو بھی صحیح ثابت کرنے کے لیے کوشش کرتا ہے اصل یہ ہے کہ ایسی حالت مین جو معنے لیے جائین گے وہی ٹھیک اور اصل معنے ہونگے نہ تاویل کیے ہوئے معنے۔

صراط کا بیان

سوال۔ صراط کیا چیز ہے اور اُسپر سے گزرنے کے کیا معنے ہین۔

جواب۔ حدیث مین آیا ہے کہ صراط بال سے باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے جو شخص صراط مستقیم پر یہان قائم رہا وہ عالم آخرت مین بھی اُسپر قائم رہیگا اور عافیت کے ساتھ اُسپر سے گزر جائیگا امام صاحب کتاب المضنون مین لکھتے ہین کہ وہ بال کے مانند ہے بال کی باریکی کو بھی اُس سے کچھ مناسبت نہین جسطرح کہ خط علم ہندسہ مین (جو دھوپ اور چھاؤن کے بیچ مین فاصل ہوتا ہے) بال کی باریکی کو اُس سے

کچھ بھی مناسبت نہین پھر امام فرماتے ہین کہ اِسی طرح صراط سے مراد وہ اعتدال اور توسط حقیقی اختیار کرنا ہے کہ جو انسان کے متضاد اخلاق سے تعلق رکھتا ہے ہر چیز کے دوسرے ہین ایک افراط اور ایک تفریط یہ دونون خراب ہین اور دونون سرون کا جو بیچون بیچ ہے وہ توسط و اعتدال ہے جو کسی طرف مائل نہین نہ زیادتی کی طرف نہ کمی کی طرف جیسے کہ وہ خط جو دھوپ اور چھاؤن مین فاصل ہے نہ تو اُسکو دھوپ مین کہہ سکتے ہین نہ چھاؤن مین پھر امام صاحب فرماتے ہین کہ انسان کا کمال یہ ہے کہ جہانتک ہوسکے فرشتون کی مشابہت پیدا کرے جنمین ایک دوسرے کے مخالف اوصاف نہین پائے جاتے جیسے کہ انسان مین انسان متضاد اوصاف سے بالکل علیحدہ نہین ہوسکتا اسی لیے اُسکو حکم ہوا ہے کہ وہ ایسا طریقہ اختیار کرے جو اُن بُرے اوصاف سے علیحدہ ہوجانے کے مشابہ ہو گو کہ حقیقت مین علیحدہ ہوجانا نہو اور وہ یہی توسط کا درجہ ہے جیسے سمویا ہوا پانی کہ نہ گرم ہے نہ سرد کنجوسی و فضول خرچی انسان کی دو صفتین ہین اور سخاوت اُن مین توسط کا درجہ ہے جسمین نہ کنجوسی ہے نہ فضول خرچی پس صراط مستقیم وہ توسط حقیقی ہے جو بال سے بھی زیادہ باریک ہے" پھر جب خدائے تعالی قیامت مین اِس صراط مستقیم کو متمثل کردیگا تو جو کوئی اِس دنیا مین صراط مستقیم پر ہوگا وہ صراط آخرت پر بھی سیدھا چلا جائیگا۔ خدا تعالی فرماتا ہے

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ	(اے پیغمبر لوگون سے) کہو کہ (ادھر) آئین تمکو وہ چیزین پڑھکر سناتا ہون جو تمھارے پروردگار نے تم پر حرام کی ہین

اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ
اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ
مِّنْ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ
وَاِيَّاهُمْ ۚ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ
مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا
النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكُمْ
وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۭ
وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ
هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ
وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ
بِالْقِسْطِ ۚ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا
وُسْعَهَا ۚ وَاِذَا قُلْتُمْ
فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۚ
وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ۭ ذٰلِكُمْ
وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۙ
وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا
فَاتَّبِعُوْهُ ۚ

(۵۵) یہ کہ کسی چیز کو خدا کا شریک نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ
سلوک کرتے رہو اور مفلسی (کے ڈر) سے اپنے بچون کو قتل نکرو
(کیونکہ) ہم (ہی) تمکو (بھی) رزق دیتے ہین اور اُنکو (بھی) اور
بیحیائی کی باتین جو ظاہر ہون اور جو پوشیدہ ہون اُنمین سے
کسیکے پاس بھی مت پھٹکنا اور جان جس (کے مارنے) کو اللہ
حرام کر دیا ہے (اُسکو) مار نہ ڈالنا مگر حق پر یہ ہین وہ باتین جنکا حکم
خدا نے تمکو دیا ہے تاکہ تم (دنیا مین رہنے کا طریقہ) سمجھو اور یتیم
کے مال کے پاس (بھی) نہ جانا مگر ایسے طور پر کہ (اُسکے حق
مین) بہتر ہو یہانتک کہ وہ اپنی جوانی (کی عمر) کو پہونچے اور
انصاف کے ساتھ پوری پوری ناپ کرو اور (پوری پوری)
تول ہم کسی شخص پر اُسکی سمائی سے بڑھکر بوجھ نہین ڈالتے
اور اگر گواہی دینی ہو یا فیصلہ کرنا پڑے (جب بات کہو تو گو (فریق
مقدمہ اپنا) قرابت مند ہی (کیون نہ) ہو انصاف (کا پاس)
کرو اور اللہ کے (ساتھ جو) عہد (کر چکے ہو اُس کو) پورا کرو
یہ ہین وہ باتین جنکا تمکو خدا نے حکم دیا ہے تاکہ تم نصیحت
پکڑو اور (اُسنے) یہ (بھی ارشاد فرمایا ہے) کہ یہی ہمارا
سیدھا راستہ ہے تو اسی پر چلے جاؤ۔

دوزخ وجنت کا بیان

سوال۔ جنت و دوزخ کی کیا حقیقت ہے۔

جواب۔ خدا تعالے فرماتا ہے۔

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۭ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا ھٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۙ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ۭ وَلَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ۔

اور (اے پیغمبر) جو لوگ ایمان لائے اور اُنھون نے نیک عمل (بھی) کیے اُنکو خوشخبری سُنا دو کہ اُنکے لیے (بہشت کے) باغ ہین جنکے نیچے نہرین (بڑی) بہ رہی ہونگی جب اُن کو اُنمین کا کوئی میوہ کھانے کو دیا جائے گا تو کہین گے یہ تو ہم کو پہلے بھی (دکھانے کے لیے) مل چکا ہے اور (یہ) اسلیے کہین گے کہ اُنکو ایک ہی صورت (شکل) کے میوے ملا کرین گے اور وہان اُنکے لیے بیبیان ہونگی پاک صاف اور وہ ان (باغون) مین ہمیشہ (ہمیشہ) رہین گے۔

دوزخ کی نسبت خدا تعالے فرماتا ہے۔

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِىْ وَقُوْدُھَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ۔

پس اگر (اتنی بات بھی) نہ کر سکو اور ہرگز نہ کر سکو گے تو (دوزخ کی) آگ سے ڈرو جسکے ایندھن آدمی اور پتھر ہون گے (اور وہ) منکرون کے لیے (دہکی دہکائی) تیار ہے۔

عام خیال یہ ہے کہ جنت و دوزخ مثل دنیا کے باغات و آتش خانے کے ہین مگر عمدگی

اور سختی کے اعتبار سے انسے بہتر یا بدتر ہین اور پہلے سے مخلوق ہو چکی ہین جیسا کہ اُعِدَّت
یعنے تیار ہی سے ظاہر ہوتا ہے لیکن حضرت ابن عباس فرماتے ہین کہ نام کے سوا دُنیا
و آخرت کی چیزون مین کوئی اشتراک نہین خداوند تعالی نے قرآن مجید مین دوسرے
مقام پر جنت یا بہشت کی ماہیت خود ان الفاظ مین بتائی ہے۔

فَلَا تَعْلَمُ مَا أُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ۔	کوئی شخص بھی نہین جانتا کہ لوگون کے (نیک) عملون کے بدلے مین کیسی کیسی آنکھون کی ٹھنڈک اُن کے لیے پردۂ غیب مین موجود ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بہشت کی حقیقت جو بیان فرمائی ہے اُسکو بخاری و مسلم
نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کی سند پر اس طرح روایت کی ہے۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى أَعْدَدْتُ لِعِبَادِيَ الصَّالِحِينَ مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ۔	اللہ تعالی نے فرمایا کہ مین نے اپنے نیک بندون کے لیے وہ چیز تیار کی ہے جسکو نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے اُسکو سُنا اور نہ کسی انسان کے دل مین اُس چیز کا خیال گزرا۔

خدا اور رسول کے اس بیان سے صاف ظاہر ہے کہ درحقیقت جنت کی وہ حقیقت
نہین جو عام طور پر سمجھی جاتی ہے بلکہ حضرت ابن عباس کے قول کے مطابق عالم آخرت
کی چیزون کو دنیا کی چیزون سے کسی قسم کی شرکت بجز نام کی شرکت کے نہین ہے
دنیا کی جسقدر چیزین ہین اُنکو تو انسان جان سکتا ہے اور اگر فرض کر لیا جائے کہ
عالم آخرت کی چیزین بھی ایسی چیزین ہین مگر وہ ایسی عمدہ ہین کہ اُن کو آج تک

نہ آنکھون نے دیکھا نہ کانون نے سُنا تب بھی اُنکا خیال توضرور انسان کے دل مین
گزر سکتا ہے اِس سے تو وہ چیزین بری نہین ہو سکتین کیونکہ عمدہ ہونا ایک صفت
ہے اور جبکہ اُس صفت کے نمونے کی چیزین دنیا مین موجود ہین تو اس صفت کو
جہانتک ترقی دیتے چلے جاؤ اُسکا خیال انسان کے دلمین گزر سکتا ہے عالم آخرت
کی چیزون کو جسمانی کہنا گویا دنیا و آخرت دونون کو یکسان اور ہم پلہ قرار دینا ہے ؎

خریداری ہے شہد و شیر و قصر و حور و غلمان کی
غمِ دین بھی اگر سمجھو تو اِک دھندا ہے دنیا کا

امام غزالی رح جواہر القرآن مین لکھتے ہین کہ خدا کا یہ قول

كَلَّا لَوْ تَعْلَمُونَ عِلْمَ الْيَقِينِ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيمَ | اگر تمکو علم الیقین ہوتا تو تم دوزخ کو دیکھ لیتے۔

اسکا مطلب یہ ہے کہ دوزخ خود تمہارے دلمین موجود ہے سو اُسکو یقین کے ذریعہ سے
دیکھلو قبل اسکے کہ یقین کی آنکھ سے اُسکو دیکھو گے بلکہ یہی حقیقت ہے خدا کے
اس قول کی بھی کہ

وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيطَةٌ بِالْكَافِرِينَ۔ | کافر لوگ عذاب مین جلدی کرتے ہین حالانکہ عذاب نے کافرون کو ہر چہار طرف سے چھا لیا ہے۔

اِس قول مین خدا نے یہ کہا ہے کہ عذاب نے کافرون کو چھا لیا یہ نہین کہا کہ آیندہ اُنکو
چھا لیگا اور یہی معنے ہین دوزخ اور جنت کے مخلوق ہونے کے اور اگر تم اسطرح
پر نہین سمجھتے تو تم قرآن مجید کے مغز تک نہین پہونچے بلکہ تمکو صرف چھلکے سے کام ہے

جیساکہ چارپایہ کو گیہون کے مغز سے غرض نہین ہوتی بلکہ صرف بھوسی سے غرض ہوتی
ہے اصل یہ ہے کہ قرآن مجید انسان کی زبان مین انسان کی ہدایت کے لیے نازل ہوا
ہے اور جسطرح اُسکے نازل کرنے سے ایک اَن پڑھ جاہل کوڑھ مغز کی رہنمائی مقصود
ہے اُسیطرح اُس سے بڑے سے بڑے عالم فاضل حکیم اور فلاسفر کی رہنمائی بھی مقصود ہے
اسی لیے خداوند تعالی نے اُس عذاب اور راحت ابدی کو جسکی حقیقت سمجھنے سے
انسان عاجز ہے مختلف نامون اور تشبیہون مین بیان فرمایا ہے تاکہ تمام بنی نوع انسان
یکسان فائدہ اُٹھائین آلام دوزخ کے متعلق آتشی طوق زنجیر اور کھانے پینے کو لہو
پیپ زقوم وغیرہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ نعیم جنت کے متعلق عمدہ عمدہ باغ نہرین
موتی کے محل چاندی سونے کی اینٹین دودھ اور شراب و شہد کے حوض طرح طرح
کے لذیذ میوے خوبصورت عورتین اور لڑکے جنکو حور و غلمان کہتے ہین بیان ہوئے
ہین یہ چیزین ایسی ہین جو بالعموم انسان کے دل پر خواہ وہ کسی درجہ اور پایہ کا انسان
ہو اثر کیے بغیر نہین رہسکتین خصوصاً حُسن یعنے خوبصورتی اور خاصکر جبکہ انسان مین
ہو اور انسانون مین سے بھی خاص جبکہ عورت مین ہو پس وہ راحت ابدی جس کو
خدا نے قُرَّۃُ اَعْیُن یعنے آنکھ کی ٹھنڈک سے تعبیر کیا ہے اور وہ عذاب ابدی جسکو
جہنم سے تعبیر کیا گیا ہے کیا اُسکی حقیقت کا خیال دلانے کو ان نامون اور تشبیہون
سے بڑھکر اور کوئی ایسا بیان ہوسکتا ہے جو ایک اَن پڑھ جاہل اونٹ چرانے والے
اور ایک عالم فاضل اور کامل فلاسفر کے دل پر یکسان اثر ڈالے قطع نظر اسکے دُنیا کی

کیفیات ہی پر غور کرلو کہ کسی ایک چیز کے ذائقہ کا پورا حال یا لطف کوئی بیان ہی نہین کرسکتا اگر بیان کرنا چاہے تو اُسکے کسی ہمزہ یا ہمشکل چیز کا نام لیگا گو وہ چیز اُسکے مقابل مین کیسی ہی ادنیٰ اور کمتر ہو تاکہ سننے والے کے دلمین اُس چیز کے ذائقہ کا ایک خیال پیدا ہوجائے۔ امام غزالی رح المضنون مین لکھتے ہین کہ بہشت کی جسمانی لذتین معجزے کی طرح تین قسم کی قرار دیجاسکتی ہین حسّی خیالی اور عقلی حسّی سے مراد کھانا پینا لباس و مکان وغیرہ ہے خیالی سے مراد جس طرح آدمی خواب مین کھانے پینے کا لطف اُٹھاتا ہے عقلی سے یہ مقصود ہے کہ بہشت مین جو روحانی لذتین حاصل ہونگی اُن کو آب شیرین چشمہاے روان محلات بلند میوہ جات لذیذ سے تعبیر کیا گیا ہے اور چونکہ روحانی لذتون کی بہت سی قسمین ہین اسلیے ہر ہر لذت کو ایک خاص خاص جسمانی لذت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ بہرحال وہ ایک ایسی راحت ابدی ہے جسمین سب کچھ ہے مِمَّا تَشْتَهِي الْأَنْفُس اُسمین وہ سب باتین ہین جنکی نفس انسانی کو خواہش ہوتی ہے۔

محافظ احکام جو اصلی احکام کے بقا و حفاظت کی غرض سے قائم کیے گئے ہین

سوال۔ یہ تو ہمنے تسلیم کیا کہ خدا اپنی ذات و صفات اور استحقاق عبادت مین

وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ ہے اور اسلام کے اصلی احکام بھی معلوم ہوگئے لیکن محافظ احکام سے کیا مراد ہے؟

جواب۔ محافظ احکام سے ہماری مراد وہ شعائر اسلام ہین جو عام طور پر عبادت کے نام سے مشہور ہین اور جن کو شریعت نے اصلی احکام کی بقا اور انکی حفاظت کی غرض سے قائم کیا ہے شعائر خاص ہین اور عبادت عام علامہ ابن تیمیہؒ نے عبادت کی تعریف اسطرح پر کی ہے کہ "عبادت ایک اسم جامع ہے اسمین وہ سب چیزین داخل ہین جو خدا کے نزدیک پسندیدہ اور اسکی مرضی کے موافق ہین خواہ وہ اقوال کے متعلق ہون یا اعمال کے ظاہر سے انکا تعلق ہو یا باطن سے مثل نماز زکوۃ روزہ حج راستبازی امانت داری والدین کے ساتھ حسن سلوک صلۂ رحم ایفاء عہد نیک بات کا حکم کرنا برائی سے روکنا مخالفین کے ساتھ جنگ ہمسایہ یتیم اور مسکین اور مملوک کے ساتھ احسان خواہ کوئی انسانون مین سے ہو یا حیوانات کی قسم سے دعا ذکر قرأۃ اور مثل اسکے اسیطرح محبت خدا و رسول خشیت و انابت دین کو خدا کے لیئے خاص کرنا اسکی مشیت پر صبر کرنا اسکی نعمت کا شکر ادا کرنا اسکی تقدیر پر راضی رہنا ہر کام مین اسپر بھروسہ کرنا اسکی رحمت کا امیدوار اور اسکے عذاب سے خائف رہنا یہ سب امور خدا کی عبادات مین سے ہین جیسا کہ خدائے تعالی نے فرمایا ہے۔ نہین پیدا کیا ہمنے جن وانس کو مگر اپنی عبادت کے لیئے ماحصل اس تمام تقریر کا یہ ہے کہ جو جذبات اور قوائے ظاہری و باطنی خدا نے انسان کو فطرتاً عطا فرمائے ہین

اُن کو اعتدال کے ساتھ خدا کی مرضی کے موافق ہر وقت کام مین لگائے رکھنا اور
بیکار نہ چھوڑنا یہی اصلی عبادت خدا کی ہے اور جو کام اسطرح پر کیئے جائین خواہ اُن کا
تعلق روحانی ہو یا جسم و قوم و تمدن و ملک سے وہ سب داخل عبادات ہین شعائر
اسلام کی تعریف مین شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہین "خداوند تعالی فرماتا ہے۔
وَمَنْ یُّعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰہِ فَاِنَّھَا مِنْ تَقْوَی الْقُلُوْبِ شعائر سے وہ ظاہری اور
محسوس اُمور مراد ہین جو اس لیئے قرار دیے گئے ہین کہ عبادت الٰہی کا ذریعہ ہون
خدا کے ساتھ اُنکی خصوصیت ہو لوگو نکے ذہن مین اُنکی تعظیم گویا خدا کی تعظیم سمجھی جاتی ہو"
ہماری مراد یہان شعائر اسلام سے نماز، روزہ زکوٰۃ اور حج ہے۔ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ

قال رسول اللہ صلعم بنی الاسلام علی خمس شھادۃ
ان لا الٰہ الا اللہ وان محمدا عبدہ ورسولہ
واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ والحج
وصوم رمضان متفق علیہ

فرمایا رسول اللہ صلعم نے کہ اسلام کی بنا پانچ چیزون پر ہے
اوّل خدا کو معبود حقیقی اور محمد صلعم کو اُس کا رسول و بندہ
سچے دل سے تسلیم کرنا دوم نماز سوم زکوٰۃ چہارم حج
پنجم رمضان کے روزے رکھنا۔

سوال۔ عبادت کی ابتدا لوگون مین کیونکر ہوئی اور اُسکے کیا کیا طریق ہین؟

جواب۔ اصل یہ ہے کہ دُنیا کی کوئی قوم کسی زمانے مین عبادت کے خیال سے
خالی نہین رہی کسی نہ کسی صورت مین عبادت اُنمین موجود رہی ہے۔
اس خیال کی ابتدا کیونکر ہوئی اور کب سے اِسکی بُنیاد پڑی اسکی تاریخ بتانا تو مشکل
ہے مگر اسکی ابتدا سمجھنے کیلئے خود انسانی فطرت پر غور کرنا چاہیئے حقیقت یہ ہے کہ انسان

جب اپنی ذات پر نظر کرتا ہے تو وہ اپنے کو ہر طرف سے طبعی حوادث مین گھرا ہوا پاتا ہی
اور جب وہ دیکھتا ہے کہ مین اُنمین تصرف یا اُنکی مدافعت کرنیکی قدرت نہین رکھتا تو
لامحالہ اُس کا خیال فطرتاً ایک اعلیٰ قوت کی طرف جاتا ہے جس کو وہ عالم مین متصرف
خیال کرتا ہے۔ چونکہ انسانون کی طبیعتین مختلف اور اُنکی عقلون کے درجے اُن سے
بھی زیادہ مختلف ہین جن کو سمجھنا نہایت دقیق اور باریک بین نگاہ کا کام ہے اس لئے
گو لوگون سے اُس اعلیٰ قوت کی ذات وصفات کے سمجھنے مین کیسی ہی غلطیان ظہور
پذیر ہوئی ہون لیکن اُسکی عظمت وجلال کے لحاظ سے یہ خیال تمام نوع بنی آدم مین
قدیم سے یکسان رہا ہے کہ اپنی ذلت ونیازمندی کے اظہار اور اُسکی جلالت وعظمت
کے اعتراف کیلئے کوئی طریقہ ہونا چاہیئے چونکہ انسان کے دلمین وہی خیالات
آسکتے ہین جو اُسکے گرد وپیش کی چیزون سے پیدا ہو سکتے ہین انسان کسی ایسی چیز
کا خیال نہین کرسکتا جو اُس کے حواس کے دسترس سے باہر ہو اسی لئے جو کچھ
اُسنے دیکھا یا سُنا ہے اُسی کو گھٹا بڑھا کر یا ترقی دیکر اپنے طریقۂ عبادت مین داخل کرلیا
انسان کے دلمین جب خدا کا خیال آیا تو ضرور ہے کہ وہ ایک شاہنشاہ مطلق کی
حیثیت سے آیا ہوگا انسان نے شاہون یا شہنشاہون کے متعلق جو کچھ دیکھا یا سُنا تھا
وہ یہی تھا کہ بادشاہ اظہار اطاعت وفرمانبرداری سے خوش ہوتے ہین اور جسقدر
اپنی عاجزی وجان نثاری اُن کے حضور مین ظاہر کیجائے اُسیقدر وہ مقبول
بارگاہ سمجھے جاتے ہین اسی قسم کے خیالات سے عبادت کی بنا پڑی اور ہر مذہب

قوم کی عبادت مین خواہ کیسے ہی ناقص یا کامل طریقہ پر مبنی ہو اسی خیال کی جھلک پائی جاتی ہے۔ قدیم سے ایک غلط خیال یہ بھی چلا آتا ہے کہ عبادت مقصود بالذات چیز ہے اور محض خدا کا حکم بجالانا ہے کسی فائدے کی غرض سے نہین ہے۔

سوال۔ اسلام نے جو طریقۂ عبادت مقرر کیا اُسمین کونسی نئی بات پیدا کی۔

جواب۔ اسلام نے نہ صرف طریقۂ عبادت ہی کو بدلا بلکہ اُس کے خاص اُصول مقرر کیئے وہ اصول جن پر اسلام نے عبادت کی عمارت قائم کی وہ یہ ہین۔

اوّل اسلام نے اُمور خلاف قانون قدرت کو عبادت سے خارج کیا۔

عن انسؓ قال جاء ثلثۃ رھطٍ الی ازواج النبی صلعم لیسألون عن عبادۃ النبی فلما اخبروا بھا کانھم تقالوھا فقالوا این نحن من النبی صلعم قد غفر اللہ ما تقدم من ذنبہ وما تاخر فقال احدھم اما انا فاصلی اللیل ابداً وقال الاخر انا اصوم النھار ابداً ولا افطر وقال الاخر انا اعتزل النساء فلا اتزوج ابداً فجاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم الیھم فقال انتم الذین قلتم کذا وکذا واللہ

بخاری و مسلم نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہو کہ عرب کے تین قبیلون کے کچھ لوگ پیغمبر خدا صلعم کی ازواج مطہرات کے پاس آئے آنحضرت کی عبادت کا حال دریافت کرتے تھے جب اُنکو بتلایا گیا تو اُنھون نے اُس عبادت کو بہت خفیف سمجھا اور آپسمین کہنے لگے کہ کہان ہم اور کہان آپ خدا نے آپکے تو اگلے پچھلے گناہون کو معاف کر دیا ہی پھر اُنمین سے ایک نے کہا کہ مین تو ہمیشہ تمام رات نماز پڑھا کرونگا دوسرے نے کہا کہ مین ہمیشہ روزہ رکھا کرونگا تیسرے نے کہا کہ مین کبھی عورتونکی طرف رُخ نہ کرونگا شادی بیاہ ترک کرونگا اتنے مین پیغمبر خدا صلعم تشریف لائے اور فرمایا کہ کیا تم ایسی ایسی باتین کرسہے تھے جان لو خدا کی

انی لاخشاکم اللہ واتقاکم لہ لکنی اصوم وافطر واصلی وارقد واتزوج النساء فمن رغب عن سنتی فلیس منی متفق علیہ	قسم مین تمسے زیادہ خدا سے ڈرتا ہون اور تمسے زیادہ اسکی حضور مین پاک رہنا چاہتا ہون لیکن مین تو روزہ بھی رکھتا ہون اور افطار بھی کیا کرتا ہون نماز بھی پڑھتا ہون و سویا بھی کرتا ہون اور عورتون سے نکاح بھی کرتا ہون جو ہمارے طریقہ کو پسند نہ کرے وہ ہم مین سے نہین ہے۔

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اصلی اور سچی عبادت وہی ہے جو قانون قدرت کے مطابق ہو اور اُس سے تجاوز نہ کرے۔

دوم اسلام نے بتایا کہ عبادت کوئی مقصود بالذات چیز نہین ہے نہ خدا کو اُسکی پرواہ ہے بلکہ وہ صرف شعار اسلام ہے یعنی مسلمانون کا مارک اور تمھارے فائدہ کی غرض سے یہ شعار مقرر کیا گیا ہے تاکہ اسلام اور کفر مین فارق ہو اسی لئے جو اُمور نماز کے عناصر مین داخل ہین قیام قعود رکوع اور سجود وغیرہ جب انسان اُن پر قادر نہو تو اُنمین سے کسی کا بھی ادا کرنا اُسپر لازم نہین ہوتا کیونکہ یہ تو محافظ احکام مین داخل ہین برخلاف اُن کے اسلام کے جو اصلی احکام ہین وہ کسی حالت مین بھی انسان سے جب تک کہ اُسپر مکلف ہونے کا اطلاق ہو سکتا ہو ساقط نہین ہو سکتے نہ اُنکی قضا لازم ہوتی ہی خُداوند تعالی فرماتا ہے وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ نماز قائم رکھو میری یاد کے واسطے یعنے وہ ایک ذریعۂ بقا اور حفاظت ہے ذات واجب الوجود کی یاد کے لئے وَمَن جَاھَدَ فَاِنَّمَا یُجَاھِدُ لِنَفْسِہٖ اِنَّ اللّٰہَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعَالَمِیْنَ جو شخص محنت

اُٹھاتا ہے وہ اپنے لئے اُٹھاتا ہے خدا تمام عالم سے بے نیاز ہے۔

سوم اسلام نے ہدایت کی کہ عبادت اعتدال سے تجاوز نہ کرنے پائے اور بجائے فائدہ مند ہونے کے خارج نہ ٹھہرے خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔

مَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ۔	خدا یہ نہین چاہتا کہ مذہب مین تم پر کوئی دقت واقع ہو۔
يُرِيدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ	خدا چاہتا ہے کہ تمھارا بوجھ ہلکا کر دے۔
لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا	خدا کسی کو اُسکی برداشت سے زیادہ تکلیف نہین دیتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

ان الدّين يسر ولن يشاد الدّين احد الا غلبه	دین ایک آسان چیز ہے جو شخص مذہب مین سختی کرے گا مذہب اُس کو تھکا دے گا۔
احبّ الاعمال الى الله ادومها وان اقلّ	خدا کو وہ اعمال سب سے زیادہ محبوب ہین جو ہمیشہ کئے جاوین گو نہایت ہی قلیل ہون۔
عن ابى هريرةؓ قال اتى اعرابىٌّ النبىّ صلعم فقال دلنى على عملٍ اذا عملته دخلتُ الجنّة قال تعبدُ الله ولا تشرك به شيئًا وتقيمُ الصّلوٰة المكتوبة وتؤدّى الزكوٰة المفروضة وتصوم	ابوہریرہ کہتے ہین کہ آنحضرتؐ کے پاس ایک اعرابی آیا اور کہا مجکو ایسی بات بتائیے کہ اگر مین اُسکو کرون تو سیدھا بہشت مین چلا جاؤن آپ نے فرمایا خدا کی عبادت کر اور کسی کو اُس کا شریک مت ٹھہرا اور فرض نمازین پڑھا کر زکوٰۃ دیا کر رمضان کے

رمضان قال والذی نفسی بیدہ لا ازید علی ھذا شیئا ولا انقص منہ فلما ولی قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من سرہ ان ینظر الی رجل من اھل الجنۃ فلینظر الی ھذا متفق علیہ

روزے رکھا کر اُس نے کہا کہ قسم خدا کی مین اب اسمین ایک چیز بھی نہ بڑھاؤن گا نہ گھٹاؤن گا جب وہ یہ کہکر چلا تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جس شخص نے جنّتی آدمی کو نہ دیکھا ہو وہ اس کو دیکھ لے۔

چہارم اسلام نے صاف صاف ہر عبادت کے فائدے اور اُس کے نتیجے بیان کر دیے تاکہ لوگ دھوکا کھا کر اور قومون کی طرح ظاہری ارکان پر بھروسہ کر کے اُس کے فوائد اور عمدہ نتیجون کو ہاتھ سے نہ کھو بیٹھین وضو کے فائدے کی نسبت یہ فرمایا۔

عن ابی ھریرۃ رض قال قال رسول اللہ صلعم ارأیتم لو ان نھرا بباب احدکم یغتسل فیہ کل یوم خمسا ھل یبقی من درنہ قالوا لا یبقی من درنہ شئ قال فذلک مثل الصلوات الخمس یمحو اللہ بھن الخطایا متفق علیہ۔

حضرت ابو ہریرہ کہتے ہین کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا تم دیکھتے ہو کہ اگر تم مین سے کسی کے دروازے کے باہر کوئی نہر جاری ہو اور پانچ بار اُسمین نہائے تو کیا اُسکے بدن پر میل کچیل باقی رہ سکتا ہے صحابہ نے جواب دیا کہ بیشک نہین رہ سکتا آپ نے فرمایا یہی مثال پانچون نمازونکی ہے اللہ اُن کی وجہ سے تمھاری بُرائیان دور کرتا ہے۔

یعنی جسطرح وضو سے ظاہری میل کچیل دور ہوتا ہے اسیطرح نمازون سے باطنی طہارت حاصل ہوتی ہے نماز کے فائدے کی نسبت خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ

نماز آدمی کو فحش اور لغویات سے روکتی ہے۔

روزہ کا فائدہ خداوند تعالیٰ نے یون بیان فرمایا۔

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ۔	تم پر روزہ مقرر کیئے گئے جسطرح تمسے اگلون پر یہ اس لیئے کہ غالباً تم پرہیزگار ہوجاؤ گے۔

حج کے فائدے کی نسبت خداوند تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ	تاکہ اپنے فائدون کی جگھ آوین۔

پنجم اسلام نے تمام فرائض زندگی کو داخل عبادت قرار دیا اور کھولکر بیان کردیا کہ جو کام خواہ کیسا ہی دُنیا کا ہو جب نیک نیتی اور دین کے طور پر برتا جائے تو وہ عین عبادت ہے وجہ معاش کے متعلق حضرت عبداللہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا طلب کرنا حلال کمائی کا فریضہ ہے بعد فریضہ کے رواہ البخاری فی شعب الایمان طلب علم کے متعلق آنحضرت صلعم نے فرمایا طلب العلم فریضۃ علی کل مُسلم و مُسلمۃ علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور ہر مسلمان عورت پر خدا کا فرض ہے تجارت کے متعلق خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ	دُنیا مین پھیل جاؤ اور خدا کے عطیہ رزق کو تلاش کرو۔

ایک روز حضرت عمرؓ نے حضرت ابی موسیٰؓ سے کہا کہ کچھ خدا کا ذکر کرو اُنھون نے قرآن پڑھنا شروع کیا یہانتک کہ نماز کا وقت آگیا لوگون نے کہنا شروع کیا الصّلوۃ الصّلوۃ یعنی نماز کو چلو نماز کو چلو آپ نے فرمایا اولسنا فی الصّلوۃ کیا ہم نماز مین نہین ہین۔ یعنی کیا یہ بات نماز سے خارج ہے حضرت عمرؓ اہتمام جہاد مین اسقدر مشغول رہا کرتے تھے کہ نماز مین بھی یہی خیال بندھا رہا کرتا تھا چنانچہ آپ فرماتے ہین۔

لَاُجَهِّزُ جُيُوْشِي وَاَنَا فِي الصَّلٰوةِ | مین نماز پڑھا کرتا ہون اور فوجین تیار کیا کرتا ہون۔

ابوبکر عروہ سے روایت کرتے ہین کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا لاحسب جزية البحرين مین نے نماز مین بحرین کے جزیہ کا حساب لگایا۔

ششم ترک دُنیا کو اسلام نے عبادت سے قطعاً خارج کیا بلکہ اُس کو گناہ قرار دیا خداوندتعالےٰ فرماتا ہے۔

وَرَهْبَانِيَّةَ نِ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ | اور جوگی پنا جسکو عیسائیون نے ایجاد کیا ہمنے اُنپر نہین لکھا تھا۔

شاہ ولی اللہ صاحبؒ لکھتے ہین کہ انبیا مین سے کسی نے ایسا حکم نہین دیا ہے اُن لوگون کا گمان بالکل بیہودہ ہے جو پہاڑون کیطرف بھاگ جاتے ہین اور بُرائی بھلائی مین لوگون سے بالکل میل جول ترک کردیتے ہین وحشیانہ زندگی بسر کرتے ہین اسی وجہ سے آنحضرت صلعم نے اُن لوگون کا رد کیا جو دُنیا سے کنارہ کشی کرجاتی ہین آپ نے فرمایا ہے۔

مَا بُعِثْتُ بِالرَّهْبَانِيَّةِ وَاِنَّمَا بُعِثْتُ بِالْمِلَّةِ الْحَنِيْفِيَّةِ السَّمْحَةِ | مین رہبانیت سکھانیکے لیے نہین بھیجا گیا ہون بلکہ ایک آسان اور سراپا راستی مذہب لیکر بھیجا گیا ہون۔

ایک حدیث اور ہے لا رهبانية في الاسلام اسلام مین جوگیا پن نہین ہے۔

ہفتم اسلام نے باطنی پاکیزگی اور باطنی احکام کی تعمیل ہی کو اصل دین قرار دیا اور احکام ظاہری اور پاکیزگی کی طرف زیادہ مبالغہ کو جائز نہین رکھا آنحضرت صلعم اور صحابہ زمین پر نماز پڑھتے اور زمین پر بیٹھتے گھوڑون وغیرہ کے پسینہ سے احتراز نہ کرتے دلکی پاکیزگی مین بہت کوشش کرتے آپ نے فرمایا تیمموا صعيدًا مٹی سے تیمم کرلیا کرو فرمایا

میری امت کیلئے تمام زمین مسجد بنائی گئی ہے فرمایا صلّوا خلف کل بر و فاجر۔ نماز پڑھو ہر ایک نیک و بد کے پیچھے فرمایا اذا ابتلیت النعال فالصلوۃ فی الرحال جب جوتے پانی مین ترہون یعنی بارش ہو تو گھرون مین نماز پڑھو آنحضرت صلعم جب وضو کرتے تو اعضائے وضو کو کبھی ایک بار کبھی دو بار کبھی تین بار دھوتے ایک ہی چلّو سے مُنہ اور ناک مین پانی ڈالتے غیر مذہب والے کے برتن کے پانی سے وضو کرتے برتن مین عام لوگون کے ہاتھ پڑنے کو مکروہ نہ رکھتے حضرت عائشہؓ آپ کے اور قبلہ کے درمیان لیٹی ہوتین اور آپ نماز پڑھتے جب سجدہ کرنے لگتے تو حضرت عائشہ اپنے پاؤن کو سمیٹ لیتین نماز مین اگر کسی بچے کے رونے کی آواز آتی اور آپ امام ہوتے تو نماز کو مختصر کر دیتے حضرت عائشہ حُجرے کی کُنڈی کھٹکھٹاتین آپ نماز ہی مین جا کر باہر کی کُنڈی کھولدیتے امامہ بنت زینب آپ کے کندھے پر ہوتین اور آپ نماز پڑھتے ہوتے تھے جب سجدہ کرتے تو اُن کو کندھے سے اُتار کر زمین پر بٹھا دیتے اور جب کھڑے ہوتے تو اُن کو اُٹھا لیتے کوئی سلام کرتا تو آپ اشارہ سے نماز مین اُس کو جواب دیتے ایک شخص جنب تھا اُس نے نماز نہین پڑھی یہ ذکر اُس نے آنحضرت صلعم کے سامنے کیا آپ نے فرمایا تو ٹھیک سمجھا پھر ایک شخص نے حالت جنابت مین تیمم کر کے نماز پڑھی پھر اُس نے رسول خُدا صلعم سے بیان کیا آپنے فرمایا تو ٹھیک سمجھا۔

بیان نماز

سوال۔ اسلام نے طریقۂ عبادت مین کیا اصلاح کی۔

جواب۔ اسلام نے طریقۂ عبادت کو اُصول فطرت پر قائم کیا عبادت مین جو شعائر اسلام کہے جاتے ہین اُنمین سے بڑا شعار نماز ہے ہر قوم و مذہب مین پرستش یعنے نماز کے مختلف طریقہ جاری ہین ہم سب کو چھوڑ کر اُصول فطرت کی رو سے جو ارکان نماز اسلام نے مقرر کیئے ہین اُن کو جانچنا چاہتے ہین۔ شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہین نماز مین اصلی تین چیزین ہین۔ (۱) خدا کی بزرگی اور جلال دیکھکر اظہار عاجزی و نیازمندی (۲) خدا کی عظمت اور اپنی خاکساری کا عمدہ الفاظ مین بیان کرنا (۳) اپنی عاجزی کے مناسب حال آداب کا اعضا سے کام لینا ؎

افادتکم النعماء منّی ثلاثۃ	تمھاری نعمتون کا فائدہ تین چیزون کو پہونچا میرے
یدای ولسانی والضمیر المحجبا	ہاتھ اور میری زبان اور میرے پوشیدہ دل کو۔

اظہار نیازمندی کے بھی تین طریقے ہین۔ ہاتھ باندھکر ادب سے کھڑا ہونا اور ہاتھ باندھنے سے بھی زیادہ اسمین تعظیم ہے کہ اپنی خاکساری اور خدا کی عظمت و برتری کا خیال کرکے آدمی سرنگون ہو جاوے تمام آدمیون اور بہائم مین یہ فطری امر ہی گردن کشی غرور کی علامت اور گردن جھکا کر سرنگون ہونا فروتنی کی نشانی سمجھی جاتی ہے اس سے زیادہ تعظیم اسمین ہے کہ اُسکے حضور مین اپنے سر کو جو تمام

اعضا مین بزرگ اور حواس انسانی کا مرکز ہے زمین پر رگڑ دے یہی تینون قسم کی تعظیمین لوگ اپنی نمازون مین اپنے امرا اور سلاطین کے سامنے بجالاتے ہین۔ بہرحال تمام صورتون مین نماز کی عمدہ اور کامل صورت وہی ہوسکتی ہے جسمین یہ تینون تعظیمین جمع ہون اور ادنی تعظیمی حالت سے اعلی کیطرف ترقی کیجائے یہ بات اسلامی نماز کے ارکان مین بدرجۂ کمال موجود ہے نماز کا فائدہ بھی ظاہر ہوچکا کون انکار کرسکتا ہے کہ سچی بے ریا عبادت سے انسان مین نیکی اور نیکدلی سلیم الطبعی مصائب کی برداشت تنگی وتنگدستی مین قناعت حرص دُنیا سے نفرت مردم آزاری سے بیزاری رحم و شفقت معاملات مین راستی وراست روی قوم کے ساتھ ایک خاص قسم کی اور انسان کے ساتھ ایک عام قسم کی ہمدردی ہے پیدا نہین ہوتی بلکہ خود انسان کے مزاج اور اخلاق مین نرمی پیدا ہوتی ہے اور اُس رحمت مین شامل ہوتا ہے جو خدا نے بطور احسان کے اپنے پیغمبر کو جتایا ہے جہان فرمایا ہے۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ ۔

پس ضرور ہوا کہ انسان حتی الامکان نماز کی پابندی ترک نکرے۔

سوال۔ اسلام مین نماز کے متعلق کیا حکم ہے اور وہ کتنی نمازین ہین۔

جواب۔ اسلام نے پانچ نمازین فرض کی ہین جب تک انسان کے فطری طور پر ہوش وحواس قائم ہین وہ اُن کے ادا کرنے سے معاف نہین ہوسکتا اُٹھنے بیٹھنے کی طاقت نہو تو اشارون سے ادا کرسکتا ہے ایک نماز فجر دوسری نماز ظہر تیسری نماز

عصر چوتھی نماز مغرب پانچویں نماز عشا۔ نماز تہجد جو پچھلی شب کو باخدا لوگ پڑھا کرتے ہین وہ فرض نہین ہے نفل ہے جس کو خدا توفیق دے وہ پڑھے۔

ہمارے موجودہ زمانے مین زیادہ تر دو قسم کے لوگ ہین۔ ایک گروہ عابدین اور شائقین فی الخیرات کا ہے اس گروہ سے ہماری مراد وہ نیک مقدس لوگ ہین جو بظاہر نہ کسی ریاکاری یا نمائش کی غرض سے شب و روز عبادت مین مصروف رہتے ہین بلکہ اپنے کمال نیک دلی سادہ مزاجی اور غلطی رائے سے اُنھون نے عبادت کو مقصود بالذات ٹھہرا کر اسقدر اُسمین انہماک کیا اور اسقدر تشدّد ظاہر کیا کہ عام نگاہون مین عبادت ایک ایسی دشوار گزار اور کٹھن منزل ہو گئی جسکو وہ مقدس لوگ ہی طے کر سکتے ہین جنکو خاص خدا نے اس غرض کے لیئے پیدا کیا ہو موجودہ بزرگون اور مشائخون کے ریاضات و مجاہدات مشہور عام ہین اسی غلط خیال کی بنا پر بہت سے لوگون نے اپنا دُنیادار نام رکھکر گویا عبادت کے بوجھ سے اپنی گلوخلاصی کر لی علاوہ اس کے زمانے مین ایک عام غلطی یہ پھیل گئی کہ مقدس باخُدا لوگون نے سوائے فرائض کے تمام عبادتون کو صرف نماز روزہ تلاوت قرآن مجید خیالی ترک دُنیا تدریس علوم دینیہ اور اورادِ ماثورہ وظائف مقررہ اور اعمال مخترعۂ پیران ہی مین محدود و محصور کر دیا۔ حالانکہ یہ انحصار خلاف قانون قدرت اور مقصود شارع کے بالکل مخالف ہے اور بعض اُمور اُنمین متروک و بدعت ہین۔

مَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ	خدا کی یہ مرضی نہین کہ دین مین کسی طرح کا

مِنْ حَرَجٍ	تمکو حرج واقع ہو۔

محجن بن ادرع کہتے ہین کہ رسولخدا صلعم نے ایک شخص کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور پوچھا کہ کیا یہ سچے دل سے نماز پڑھتا ہے اُنھون نے کہا کہ یہ مدینہ والون مین سب سے بڑا نمازی ہے فرمایا اُس کو یہ بات مت سُناؤ وہ ہلاک ہوجائیگا پھر کہا۔

اِنَّ اللّٰہَ اِنَّمَا اَرَادَ بِھٰذِہِ الْاُمَّۃِ الْیُسْرَ وَلَمْ یُرِدْ بِھِمُ الْعُسْرَ رواہ ابوبکر بن مردویہ	اللہ اس امت کیلئے آسانی چاہتا ہے دشواری نہین چاہتا۔

دوسرا گروہ کاروباری لوگونکا ہے جنکو عام طور پر دُنیادار کہا جاتا ہے اس گروہ سے ہماری مراد وہ تعلیمیافتہ اور غیر تعلیم یافتہ لوگ ہین جو اپنے فرائض زندگی مین شب و روز مشغول رہتے ہین اور مذہبی اُمور سے زیادہ سروکار نہین رکھتے اگرچہ مین اس سے واقف ہون کہ ان تعلیمیافتہ لوگون مین اور نیز اُن لوگون مین جنکو دُنیادار کہا جاتا ہے بعض لوگ ایسے بھی ہین جو علاوہ فرائض پنجگانہ کے تہجد گزار بھی ہین تاہم اُنمین سے بعض ہم جیسے آدمی ایسے کاہل و سُست بھی ہین جنپر نماز پنجگانہ کی قید اور اُسکا اوقات معینہ پر ادا کرنا شاق ہوتا ہے۔ اور وہ اُس کو اسلام کی سختی سے موسوم کرتے ہین یہ لوگ گویا حضرت موسیٰ کی اُس پیشین گوئی کی تصدیق کرتے ہین جیسا کہ بعض روایتون مین بیان ہوا ہے کہ حضرت موسیٰ نے شب معراج مین آنحضرت صلعم سے کہا تھا کہ تمھاری اُمت دن رات مین پانچ نمازون کو بھی گران سمجھیگی اور ادا نہ کرسکے گی مگر درحقیقت اُس کو اسلام کی سختی سے موسوم کرنا ایک غلط خیال ہے اور اسلام پر جھوٹا الزام ہے

اس خیال کا پیدا ہونا بھی اُسی عام غلط فہمی کا نتیجہ ہے جو ہمارے مقدس تشدد دین فی المذہب نے اسلامی دُنیا مین پھیلا رکھا ہے اسلام مین کچھ سختی نہین ہے بلکہ جہانتک بنا ہے اسلام نے آسانی کو ہر حال مین مد نظر رکھا ہے۔

عن ابی مسعود الانصاری قال جاء رجل الی رسول اللہ صلعم فقال انی لاتاخر عن صلوۃ الصبح من اجل فلان مما یطیل بنا فما رأیت النبی صلعم غضب فی موعظۃ قط اشد مما غضب یومئذ فقال ایھا الناس ان منکم منفرین فایکم ام الناس فلیوجز فان من ورائہ الکبیر والضعیف وذا الحاجۃ

آنحضرت صلعم کے پاس ایک شخص آیا اور اُسنے کہا کہ مین فلان شخص کی وجہ سے نماز صبح مین نہین آتا وہ نماز مین بہت دیر لگاتا ہے ابی مسعود انصاری کہتے ہین کہ مین نے کبھی آنحضرت صلعم کو اسقدر غضبناک نہین دیکھا جیسا اُسدن آپنے فرمایا اے لوگو بعض تم مین ایسے ہین جو دین سے لوگون کو نفرت دلاتے ہین جو کوئی امام ہو وہ مختصر نماز پڑھے اسلیئے کہ نماز مین بوڑھے اور ضعیف اور کام والے آدمی ہوتے ہین۔

بیشک پانچ نمازین اسلام نے فرض کی ہین اسمین بھی شبہہ نہین کہ اولی اور افضل یہی ہے کہ یہ پانچون نمازین پانچ وقت مین پڑھی جائین اور اگر پورے اہتمام اور احتیاط کے ساتھ یہ پانچون نمازین ادا کیجائین تو اُس حالت مین بھی کچھ زیادہ وقت صرف نہین ہوتا زائد سے زائد سوا گھنٹہ ہوتا ہے کیا یہ نا انصافی نہین ہے دُنیوی کاروبار اور بعض غیر ضروری مشاغل مین تو زندگی کے چوبیس گھنٹے صرف کیے جائین اور نمازین (جو خدائے عزوجل کی یاد اور بہت سے اخلاقی فوائد حاصل ہونیکا ذریعہ ہین)

اُس مین زائد سے زائد سوا گھنٹہ صرف ہوتا ہے وہ بھی دشوار ہو مگر ہم اُن کاہل لوگونکو
جن کی دلجمعی ہمارے اس کہنے سے نہین ہوسکتی اور زیادہ سہولت کی نظر سے
اور یہ خیال کرکے کہ بالکل نہ کرنے سے کچھ کرنا اچھا ہے یہ بتانا چاہتے ہین
کہ قرآن مجید مین ان پانچ نمازون کے لیئے تین وقت مقرر ہین جیسا کہ
خدائے تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

اقم الصلوٰة لدلوك الشمس الیٰ غسق الیل وقران الفجر ان قران الفجر کان مشهودا ومن الیل فتهجد به نافلة لك عسیٰ ان یبعثك ربك مقاما محمودا۔	اے پیغمبر ادا کر نماز کو سورج کے ڈھلنے سے رات کی خوب اندھیری ہونے تک یعنی آدھی رات تک اور ادا کر فجر کی نماز بیشک فجر کی نماز ہو روبرو پڑھی گئی اور پچھلی رات کو کوشش کر قرآن (یعنی نماز) پڑھنے کی نفل ہو تیرے لیئے قریب ہے کہ کھڑا کریگا تجکو تیرا پروردگار اچھی جگہہ مین۔

اس آیت سے صرف دو وقت معلوم ہوئے ایک صبح کا اور دوسرا سورج ڈھلنے
سے ٹھیک آدھی رات تک مگر جیسا کہ تواتر عملی سے ثابت ہوچکا ہے کہ علاوہ نماز
فجر کے نماز ظہر اور نماز عصر زوال آفتاب سے غروب آفتاب کے قبل تک پڑھی
جاتی تھین اور نماز مغرب اور نماز عشا غروب آفتاب سے آدھی رات تک پڑھی
جاتی تھین اسطرح پر نماز کے تین وقت قرار پائے پس دوپہر کے بعد سے غروب
آفتاب تک آٹھ رکعتون کا ایک ساتھ دو سلامون سے پڑھ لینا اور غروب آفتاب سے
آدھی رات تک سات رکعتون کا ایک ساتھ دو سلامون سے پڑھ لینا جس کو فقہی

اصطلاح مین جمع بین الصلوۃ کہتے ہین کچھ مشکل نہین ہے اور ہر شخص کو جو کاہل سے کاہل کیون نہو بشرطیکہ اُس کو نماز پڑھنے کا خیال ہو اسطرح پر نماز پڑھ لینی کچھ مشکل نہین حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے نماز ظہر کو نماز عصر کے ساتھ اور نماز مغرب کو نماز عشا کے ساتھ ملا کر پڑھا حالانکہ اُسوقت آپ نہ سفر کی حالت مین تھے نہ کوئی کسی قسم کا خطرہ لاحق تھا نہ بارش تھی لوگون نے حضرت ابن عباس سے پوچھا کہ آپ نے ایسا کیون کیا اُنھون نے کہا کہ اس لیئے کہ امت پر تنگی نہ رہے

سوال۔ علاوہ نماز کے وضو مین بھی تو وقت صرف ہوتا ہے اور کاہل لوگونکو تو یہ نماز سے بڑھکر سخت مہم معلوم ہوتی ہے

جواب۔ وضو مین سب سے اہم کام پاؤن کا دھونا ہے ہاتھ منھ دھو لینا اور مسح کر لینا کچھ بھی مشکل نہین ہے یہ سچ ہے کہ پاؤن کا دھونا اولی اور افضل ہی لیکن قرآن مجید کے مطابق اُن پر صرف مسح کر لینا بھی کافی ہو سکتا ہے انگریزی جوتہ جو ٹخنہ تک ہوتا ہے یا موزہ پہنے ہوئے اور بعض محدثین کے نزدیک اگر جُرّاب ہی پہنے ہون تو اُسپر مسح کرنا جائز ہے اور جب جمع بین الصلوتین کیا جائے تو صرف دو دفعہ وضو کرنا کافی ہوتا ہے ورنہ زائد سے زائد تین دفعہ وضو کرنا ہوتا ہے اگر بیماری و مجبوری ہو تو اُس حالت مین تیمم ہے۔

سوال۔ یہ سب کچھ تو مانا لیکن یاد الٰہی کیلیئے کسی وقت کی قید کی کیا حاجت ہے جب ہو سکے کر لے اور جب چاہے کر لے۔

جواب۔ یہ بیشک صحیح ہے خدا کی یاد اور اپنے اظہار نیازمندی کیلئے کسی وقت کی پابندی کی ضرورت نہین جسقدر ہوسکے اور جہان تک ہوسکے اُسیقدر اچھا ہے لیکن یہ ظاہر ہے کہ انسان کو فرائض زندگی اور مشاغل ضروری سے کسی وقت چھٹکارا نہین ایسے لوگ جنکی طبیعتین عالی درجہ کی ہون اور اُن کو خدا کی یاد سے کوئی شئے مانع نہو دل بیار اور دست بکار پر اُنکا عمل ہو اور خدا کا صحیح خیال کرسکین بہت ہی کم ہوا کرتے ہین اس لئے ضرور ہے کہ کوئی طریقہ عبادت ایسا ہو جو عام وخاص سب سے یکسان نسبت رکھتا ہو اور اُس کے لئے خاص خاص وقت بھی مقرر ہون تاکہ لوگونکو اپنے مشاغل مین خدا کی یاد سے بالکل فراموشی نہو جائے اور اعتدال وسلامت روی اُن کے اخلاق اور کامون سے سلب نہو جائے اُن کو وقت کی قدر وقیمت سمجھائی جائے تاکہ وہ انضباط اوقات کے اُصول کو چھوڑ نہ بیٹھین جن پر دُنیا وآخرت کی فلاح موقوف ہے افسوس باوجود اس کے کہ نماز کے اوقات پنجگانہ ہر وقت لوگونکو وقت کی قدر وقیمت کا مفید سبق سکھاتے رہتے ہین مگر ہم بدقسمت مسلمانون کی حالت اُس کے بالکل برخلاف ہے بعض نافہم تو اسلامی تعلیم سے اسقدر دور جا پڑے ہین کہ وہ پابندی اوقات کو بھی عیسائیون کی تقلید خیال کرتے ہین سچ یہ ہے کہ وقت کی بیحرمتی اور بیدردی سے اُس کو ضائع کرنے کا مرض جسقدر ہم مُسلمانون مین عام ہے شاید ہی کسی قوم مین اُسکی نظیر ہو۔

سوال۔ جب ذات واجب الوجود کیلئے کوئی سمت وجہت خاص نہین تو پھر قبلہ

کی طرف نماز مین مُنھ کرنا کیا معنی رکھتا ہے۔

جواب۔ قبلہ کی طرف مُنہ کرنا اسلام نے اس لیئے نہین ٹھہرایا کہ اُس سمت کو کوئی خاص خدا کے ساتھ خصوصیت ہے خداوند تعالی فرماتا ہے۔

قل للہ المشرق والمغرب فاینما تولوا فثم وجہ اللہ | کہدو اے پیغمبر کہ مشرق و مغرب اللہ ہی کی ہے جدھر منھ کرو اسیطرف خدا کا سامنا ہے

بلکہ انسان کو اپنے افعال و حرکات مین فطری طور پر ایک سمت ایک مرکز اور ایک ترتیب کی ضرورت ہے تاکہ سب کام اُسکے باہم مربوط اور بے نظمی و ابتری کے نقصان سے پاک ہون نماز کے لیئے سمت قبلہ مقرر کرنا بھی اسی پر مبنی ہے ہر قوم کا ایک نہ ایک قبلہ رہا ہے یہود کا قبلہ بیت المقدس ہے نصارے کا قبلہ مشرق ہے آغاز اسلام مین مسلمانون کا قبلہ بھی بیت المقدس تھا جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی اُس کے بعد ڈیڑھ برس کے قریب تک مسلمانون کا قبلہ بیت المقدس ہی رہا۔ تحویل قبلہ کا حکم نماز عصر کے وقت ہوا آنحضرت صلعم نے کعبہ کی طرف مُنہ کر کے نماز پڑھی اُس وقت مسجد قبا مین نماز ہو رہی تھی ایک صحابی اُدھر سے گزرے اُنھون نے نمازیون کو تحویل قبلہ کی خبر دی یہ سُنتے ہی جو جماعت رکوع مین تھی اُسی وقت کعبہ کی طرف پھر گئی۔ یہی وہ جوش اتباع ہے جو افسوس ہے کہ مسلمانون کے خون سے مفقود ہو گیا جس نے دُنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک اسلام کی روشنی پھیلا دی اور سارا جہان جگمگا اُٹھا تحویل قبلہ مین چند مصلحتین تھین۔ اول خداوند تعالی کو

اپنے بندون پر یہ ظاہر کرنا تھا کہ سمت قبلہ بطور نشان شرط نماز قرار پائی ہے وہ اصلی
احکام مین داخل نہین ہے تبدیل قبلہ سے رجوع الی اللہ مین کہ جو اصل نماز ہے
کچھ فرق نہین آتا مسلمانون کے لیئے بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنا کعبہ کی طرف
نماز پڑھنا یا ریل اور کشتی مین ہر طرف نماز پڑھنا سب برابر ہے۔ دوسری مصلحت یہ تھی
کہ بیت المقدس کیطرف نماز پڑھنے مین مشرکین مین جو منافق تھے اُنکی تمیز اصلی ایمان
والون سے منظور تھی یہی بات خدا نے فرمائی ہے۔

وما جعلنا القبلۃ التی کنت علیھا الا لنعلم من یتبع الرسول ممن ینقلب علی عقبیہ	ہمنے اُس قبلہ کو جسپر تو تھا بجز اس غرض کے اور کسی مطلب سے نہین مقرر کیا تھا کہ ہم جانین اس شخص کو جو پیروی کرتا ہے رسول کی اُس شخص سے جو پھر جاتا ہے اپنی ایڑیون پر۔

اسیطرح کعبہ کو قبلہ مقرر کرنے سے یہ غرض تھی کہ بنی اسرائیل مین سے بہت لوگ
ایمان لائے تھے کچھ اُنمین منافق بھی تھے اس امر کی تمیز ضروری تھی کہ کون سچے
دل سے ایمان پر قائم ہے اور کون ظاہر داری سے اپنے کو مسلمان ظاہر کرتا ہے
پہلے آنحضرت کو تبدیل قبلہ کی فکر ہوئی اور اُسپر خدا سے وحی آئی کہ کعبے کی طرف
سمت قبلہ کو بدل دو۔

قد نری تقلب وجھک فی السماء فلنولینک قبلۃ ترضھا فول وجھک شطر المسجد الحرام	ہمنے دیکھا تیرا منہ پھیرنا آسمان کی طرف پھر ضرور ہم تجکو ایک ایسے قبلہ کیطرف پھیر ینگے جس کو تو پسند کریگا پس پھیر منہ اپنا مسجد حرام کیطرف۔

بیت المقدس اور بیت الحرام دونون مسجدین تھین دونون مین سے کسی طرف نماز
پڑھنا برابر تھا مگر اس سے منافق یہودیون کی تمیز ہوگئی یہ امر ایسا ممیز قرار پایا کہ آنحضرت
صلعم نے فرما دیا۔

من استقبل قبلتنا فھو مسلمٌ | جسنے ہمارے قبلہ کی طرف نماز پڑھی وہ مسلمان ہے۔

اسی نشان کے قائم رکھنے کو خدا نے یہ حکم دیا۔

وحیث ما کنتم فولوا وجوھکم شطرہٗ | تم جہان کہین ہو مُنہ اپنا کعبے کی طرف کرو۔

تیسری مصلحت یہ تھی کہ خدا کو حضرت ابراہیم کی معبد کی گئی ہوئی وقعت قائم کرنا تھی ؎

وہ دُنیا مین گھر سب سے پہلا خدا کا | خلیل ایک معمار تھا جس بنا کا
ازل مین مشیت نے تھا جس کو تاکا | کہ اس گھر سے اُبلے گا چشمہ ہدا کا
وہ اِک بُت پرستون کا تیرتھ بنا تھا | جہان تین سو ساٹھ بُت پُج رہا تھا

سوال ۔نماز کے لئے عربی کی تخصیص کیون کیجاتی ہے یہ ایک بے فائدہ سی
بات ہے کیونکہ بے معنی سمجھے ہوئے صرف مُنہ سے بُڑبُڑا لینے سے تو کچھ فائدہ حاصل
ہو نہین سکتا۔

جواب ۔یہ کوئی نیا خیال نہین ہے اگلے زمانے مین اسکی بہت کچھ بحث و تحقیق
ہو چکی حسامی اور سید حموی وغیرہ نے اسکی تصریح مین بہت کچھ لکھا ہے فارسی وغیرہ
زبان مین نماز کو جائز بتایا ہے خیر جائز ہونا تو اور بات ہے اور اپنی اپنی رائے
ہے لیکن ایسا خیال درحقیقت نماز کی حقیقت پر غور نہ کرنے کا نتیجہ ہے نماز نام ہی

رجوع الی اللہ کا یا یون کہو کہ خداوند تعالیٰ کے دربار کا جہان انسان اپنے دل اور
زبان دونون سے اپنی نیازمندی اور عبودیت کا اظہار کرتا ہے مولانا شاہ
سلیمان صاحب نے اپنے وعظ مین اچھی بات کہی تھی کہ دربار کے قواعد اعلیٰ
درجے کے درباری اور مقرب لوگ مقرر کیا کرتے ہین اور تمام درباری اُنھین
قواعد کے پابند ہوا کرتے ہین - بارگاہ الٰہی کے مقرب ہمارے رسول خدا صلعم ہین
اور اُنھین نے یہ آداب و قواعد مقرر کیئے ہین ہم عام درباریون کو یہ استحقاق نہین
کہ اُسمین رد و بدل کرین کیا کہ وسیرائے کے دربار لیوی کے قواعد ہم درباری لوگ بدل سکتے ہین ہرگز نہین
پھر بارگاہ الٰہی کے قواعد مین کیونکر دخل درمعقول دے سکتے ہین ایوان گورنری
کی رفعت دسمبر اور جنوری کے سرد ہوا کے جھونکے اللہ اللہ کیا کیا دقتین پیش آتی
ہین مگر باریابی کا وہ شرف ہے کہ اِن سب قواعد مالا یطاق کا متحمل ہونا ہی پڑتا
ہے اور اگر ذرا کوئی اِن قواعد مقررہ کے خلاف کرے تو ع پا بدست دگرے
دست بدست دگرے ۔ کی نوبت آئی اب سمجھو کہ جب ہم حاکم مجازی کے قواعد مین نہ ترمیم
کرسکتے ہین اور نہ کوئی عذر تو پھر حاکم حقیقی کے اُصول و قواعد مین کیونکر ہم ایسی
گستاخی اور جرأت کرنیکے مجاز ہو سکتے ہین قطع نظر اس کے اب زبان کے مسئلہ
پر نظر ڈالو اور موجودہ نظام حکومت پر غور کرو برٹش سلطنت کی زبان انگریزی ہے
جو لوگ کہ زبان انگریزی سے ناواقف ہین اُن کو بھی ضرورت کی وقت جو ایڈریس
یا کوئی معمولی میموریل گورنمنٹ مین پیش کرنا ہوتا ہے وہ زبان انگریزی مین پیش کیا جاتا ہے

اسی لئے کہ وہ سلطنت کی زبان ہے اور ہماری زبان پر ضرور اُس کو شرف حاصل ہے یہ ہماری نادانی یا غلطی ہے کہ ہمنے کیون ایسی ضروری زبان کو نہین سیکھا آداب سلطنت کا تو اقتضا یہ ہی ہے کہ جو عرض حاجت ہو وہ سلطنت کی زبان مین ہو اسیطرح ہمارے مذہبی اور روحانی سلطنت کی زبان عربی ہے پس دربار خداوندی (نماز) مین ہمکو جو کچھ کہنا چاہیئے وہ عربی زبان ہی مین کہنا چاہیئے نماز مین اُردو زبان وغیرہ کا ترجمۂ قرآن مجید پڑھنا ایک قسم کی گستاخی اور بیباکی ہے ایک زبان کی محاورات یہ ضرور نہین کہ دوسری زبان مین بھی اُسی فصاحت و بلاغت سے ادا ہون اصل و ترجمہ مین بڑا فرق ہوا کرتا ہے اسی ترجمہ کی بدولت توریت و انجیل ہر دو تین برس کے بعد نیا روپ بدلا کرتے ہین جس سے نئے نئے معنے پیدا ہوتے رہتے ہین۔"

اس بحث کو بھی چھوڑو اَب تاثیر کے اعتبار سے زبان پر غور کرو عام طور پر کلام کی عزت و منزلت متکلم کی عظمت و وجاہت پر موقوف ہوا کرتی ہے ایک بادشاہ یا ایک واجب التعظیم بزرگ یا ایک اہل اللہ کے مُنہ کے معمولی الفاظ نکلے ہوئے جس رغبت اور عزت کی نظر سے سُنے جاتے ہین اور عام و خاص کے دلون پر حیرت انگیز اثر ڈالتے ہین اُس رغبت و قدر کی نگاہ سے کسی بڑے فصیح و بلیغ خطیب کے وعظ بھی دلون پر وہ تاثیر نہین کرتی اور نہین کر سکتی اس سے ظاہر ہے کہ جس کلام کو قادر ذوالجلال کے کلام ہونے کا شرف حاصل ہوا اور

رسول خدا صلعم جیسے اولی العزم پیغمبر کی زبان سے ہم تک پہونچا ہو گو کہ ہم اُس کے معانی و مطالب سے بھی آگاہ نہون جو رُعب جو تاثیر اور جو خیال رجوع الی اللہ کا صرف اتنے خیال سے کہ یہ اُس کا کلام ہے جسکی عظمت و جلال کے سامنے ہم سرنگون ہو رہے ہین) دلون پر طاری ہوتا ہے وہ ہرگز کسی دوسرے ذریعے سے نہین ہو سکتا ہان البتہ جو لوگ زبان عربی سے واقف نہون اُن کو پہلے سے اُن سورتون اور لفظون کا ترجمہ جو نماز مین پڑھی جاتی ہین یاد کر کے سُن سُنا کر ذہن نشین کر لینا اولی اور افضل ہے اور بہت ہی عمدہ بات ہے اس طریقے سے وہ اخلاقی فوائد بھی جو نماز سے مقصود ہین۔ حاصل ہون گے اور ربّانی کلام کی تاثیر بھی دلون پر اپنا کام کرتی رہیگی خدائے تعالی فرماتا ہے۔

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ	خدا سے مدد چاہو صبر اور نماز کے ساتھ۔
فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ	پڑھو جو آسان ہو تمکو قرآن مین سے اور نماز قائم رکھو۔
حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ	یہان تک کہ سمجھو اُسکو جو تم پڑھتے ہو۔
اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ	نماز فحش اور لغویات سے روکتی ہے۔

آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے۔

تعبد اللہ کانک تراہ وان لم تکن	خدا کی عبادت اسطرح کر کہ گویا تو اُسکو دیکھ رہا ہے اور
تراہ فانہ یراک	اگر یہ تجھسے نہو سکے تو یہی سمجھ کہ وہ تجکو دیکھ رہا ہے۔

امام غزالیؒ لکھتے ہین کہ تکمیل نماز کیلئے چھ باتین ضروری ہین (۱) دل کا پوری طور پر

خدا کی طرف رجوع ہونا حدیث مین آیا ہے۔

لاصلوۃ الا بحضور القلب۔ | نماز کامل نہین ہوتی جبتک دل رجوع نہو۔

(۲) جو کچھ مُنہ سے کہے اُس کے معنی اور مطلب کو سمجھا جائے (۳) خدا کی بزرگی اور عظمت کو مدنظر رکھنا (۴) ہیبت کا ہونا انسان کے دل پر خدا کی بزرگی و جلال کا ایسا خوف طاری ہو جیسے کسی صاحب قوت و اختیار کے سامنے دل مین پیدا ہوتا ہے (۵) امیدوار رحمت ہونا کیونکہ اگر کسی کے جانب سے صرف خوف ہی خوف ہو تو اُس سے نفرت پیدا ہوتی ہے (۶) حیا کرنا اپنے قصورون پر جن کا نام گناہ ہے اور شرمندہ رہنا۔ یہ سب حالتین یکایک نہین پیدا ہوتین بلکہ مداومت اور روحانی ترقی سے رفتہ رفتہ حاصل ہوا کرتی ہین قانون قدرت کے مطابق جسقدر انسان کے حالات اور معلومات مین ترقی ہوتی جاتی ہے اُسیقدر اُس کے خیالات مین روشنی اور دل مین کشادگی بڑھتی جاتی ہو افسوس افراط اور تفریط نے جو انسانی فطرت کا ایک عام خاصہ ہے ہم مسلمانون کو کہین کا نہ رکھا ایک گروہ نے دینداری صرف اسی کو سمجھا کہ گوشہ تنہائی کے قفس مین شب و روز حق اللہ پاک ذات اللہ کی صداؤن مین مصروف رہین اور خیالی ترک دُنیا کر بیٹھین دوسرے گروہ نے دُنیا داری اسکا نام رکھا کہ مذہب سے کوئی سروکار نہ رکھا جائے ہمارے زمانہ مین جو قوم تہذیب و شائستگی اور فلسفہ و سائنس کی روح روان سمجھی جاتی ہے اور جسمین بجز نام کے عیسائیت کی تمام خصوصیتین اور اوصاف مذہب یک قلم متروک ہین اور

جس نے نظام سلطنت سے مذہب کو بالکل بے دخل کر دیا ہے اُس کا تو یہ حال ہے کہ تہذیب کے پردے مین مذہبی اشاعت کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہین رکھا جاتا انجیل کے ہزارون ترجمہ مختلف زبانون مین ہوتے ہین قریہ قریہ گانون گانون تقسیم کیئے جاتے ہین لکچر دیے جاتے ہین گرجے تعمیر ہوتے ہین مشن کے نام سے نئے نئے اسکول ہسپتال کھولے جاتے ہین یہانتک کہ اشاعت تہذیب کے پیرایہ مین اسی مشن سوسائٹی کے ذریعے سے ممالک اجنبیہ مین دخل دہی شروع ہوتی ہے لڑائیان پیش آتی ہین اور باوجود مذہبی خصوصیات چھوڑ دینے کے ہم اپنی آنکھون سے دیکھتے ہین کہ ہر اتوار کی شام کو گرجاؤن مین عجیب طرح کی چہل پہل ہوتی ہو گھنٹیان بج رہی ہین ہر طرف گاڑیان کھڑی نظر آتی ہین اب ہم اُن کے مقابل مین اپنے حال پر نظر ڈالتے ہین تو کیا دیکھتے ہین کہ جمعہ جمعہ آٹھوین دن بھی مسجدون مین ہر طرف سناٹا کسی کسی مسجد مین چند غریب غرباء محلہ کی نماز پڑھتے نظر آتے ہین درحقیقت یہ ایک شرمناک بات ضرور ہے اور ایک طرح پر اسلام کی بے توقیری بھی ہے اور ایک دوسرے سے اجنبیت اور باہمی تبادلہ خیالات نہونے سے جو نقصانات متصور ہین اُنکا ہونا لازمی بات ہے نماز کا شعار اسلام یعنی مسلمانون کو مارک سمجھکر جمعہ کو یکجا جمع ہو جانا کوئی بڑی بات نہین ہے جمعہ اور جماعت کی تاکید اور وعید مین بہت سی حدیثین آئی ہین اور اگر ذرا بھی غور سے دیکھا جائے تو کچھ شک نہین ہے کہ اسلام کا یہ حکم ایک اعلیٰ درجے کی دانشمندانہ حکمت پر مبنی ہے ہر مسلمان کو حکم ہو

کہ تا بامکان نماز جماعت کے ساتھ ادا کرے اور جمعہ مین حاضر ہو تا کہ قومی اتحاد مین ترقی ہو قومی خیالات مجتمع ہون غریب و امیر ادنیٰ و اعلیٰ مقیم و مسافر نوکر اور شہنشاہ سب کے سب ایک قومی رنگ مین ڈوبے ہوئے ایک سطح پر خدا کے روبرو کھڑے ہوئے اپنی قومی فلاح اور اُخروی نجات کی طلب مین سرگرم ہون جمعہ گویا خدائی فوجی ریویو کا دن ہے جماعت سے نماز پڑھنے مین اسلام کی شان و شوکت دکھائی دیتی ہے اور صرف شان ہی نہین بلکہ یہ دیکھکر کہ بہت سے لوگ ملکر اُس ابدی الظہور اور ابدی الخفا کو حاضر ناظر جان کر اُس کے سامنے زمین پر سر ٹیکتے ہین دل پر بہت بڑا اثر ہوتا ہے اور جب پیش امام کوئی مقدس شخص ہوتا ہے اور جب نماز مین قرآن مجید ترتیل اور خوش آوازی سے پڑھا جاتا ہے تو ہر نمازی پر خواہ وہ قرآن کے معنے سمجھتا ہو یا نہ سمجھتا ہو بے انتہا اثر ہوتا ہے آنحضرت صلعم نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کی خوش آوازی پر متعجب ہو کر فرمایا۔

لقد اوتیت مزمارا من مزامیر ال داوٗد | خدا نے تجکو مزامیر آل داؤد مین سے ایک مزمار یعنی خوش آوازی کا حصہ عطا کیا ہے۔

مولانا شاہ سُلیمان صاحب نے خوب کہا ہے کہ مین اُن ناسمجھ مولویون مین نہین ہون کہ لوگون کو کافر و مرتد و بے دین کہکر الگ ہو بیٹھون مین اسلام کے حلقے کو وسیع کرنا چاہتا ہون نہ تنگ کرنا مین اسلام کی تعداد بڑھانا چاہتا ہون نہ گھٹانا مین غیرون کو اسلام مین لانا چاہتا ہون نہ کہ اپنون کو کافر کہکر نکالدون مین لوگونکے

لباس و پوشاک کی بھی پروا نہین کرتا اسلام کسی ایک لباس خاص کا مقید نہین ہوا اور نہ ہو سکتا ہے عنقریب وہ زمانہ آنیوالا ہے خدا کرے کہ ہم اُسے بچشم خود ضرور دیکھ لین۔ جمعہ کے دن جامع مسجد شہر کے دروازون پر بگھی چرٹ ٹمٹم۔ پالکی گاڑی فٹن لینڈو کھڑے ہون اور مین پوچھون تو معلوم ہو کہ یہ جج صاحب کی سواری ہے یہ مجسٹریٹ صاحب کی یہ بیرسٹر صاحب کی یہ ڈپٹی صاحب کی جمعہ پڑھنے کو تشریف لائے ہین اندر جا کر دیکھون کہ اِدھر مولوی صاحب ہین شاہ صاحب ہین اُدھر بیرسٹر صاحب ہین مجسٹریٹ صاحب ہین کوئی جبہ و دستار مین ہے کوئی قمیص اور لنگ مین کوئی شروانی ڈانٹے ہوئے ہے کوئی کوٹ پٹیلون سے آراستہ ہے غرض ایک عجیب گلدستہ ہے اور مین حضرت اسلام کو دیکھکر کہون سے بہر رنگے کہ خواہی جامہ مے پوش   من اندازِ قدت را می شناسم

بیان صوم

سوال۔ روزہ سے کیا مقصود ہے اور روہ کیون مقرر کیا گیا اور روزے کا نتیجہ کیا ہے اور اُس سے کیا فائدہ متصور ہے۔

جواب۔ نماز کیطرح روزہ بھی مختلف صورتون مین ہر زمانہ اور ہر قوم مین پایا جاتا ہے روزہ سے مقصود خدا کے لیئے جسمانی و روحانی تکلیف برداشت کرنا ہے یہ مسئلہ بھی فطرت انسانی پر اور انسانون کی عقلون کے مختلف درجات پر غور کرنیسے

حل ہو سکتا ہے ابتدا مین جبکہ انسان ایک وحشیانہ زندگی رکھتا تھا اور اُسکی غذا
محض قدرتی پیداوار اور جنگلی جانورون کے شکار پر موقوف تھی اُس وقت
مین کبھی کبھی فاقہ گزر جانا ایک لازمی امر تھا نیم وحشی انسانون کو غالباً غذا سے
زیادہ تر کوئی چیز عزیز اور خوش کرنے والی نہوگی ایسی حالت پر فاقہ کا کبھی کبھی
پیش آنا ضرور انسان کے دل مین اس خیال کا باعث ہوا ہوگا کہ وہ اعلیٰ
طاقت جو تمام حوادثِ طبعی کی مرکز ہی اُسکا اقتضا ہی یہ ہے کہ انسان اُسکے
لیئے جسمانی تکلیف اُٹھائے اسکو دوسرے لفظون مین یون سمجھو کہ دیوتا یا خُدا
انسان کی جسمانی تکلیف سے راضی ہوتا ہے جبکہ یہ خیال انسان کے دلمین گزرا
اُسی وقت سے روزہ نے مذہبی رسم ہونے کا درجہ پایا چنانچہ توریت مین جہان
روزہ کا حکم دیا گیا ہے وہان اسی قسم کے الفاظ استعمال کیئے گئے ہین حضرت
موسیٰ نے بنی اسرائیل سے فرمایا اپنی روحون کو مبتلا کرو عبری زبان کے قدیم
محاورہ مین روح کے مبتلا کرنے سے روزہ مراد ہوا کرتا ہے غرض قدیم سے یہ
ایک عجیب طرح کا خیال چلا آتا ہے کہ خدا یا دیوتا انسان کی زندگی کو آسائش سے
بسر کرنا پسند نہین کرتا جس قدر انسان اپنی روح اسپنے بدن کو تکلیف اور مصیبت
مین ڈالے اُسی قدر خدا کی رضامندی حاصل ہوتی ہے یونانی اور رومی مذہبی
افسانے اس خیال سے بھرے پڑے ہین اسی غلط خیال کی بنا پر طرح طرح کی سخت
ریاضتین بیرحمانہ مجاہدے لوگون نے اختیار کیئے کسی نے گھر بار چھوڑ کر جنگلون اور

غارون مین تمام زندگی بسر کردی جب ہم ہندو جوگیون اور عیسائی فقیرون کے
رہنے کے غار اور پہاڑون کی تنگ اور تاریک کھوئین دیکھتے ہین تو ہمکو بڑا
تعجب ہوتا ہے کسی نے پلنگ پر سونا اور شادی بیاہ کرنا تمام عمر کے لیئے ترک کردیا
کسی نے چالیس چالیس دن کے بے آب و دانہ چلّے کھینچنا ثواب اور عین دین کا
کام سمجھا کوئی اپنا ہاتھ اونچا کر کے سکھا دیتا ہے کوئی بیٹھنا اُٹھنا اور لیٹنا چھوڑ دیتا ہے
اور تمام عمر کھڑے رہکر گزار دیتا ہے کوئی لذیذ غذا کو چھوڑ دیتا ہے اور تمام عمر صرف
نہایت حقیر اور کثیف غذا پر زندگی بسر کرتا ہے ہندو جوگی اور سناسی اور عیسائی
مانک اور نین ہمارے زمانے مین اسکی زندہ مثالین موجود ہین اس خیال نے
یہان تک ترقی کی کہ لوگ جان کی قربانی کرنے لگے اپنے آپ کو بل چڑھا دیتے
تھے اُن سے گھٹکر بطریق تنزل اولادکی قربانی کیجاتی تھی بہرحال ہر زمانے مین
ہر ایک قوم مین اس خیال نے عجیب عجیب طرح سے اپنا جلوہ دکھایا ہے۔

سوال۔ درحقیقت اگر روزہ کی بنا یہی ہے اور بیشک ایسا ہی ہے اور انسان
کی جسمانی اور روحانی تکلیف اور مصیبت سے خدا راضی ہوتا ہے تو معاذ اللہ
ایسا خدا رحیم وکریم کاہے کو ہوا وہ تو ظالم اور آزار پسند ٹھہرا اس سے بڑھکر تعجب
یہ ہے کہ اسلام جو بالکل فطرت الٰہی کے مطابق ہے اور کافۃً للناس یعنی تمام
جہان کے آدمیون کے لئے ایک سچّا مذہب ہے اور خدا تعالیٰ کو رحمٰن اور رحیم
کہکر پکارتا ہے اُس نے ایسی سختی کیونکر انسانون پر جائز رکھی ذرا ذرا سی بات پر

تو اسلام نے دین مین آسانی برتنی کا حکم دیا اور سختی پر جھڑکی دی یہان تک کہ ایک شخص نے آنحضرت صلعم سے ایک امام کی شکایت کی کہ وہ نماز دیر تک پڑھاتا ہے اور مین کاروباری آدمی ہون میرا بڑا حرج ہوتا ہے اس لیئے مین صبح کی نماز مین حاضر نہین ہو سکتا یہ سُن کر آنحضرت صلعم اسقدر غضبناک ہوئے کہ حضرت ابو مسعود انصاریؓ کہتے ہین کہ مین نے آپ کو اتنا غصہ مین کبھی نہین دیکھا آپ نے فرمایا جو امام ہو تو وہ مختصر نماز پڑھائے کیا تم لوگون کو دین سے نفرت دلانا چاہتے ہو نماز مین بوڑھے ضعیف اور اہل حاجت سبھی طرح کے لوگ ہوا کرتے ہین اسیطرح آپ نے بارہا نہایت شد و مد سے تاکید فرمائی اور لوگون پر ظاہر کیا کہ دین ایک آسان چیز ہے باانیہمہ یہ سمجھ مین نہین آتا کہ آنحضرتؐ نے روزونکو کیونکر جائز رکھا اور ضعیف اور اہل حاجت کے طبعی اور ہنگامی مجبوریون کو کیونکر فراموش کر دیا موسمی تغیرات اور ملکون کے مختلف طبعی حالات کو کیونکر نظر انداز کر دیا مثلاً ارض تسعین مین چھ مہینے کا دن ہوتا ہے یہ تو مثال طبعی اختلاف کی ہے موسمی اختلاف پر نظر کیجیئے یہ میرا مشاہدہ ہے کہ ایک سترہ اٹھارہ برس کا لڑکا موسم گرما کے روزہ مین پیاس کی تاب نہ لاکر تڑپنے لگا اُس کے باپ نے اُسکی بیقراری دیکھکر کہا کہ مین مولوی صاحب کے پاس جاکر مسئلہ دریافت کر آؤن تو تجکو پانی دون باپ گیا مسئلہ دریافت کرنے لڑکا بیتاب ہوکر پانی کے مٹکے کیطرف دوڑا اُس کے قریب پہونچکر چاہتا تھا کہ پانی پیئے اتنے مین کمال تشنگی سے دفعتہً

اُسکی روح قفس تن سے پرواز کر گئی اور وہ مٹکے سے لپٹا ہوا مُردہ پایا گیا یہ موسمی تغیرات کی مثال ہے کیا عقل اِس کو قبول کرتی ہے کہ جو مذہب بالکل فطرت الٰہی کے مطابق ہو اور تمام جہان کے لوگون کیواسطے ہو اور اُس خدائے رحمٰن و رحیم کا بھیجا ہوا مذہب ہو جو تمام جہان کے حال سے باخبر ہے وہ ایسی سختی اور تشدّد کو جائز رکھ سکتا ہے ہرگز نہین۔ ایک مجوسی کا ذکر ہے کہ جب وہ مسلمان ہو گیا اور پہلے پہل ماہ رمضان واقع ہوا تو اُسنے روزون کی سختی کے متعلق مسلمانوکو مخاطب کر کے ایک شعر پڑھا ؎

وجدنا دینکم سہلاً علینا ؂ شرائعہ سوی شہر الصیام

مین نے تمھارے مذہب اور اُسکے احکام کو نہایت سہل پایا سوائے ماہ رمضان کے۔

جواب۔ یہ تمام لغو شبہات اسلامی روزہ کی حقیقت نجاننے کا نتیجہ ہین اور زیادہ تر اُن رایون اور غلط رسمون سے تعلق رکھتے ہین جو بدقسمتی سی مسلمانون مین عام طور پر شائع اور جاری ہین اسلام نے جس ضرورت اور جن اُصول پر روزہ کی رسم کو جاری رکھا اُسطرح پر روزہ ایک نہایت مفید چیز ثابت ہوا ہے اور بالکل فطرت الٰہی پر مبنی ہے سرمو اسکے خلاف نہین وہ اُصول یہ ہین۔

(۱) روزہ اور تمام عبادتین صرف انسان کے فائدے کی غرض سے ہین خدا کا کوئی فائدہ نہین نہ اُس کو اسکی کچھ پرواہ خدا کسی کی تکلیف کو پسند نہین کرتا

مَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ خدا یہ نہین چاہتا کہ دین مین تمھارے اوپر کچھ دقت پیدا کرے بلکہ وہ یہ چاہتا ہے کہ تمکو پاک کرے اور پھر اپنی نعمت تمام کرے ۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَاۗءَ فَعَلَيْهَا	جو شخص اچھا عمل کرتا ہے وہ اپنے لیئے اور جو برا کرتا ہے وہ اپنے لئے ۔
اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِيْنَ ۔	خدا تمام عالم سے بے نیاز ہے ۔

(۲) اسلام نے روزے کو بطریق نفسانی علاج کے قائم رکھا نہ یہ کہ اور قومون کیطرح اُسکو مقصود بالذات ٹھہراکر انسان کی تکلیف یا اُسکی جان کی قربانی کو خدا کی مرضی اور خوشنودی قرار دیا ہو۔ رہبانیت کی حدیث اور وہ حدیث تو اُنپر گزر چکی جسمین مذکور ہے کہ ایک شخص نے کہا تھا کہ مین ہمیشہ روزہ رکھا کرونگا کیونکہ آنحضرت صلعم کے اگلے پچھلے گناہ تو خدا معاف کرچکا ہے ہماری اُنکی مثال ہی کیا یہ اُسنے آنحضرت صلعم کی عبادت کو بہت خفیف سمجھکر کہا تھا جب یہ خبر آنحضرت صلعم کو پہونچی تو آپ بہت خفا ہوئے اور فرمایا کہ مین تم لوگون کی نسبت خدا سے بہت زیادہ ڈرنیوالا ہون مین روزہ بھی رکھتا ہون افطار بھی کرتا ہون جو میرے طریقے سے مُنہ پھیرے وہ مجھ مین سے نہین ہے اب ہم وہ حدیث لکھتے ہین جس سے روزہ مقرر کرنے کی غرض معلوم ہوتی ہے ۔

عن ابی هریرةؓ قال قال رسول اللّٰه	ابی ہریرہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ

صلعم الصّیام جُنّۃ	صلعم نے کہ روزہ سپر ہی یعنی فساد شہوت و غضب سے بچاتا ہی۔

شاہ ولی اللہ صاحبؒ لکھتے ہین کہ روزہ ایک تریاق ہے اور تریاق کا استعمال مقدار کے اعتبار سے ہوتا ہے اور سموم نفسانیہ کے دور کرنے کیلئے استعمال کیا جاتا ہے مگر چونکہ اُس سے لطیفۂ نفسانیہ کے مقام اور اُس کے جائے ظہور کو بھی ایک قسم کا صدمہ پہونچتا ہے لہذا ضرورت کے مطابق اُسکا معین کرنا لازم ہوا خدائے تعالیٰ روزے کی نسبت فرماتا ہے۔

لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ	غالباً تم پرہیزگار ہو جاؤ گے۔

یعنی جسمانی و روحانی پاکیزگی تمکو حاصل ہوگی جسمانی پاکیزگی یہ کہ مثلاً معدہ کو ہر وقت کی امتلا اور غذا پہونچنے سے سکون ہوگا تو بہت سے خراب اجزا اور رطوبات تحلیل ہون گے صحت جسمانی کو فائدہ پہونچے گا روحانی پاکیزگی یہ کہ جب تم بُری باتون سے رُکو گے جسکی سخت ممانعت کیگئی ہے خصوصاً رمضان مین اور کچھ دنون تک تمھاری اُسپر مداومت رہیگی تو کیا عجب یہ مداومت آئندہ بطور عادت ہو جائے اور تم مین باہمی ہمدردی اور سلامت روی کا سبب ہو جائے آنحضرت صلعم نے فرمایا۔

الصبر نصف الایمان	صبر نصف ایمان ہے۔

اور روزہ نصف صبر ہے الصوم نصف الصبر خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔

الصوم لی وانا اجزی بہ	روزہ خاص میرے لیئے ہوا اور مین ہی اُسکی جزا ہون۔

عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلعم من لم یدع قول الزور والعمل بہ والجھل فلیس للہ حاجۃ فی ان یدع طعامہ وشرابہ رواہ البخاری	ابوہریرۃؓ کہتے ہین کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا جس نے جھوٹ کو ترک نہ کیا اور اُسپر عمل کرنا نہ چھوڑا اور جہالت سے پرہیز نہ کیا اُسکے کھانا پینا چھوڑنے کی خدا کو کچھ حاجت نہین۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا بہت سے روزہ دار
کَمْ مِنْ صَائِمٍ لَیْسَ لَہٗ مِنْ صَوْمِہٖ اِلَّا الْجُوْعُ وَالْعَطَشُ	ایسے ہین کہ اُن کو اُن کے روزے سے بجز بھوک اور پیاس کے کچھ حاصل اور فائدہ نہین۔

غرض روزہ کو اُسکی عام حالت کے لحاظ سے کسی طرح غیر مفید نہین کہا جا سکتا۔

(۳) اسلام نے روزون کے مقرر کرنے مین مختلف مزاج مختلف ملک مختلف موسم اور مختلف طبعی حالتون کا کامل لحاظ رکھا ہے کسی قسم کی صعوبت روا نہین رکھی جیسا کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے۔

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ۔	مسلمانو جسطرح تمسے پہلے لوگون (اہل کتاب پر) روزہ رکھنا فرض تھا تمپر بھی فرض کیا گیا تاکہ تم (بہت سے گناہون سے) بچو۔

اس آیت مین روزہ سے مراد رمضان کے روزے ہین اگلے لوگون سے مراد اہل کتاب ہین مسلمانون کے روزون کی اہل کتاب کے روزون سے جو مشابہت دیگئی ہے اُس سے یہ مطلب ہے کہ جس غرض اور جس بنا پر اہل کتاب نے روزے رکھنا اختیار کیا اُسی بنا پر تمکو بھی روزے رکھنے کا حکم دیا گیا۔ زمانہ

نزول وحی مین حضرت موسیٰ چالیس دن پہاڑ پر اور حضرت عیسیٰ چالیس دن بیابان مین رہے ہے توریت و انجیل دونون سے پایا جاتا ہے کہ اُن دنون مین حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ روزہ دار تھے بعد مین اُنکی اُمت نے اُنکی متابعت کے خیال سے اُن دنون مین ہر سال روزے رکھنا اختیار کیئے آنحضرت صلعم نے ماہ رمضان کو (جو نزول وحی کا زمانہ تھا) کوہ حرا مین گزارا اور آپ بھی اُس زمانے مین روزہ دار تھے پس خدا نے فرمایا کہ جسطرح یہودیون اور عیسائیون نے اپنے نبی کی متابعت مین اُس زمانے مین روزہ اختیار کیئے تھے اُسیطرح تم بھی اختیار کرو جو سبب اہل کتاب کے روزے اختیار کرنے کا ہوا وہی سبب مسلمانون کے روزے اختیار کرنے کا ٹھہرا اسی ایک سبب صیام مین اگلے اہل کتاب کے ساتھ تشبیہ دیگئی ہے اُس کے بعد خدائے تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَیَّامًا معدودات فمن کان منکم مریضًا او علٰی سفرٍ فعدۃٌ من ایامٍ اُخر وعلی الذین یطیقونہٗ فدیۃ طعام مسکین فمن تطوّع خیرًا فھو خیرٌ لہ وان تصوموا خیر لکم ان کنتم تعلمون	گنتی کے چند روز ہین اُسپر بھی جو شخص تم مین سے بیمار ہو یا سفر مین ہو تو دوسرے دنون سے گنتی (پوری کرے) اور جنکو کھانا دینے کا مقدور ہو اُنپر (ایک دن کا) بدلہ ایک محتاج کو کھانا کھلا دینا ہے اور جو شخص اپنی خوشی سے نیک کام کرنا چاہے تو یہ اُسکے حق مین زیادہ بہتر ہے اور سمجھو تو روزہ رکھنا (بہرحال) تمھارے حق مین بہتر ہے۔

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ اسلام نے روزہ کو جس سہل طریقے کے ساتھ

اور جس ترتیب کے ساتھ مقرر کیا وہ بالکل فطرت الٰہی کے مطابق ہی اور کوئی بات اُسمین ایسی نہین کہ جو کسی مزاج کے کسی مُلک کے کسی زمانے کے اور کسی حالت کے مخالف ہو جیسا کہ خود خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔

يُرِيدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ۔	اللہ تمھارے ساتھ آسانی کرنا چاہتا ہی اور تمھارے ساتھ سختی نہین کرنا چاہتا ہی اور (یہ حکم اُسنے اس غرض سے دیے ہین) تاکہ تم (روزونکی) گنتی پوری کرلو اور تاکہ اللہ نے جو تمکو راہ راست دکھا دی ہی اُس (نعمت) پر اُسکی بڑائی کرو تاکہ تم (اُسکا) احسان مانو

آیت ماسبق کے متعلق جسمین صاحب مقدور کو ایک محتاج کو روزانہ کھانا کھلا دینے کا حکم ہے علمارمین اختلاف ہے لفظ یطیقونہ کو مخفف اور مشدد دونون طرح پڑھا ہے تخفیف کی صورت مین یہ آیت منسوخ قرار پاتی ہے اور تشدید والوں کی بُنیاد پر محکم ہے عام گروہ علماء کا یہی قول ہے وہ کہتے ہین۔

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ	تم مین سے جو شخص اس مہینے مین (زندہ) موجود ہو تو چاہیئے کہ اس مہینے کے روزے رکھے۔

اِس آیت نے آیت سابق کو منسوخ کر دیا شاہ ولی اللہ صاحب فوز الکبیر مین لکھتے ہین کہ "عدد آیات منسوخہ پانصد رسانیدہ اند" یعنی جو لوگ نسخ کے قائل ہین اُنھون نے منسوخ آیتون کی تعداد پانسو تک پہونچا دی ہے دوسرے مقام پر لکھتے ہین کہ انچہ بر رائے متاخرین منسوخ است بر وفق شیخ ابن العربی محرر کردہ

بست آیت شمردہ یعنی متاخرین کی رائے کے مطابق جیسا کہ شیخ ابن عربیؒ نے
لکھا ہے منسوخ آیتین بیس قرار پاتی ہین مگر محققین علماء اسکے بالکل خلاف
ہین اور وہ قرآن مجید مین ایک آیت کو بھی منسوخ نہین مانتے بخاری مین ابن
عباسؓ سے مروی ہے کہ آیت علی الذین یطیقونہ منسوخ نہین ہے بلکہ بوڑھے
مرد و عورت کے متعلق ہے جو لوگ قرآن مجید مین نسخ کے قائل نہین ہین وہ
کہتے ہین کہ پچھلی آیت مین جس کو ناسخ قرار دیا جاتا ہے اُسمین کوئی اشارہ کسی
قسم کا پہلی آیت کے منسوخ ہونے کا نہین ہے صرف قیاساً یہ بات قرار دیجاتی
ہے کہ پہلی آیت کے روزے رمضان کے روزون سے علیحدہ تھے جن کی
نسبت قرآن مین کہین بیان نہین کہ وہ کتنے روزے تھے اور کون سے تھے
محض قیاس پر کہا جاتا ہے کہ رمضان کے روزون کی آیت نے اُس حکم کو
منسوخ کر دیا جس حدیث پر استدلال کیا جاتا ہے اول تو اُسکی صحت مین کلام
ہے اور اگر صحیح مان بھی لیجائے تو اس بات مین کلام ہے کہ حدیث اور خصوصاً
خبر احاد سے قرآن مجید کا حکم منسوخ بھی ہو سکتا ہے یا نہین یا محض اپنے قیاس
سے یہ بات کہی جاتی ہے کہ پہلی آیت مین جن روزون کا ذکر ہے وہ وہی
رمضان کے روزے ہین جنکا پچھلی آیت مین ذکر ہے اور پھر بغیر کسی اشارہ
کے کہا جاتا ہے کہ جو اختیار کہ روزہ رکھنے یا فدیہ دینے مین تھا وہ پچھلی آیت
سے منسوخ ہو گیا اگر قرآن مجید مین اسطرح ناسخ و منسوخ کا سلسلہ تسلیم کر لیا جائے

تو تمام احکام قرآنی کا منسوخ ہونا اور قائم رہنا صرف لوگون کے قیاس پر منحصر رہجاتا ہے جو کسی طرح لائق تسلیم نہین ہے حق یہی ہے کہ قرآن مجید کی کوئی آیت منسوخ نہین اور فدیہ دینے کا جو حکم آیت سابق مین ہے وہ بھی منسوخ نہین ہوا یطیقون کے معنے ہین مشکل اور تکلیف سے کسی کام کو انجام دینا عربی مین دو لفظ ہین ایک وسع اور ایک طاقت وسع کی لفظ اُس شخص کے ساتھ بولی جاتی ہے جو کسی کام کرنے پر آسانی سے اور بغیر تکلیف کے قادر ہو اور طاقت کی لفظ اُس شخص کے ساتھ بولی جاتی ہے جو کسی کام پر مشکل سے اور تکلیف اُٹھا کر قادر ہو جو لوگ نہایت تکلیف اور سختی جھیل کر روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہین اُن کو اجازت ہے کہ روزہ رکھنے کے بدلے فدیہ دین فدیہ سے مراد یہ ہے کہ ہر روز کے بدلے ایک مُد یعنی قریب ایک سیر کے گیہون محتاج کو دیجیا وین جو محققین علماء نسخ کے قائل نہین ہین اُنمین اس امر کی بابت بھی اختلاف ہے کہ وہ کون لوگ ہین جو نہایت تکلیف اور سختی اُٹھا کر روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہین سُدی کا قول ہے کہ وہ وہ لوگ ہین جو بہت بُڈھے ہو گئے ہین ایک روایت مین ہے کہ حضرت انس رضؓ اپنے مرنے سے پہلے روزہ نہین رکھتے تھے اُن کو روزہ رکھنے مین سختی اور دُشواری معلوم ہوتی تھی اور ہر روز ایک مسکین کو کھانا کھلا دیتے تھے مگر درحقیقت بڈھے کی قید لگانی بھی ٹھیک نہین ہے قرآن مجید مین کوئی ایسا اشارہ نہین ہے جس سے الذین یعنی اُن لوگون سے مراد صرف بڈھا آدمی لیا جائے

تمام انسان خواہ بڈھے ہون یا جوان اُنکی حالت باعتبار پیدائش اور موسم اور ملک کے مختلف ہوتی ہے بہت سے جوان آدمی بلحاظ اپنے ضعف خلقت کے ایسے ہوتے ہین کہ اُن کو روزہ مین حد درجہ تکلیف اور مشقت ہوتی ہے اور بعض بڈھے ایسے ہوتے ہین کہ اُن کو روزہ معلوم بھی نہین ہوتا خیر یہ تو سب علما کی رائین ہین اگر خداوند تعالیٰ کی صریح حکم اور قرآن مجید کے الفاظ اور سیاق کلام پر بخوبی غور کیا جائے تو ہرگز اس سے انکار نہین ہوسکتا کہ خدا نے قرآن مجید مین جو حکم دیا ہے اُن تمام حالات کے لحاظ سے جو اُسکے علم ازلی مین تھے نہایت عمدہ ترتیب پر مبنی ہے اور بالکل فطرت انسانی کے مطابق ہے پہلی آیتون مین جہان بیمار اور مسافر کا اور اُن لوگون کا جو بدشواری روزہ برداشت کرسکتے ہین حکم ہے اُسکا علانیہ یہ منشا ہے کہ مریض اور مسافر کو روزے کا نہ رکھنا بہتر ہے مگر اُن لوگون کی نسبت جو بدشواری روزہ رکھ سکتے ہین یہ منشا ہے کہ اُن کو روزہ رکھنا بہتر ہے جیسا کہ آیت کی اِن لفظون سے پایا جاتا ہے جو شخص اپنی خوشی سے نیک کام کرنا چاہے تو اُس کے حق مین یہ زیادہ بہتر ہے" کیا اب بھی کوئی معترض یہ کہہ سکتا ہے کہ روزہ انسان کیلیے ایک مصیبت ہے اور صحت جسمانی کو مضر ہے اور بعض مُلکون مین اُسکا ادا کرنا غیر ممکن ہے۔

سوال۔ اسلامی روزون کی عمدگی مین تو کوئی شک نہین جو لوگ روزہ دار ہون اُنکے لیے اسلام کے کیا احکام ہین اور کس قسم کے احکام ہین۔

جواب۔ اسلام نے مراعات کا کسی حالت مین بھی کوئی دقیقہ اُٹھا نہین رکھا اور کوئی حکم ایسا نہین دیا جس سے لوگون کو مصیبت مین ڈالا ہو صرف اصلاح اخلاق کے پہلو کو مد نظر رکھا ہے آنحضرت صلعم نے فرمایا۔

من صام رمضان ایمانا و احتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه	جو شخص ایمان اور احتساب نفس کے ارادے سے روزے رکھتا ہے اُسکی تمام اگلی خطائین بخشدیجاتی ہین آنحضرت صلعم نے فرمایا۔
لا تصوموا حتی تروا الهلال ولا تفطروا حتی تروه۔	چاند دیکھکر روزہ رکھو اور چاند دیکھکر روزہ موقوف کرو۔

اگلے لوگ رات دن کا روزہ رکھا کرتے تھے خداوند تعالیٰ نے رات کو روزہ سے خارج کیا اور فرمایا۔

کلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر۔	کھاؤ پیو یہانتک کہ (رات کی) کالی دھاری سے (صبح کی) سفید دھاری تمکو صاف دکھائی دینے لگے۔

سمرۃ بن جندب سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔

لا یغرنکم اذان بلال ولا هذا البیاض لعمود الصبح حتی یستطیر	یعنی دُھوکے مین نہ ڈالے تمکو بلال کی اذان اور وہ سفیدی جو صبح کا ستون ہے۔

مطلب یہ ہے کہ کھانا پینا بند نہ کرو اُسوقت تک کہ سفیدی خوب تیزی سے پھیلنا شروع نکرے ابن جریر کہتے ہین بعض علماء اس طرف گئے ہین کہ روزہ در اصل طلوع شمس سے واجب ہوتا ہے جسطرح افطار غروب پر ہوتا ہے حضرت انس رضؓ کہتے ہین کہ آنحضرت صلعم

نے فرمایا۔

تَسَحَّرُوْا فَاِنَّ فِی السُّحُوْرِ بَرَکَۃً	سحری کھایا کرو سحر مین برکت ہے۔

سہل بن سعد کہتے ہین رسولخدا صلعم نے فرمایا۔

لَا یَزَالُ النَّاسُ بِخَیْرٍ مَّا عَجَّلُوا الْفِطْرَ	وہی لوگ اچھے رہین گے جو جلد افطار کیا کرین گے۔

حضرت انس رض کہتے ہین کہ رسولخدا صلعم سفر مین تھے اور جو صحابہ آپ کے ساتھ تھے بعض انمین روزہ دار تھے اور بعض بے روزہ جو لوگ بے روزہ تھے اُنھون نے خوب محنت کی اور چستی و چالاکی دکھائی جو لوگ روزہ دار تھے وہ بسبب ضعف کے خدمت سے عاجز رہے اُسوقت آپ نے فرمایا۔

ذَھَبَ الْمُفْطِرُوْنَ الْیَوْمَ بِالْاَجْرِ	آج بے روزہ لوگ ثواب کما لیگئے۔

ابوہریرہ رض کہتے ہین کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔

من افطر فی رمضان ناسیًا فلا قضاء علیہ ولا کفّارۃ وھو صحیحٌ	جسنے بھولکر روزہ مین کھا پی لیا اُسپر نہ قضا لازم ہے نہ کفارہ

جابر بن عبداللہ کہتے ہین کہ آنحضرت نے سال فتح مکہ مین بماہ رمضان مکہ کی طرف سفر کیا آپ سے صحابہ نے عرض کی کہ لوگون پر روزہ مشکل ہو گیا ہے اور وہ آپکے منتظر ہین کہ دیکھین آپ کیا کرتے ہین آپ نے یہ سُن کر پانی کا پیالہ منگایا اور پی لیا علاوہ ان احادیث کے روزہ دارون کے ساتھ اور بہت رعایتین کیگئی ہین تقبیل ازواج کے روزہ کی حالت مین اجازت دیگئی غسل جنابت صبح اُٹھکر حالت روزہ

مین جائز ہے حاملہ و مرضعہ کو اجازت ہے کہ روزہ نرکھین فدیہ اور قضا کی نسبت مختلف رائین ہین صحیح یہی ہے کہ اُن پر بجز افطار کے نہ فدیہ ہے نہ قضا عورت کو حکم دیا گیا ہے کہ بلا مرضی شوہر روزہ نہ رکھے ابو داؤد نے غیر رمضان کی قید اضافہ کی ہے ان تمام صورتون اور حالتون کے ساتھ اب بھی اگر کوئی اسلامی روزہ کو غیر مفید و شوار اور خلاف فطرت سمجھے تو وہ اسکی نظیر کسی دوسرے مذہب مین دکھائے بشرطیکہ وہ نصوص مذہب یا بانی مذہب کے قول سے علاقہ رکھتی ہو۔

بیان حج

سوال۔ نماز کے ذکر مین منجملہ فرائض مذہبی کے ایک خانہ کعبہ کا حج بھی بیان کیا گیا ہے مگر یہ بات سمجھ مین نہین آتی کہ کعبہ کی تعظیم اور اُسکی پرستش کو مذہب اسلام نے کیونکر جائز رکھا جبکہ از روی مذہب اسلام غیر اللہ کی پرستش حرام ہے یہ تو کھلم کھلا ایک صریحی بُت پرستی اور بظاہر مشرکین عرب کے تبعیت ہے حالانکہ اسلام نے انھین باتون پر اُن کو گمراہ اور کم عقل خسر الدنیا والآخرہ کا مستحق قرار دیا ہے۔

جواب یہ تمام توہمات احکام اسلام اور اُسکی دقیق حکمتون سے ناواقفیت پر مبنی ہین اور کعبہ کی تاریخی حالات سے بے خبر ہونے پر دلیل ہین سچ یہ ہے کہ اگر دانشمندانہ نگاہ سے کعبہ کے تاریخی واقعات پر نظر ڈالی جائے اور قرآنی احکام اور

مسائل اسلام پر غور کیا جائے تو حج اُن اعلیٰ درجے کے حکیمانہ اُصولون مین سے
ہے جن پر مسلمانون کو بجا طور پر فخر و ناز اور دوسری قومون کو رشک ہو سکتا ہے
افسوس مسلمانون کی بے بصیرتی (جیسا کہ اُن کے ہر کام مین دیکھی جاتی ہے) اگر اُنکو
وہم پرست اور سطحی خیال کا آدمی نہ بنا دیتی تو یہی رسم حج جسکو شعار اسلام کہا جاتا ہی
مسلمانون کی دینی اور دنیوی ترقی کیلیے ہر وقت ایک زندہ روح کا کام دیتی
اول کعبہ کی حقیقت کو سمجھنا چاہیئے بعد ازان رسم حج کی مقصود اور اُسکی غایت کو
جاننا چاہیئے کعبہ کا اصلی نام بیت اللہ ہے جس کو مسجد الحرام بھی کہتے ہین یہ نام
حضرت ابراہیم کے زمانے سے چلا آتا ہے کعبہ اس لیئے کہا جاتا ہے کہ جس زمانہ
مین اُسکی بنیاد پڑی اُسوقت فن تعمیر ابتدائی حالت مین تھا اِسی سبب سے اُسکی
زاوی مساوی طور پر تقسیم نہو سکی مکعب ہو جانے کے سبب سے اُسکا نام کعبہ ہو گیا
ایک نام اُسکا بیت عتیق بھی ہے یعنی مکان قدیم اور بھی کئی نام ہین جیسے مکہ
اور بکہ اور اُم القریٰ یہ تین نام تغلیباً کعبہ پر بولے جاتے ہین ورنہ در اصل یہ نام
حرم یا تمام شہر سے تعلق رکھتے ہین اُم رحم و بناسہ اور الحاطمہ بھی کعبہ کا نام پکارا
جاتا ہے مگر یہ سب نام بعض صفات کی وجہ سے لوگون نے رکھ لئے ہین یہ عمارت
چار دیواری تھی جسپر کوئی چھت نہ تھی دروازہ زمین سے ملا ہوا تھا نہ کنواڑ تھی نہ
کُنڈی اُسکے بیرونی گوشہ مین طواف کے شمار اور اُسکی ابتدا اور انتہا معلوم
کرنے کی غرض سے ایک دراز بن گھڑا پتھر جس کو حجر اسود کہتے ہین نصب کر دیا تھا

اور اس چار دیواری کے اندر ایک کنواں کھودا تھا جس کو خزانۂ کعبہ کہتے ہین جو کچھ چیز بست آتی تھی وہ اسمین رکھی جاتی تھی یہی چار دیواری دُنیا مین وہ پہلا گھر ہے جو خاص خداے وحدہ لاشریک کی عبادت کی غرض سے بنایا گیا اسکا بانی وہ مقدس شخص ہو جسنے صدق دلسے کہا لا احب الافلین مین غروب ہوجانیوالی چیزونکو پسند نہین کرتا

انی وجہت وجہی للذی فطر السموٰت والارض حنیفا وما انا من المشرکین۔	مین نے تو ایک ہی کا ہوکر اپنا رُخ اسی ذات (پاک) کی طرف کرلیا ہے جس نے آسمان وزمین کو بنایا اور مین مشرکون مین سے نہین ہون۔

جس زمانہ مین حضرت اسمٰعیلؑ مکہ مین آباد ہوئے اُسوقت حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسمٰعیلؑ کی شرکت سے ایک پہاڑ کی گھاٹی مین کعبہ کی بنا ڈالی جبکہ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ خانۂ خدا کی بُنیادین اُٹھا رہے تھے یہ دعا کرتے جاتے تھے۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔	اے ہمارے پروردگار ہمسے (یہ خدمت) قبول کر بیشک تو ہی (دعا کا) سننے والا اور (نیت کا) جاننے والا ہے۔

جب وہ بنکر تیار ہوگیا جیسا کہ خداے تعالے فرماتا ہے۔

واذ جعلنا البیت مثابۃ للناس وامنا واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی	اور جب ہمنے خانۂ کعبہ کو لوگونکا مرجع (و معبد) اور امن کی جگہ ٹھہرایا اور (لوگونکو حکم دیا کہ) ابراہیم کی (اسی) جگہ کو نماز کی جگہ مقرر رکھو۔

تو جو قومین گرد و نواح مین خانہ بدوش پھرتی تھین وہان آکر آباد ہوئین اور حسب دستور اس مقدس مسجد کی زیارت کو لوگ آنے لگے وہان کوئی زیارت کی چیز بجز

سب بے چھت کی مسجد کی دیوارون کے اور کچھ نہ تھی جو کچھ زیارت تھی وہ یہی تھی لوگ جمع ہو کر اُس زمانے کے قدیم طریقے کے مطابق جس کو ہم ابراہیمی اور اسمعیلی طریقہ نماز کے نام سے تعبیر کرتے ہین وہان خدا کی عبادت کرتے تھے ننگے سر تہبند بندھا ہوا برہنہ جسم اُن دیوارون کے گرد جو خدا کے گھر کے نام سے بنائی گئی تھین اُچھلتے کودتے اور حلقہ باندھکر چوگرد پھرتے تھے جس کا نام طواف رکھا جاتا ہے۔

حضرت ابراہیمؑ نے بغرض آبادی مکہ اور ترقی تجارت یہ بات چاہی تھی کہ لوگون کے آنے اور زیارت کرنے اور اُس مقام پر عبادت معبود بجا لانے کیلئے ایام خاص مقرر کیے جائین تاکہ لوگون کے متفرق آنیکے بدلے موسم خاص مین مجمع کثیر ہوا کرے اور سب ملکر خدا کی عبادت کیا کرین اور مکہ کی آبادی اور تجارت کو ترقی ہو جیسا کہ قرآن مجید مین مذکور ہے جہان حضرت ابراہیمؑ کو مخاطب کرکے کہا ہے۔

اِذْ بَوَّأْنَا لِاِبْرَاهِیْمَ مَکَانَ الْبَیْتِ اَنْ لَّا تُشْرِکْ بِیْ شَیْئًا وَّطَهِّرْ بَیْتِیَ لِلطَّآئِفِیْنَ وَالْقَآئِمِیْنَ وَالرُّکَّعِ السُّجُوْدِ ۝ وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْکَ رِجَالًا وَّعَلٰی کُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ لِّیَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ	جب ہمنے ابراہیم کے لیے خانہ کعبہ کی جگہ مقرر کر دی (اور حکم دیا) کہ ہمارے ساتھ کسیکو شریک (خدائی) نہ کرنا اور ہمارے اس گھر کو طواف کرنیوالون اور قیام اور رکوع (اور) سجدہ کرنیوالون (یعنی نمازیون) کیلیے صاف ستھرا رکھنا اور لوگونمین حج کیلیے پکار دو کہ لوگ تمھاری طرف (دوڑے چلے) آئینگے (زمین سے کچھ تو) پیادے اور کچھ ہر (طرحکی) دبلی سواریون پر جو ہر راہ (دور و دراز) سے آئی ہونگی (سوار ہونگی) اور اس سفر سے انکا مقصود (یہ ہوگا) کہ اپنے فائدون (یعنی تجارت) کیلیے (ٹھیک وقت پر) آموجود ہون۔

حضرت ابن عباسؓ نے بھی اپنی تفسیر مین منافع کے یہی معنی بیان کیے ہین کہ دُنیا و آخرت دونون کے منافع مراد ہین آخرت کا منافع دعا مانگنے اور عبادت کرنے سے حاصل ہوتا ہے اور دُنیا کا منافع فائدہ اُٹھانے اور تجارت کرنے سے حاصل ہوتا ہے

اِن تمام حالات سے صاف ظاہر ہے کہ کعبہ ایک مسجد ہے جو خاص خدائے واحد کی پرستش کیلئے بنائی گئی اور چونکہ اُسکا بانی ایک نہایت مقدس خدا پرست پیغمبر ہے جسنے دین حنیف کی دُنیا مین بنیاد مضبوط کی اِس لیے اُسکا نام مسجد الحرام رکھا گیا پس بلحاظ مسجد ہونیکے اور نیز اِس نظر سے کہ دُنیا مین وہ پہلا خُدا کا گھر ہی تمام مسجدون سے زیادہ تعظیم وادب کا مستحق ہے دوسرا اشرف یہ بھی اُسکو حاصل ہی کہ وہ رسولخدا صلعم کا مولد ہے جسطرح گورنمنٹ پلیس کا لحاظ وادب ہر ایک رعایا پر ایک واجبی حق ہے اُسیطرح بلکہ اُس سے بدرجہا بڑھکر جناب رسالتمآب صلعم کے وطن سے محبت اور اُس کا لحاظ و پاس تمام مُسلمانون پر لازمی ہے اسی اُصول پر توریت مین خدا نے حضرت موسیٰ کو حکم دیا تھا کہ کوہ سینا کی حد مقرر کرا اور اُسکو مقدس کر (کتاب خروج باب۱۹ ورس۲۳) حدیث مین آیا ہے۔

اِنَّ لِکُلِّ مَلِکٍ حِمیً وَاِنَّ حِمَی اللہِ مَحَارِمُہٗ	ہر ایک بادشاہ کیلئے ایک حد سلطانی ہوتی ہے اور خدائے عزوجل کی سرحد اُسکے محارم ہین۔

آنحضرت صلعم نے فرمایا۔

اِنَّ اِبْرَاہِیْمَ حَرَّمَ مَکَّۃَ وَدَعَا لِاَہْلِہَا وَاِنِّیْ	حضرت ابراہیم نے مکہ کو حرم ٹھہرایا اور اہالی مکہ کے لیے

دُعا کی اور مین نے مدینہ کو حرم ٹھہرایا جیسا کہ ابراہیمؑ نے مکہ کو اور مین نے مدینہ کے پیمانہ صاع اور مد کیلیے دُعا کی۔	حرّمت المدینۃ کما حرم ابراھیم مکۃ وانی دعوت فی صاعھا ومدھا

یہ بھی ثابت ہو گیا کہ حج حضرت ابراہیمؑ و حضرت اسمٰعیلؑ کے طریقۂ نماز کی قدیم روش پر خُدا کی عبادت کا نام ہے جو خانۂ کعبہ مین ادا کیجاتی ہے معاذاللہ حج کو خانۂ کعبہ کی پرستش سمجھنا سراسر غلط ہے اور از روے مذہب اسلام کفر ہے آنحضرت صلعم نے توحید کو درجۂ کمال پر پہونچانے مین کوئی دقیقہ اُٹھا نہین رکھا خلفاء راشدین نے بھی ہمیشہ اسکا اہتمام رکھا کہ شرک خفی وجلی کا شائبہ تک باقی نہ چھوڑا جائے جیسا کہ روایت مین ہے۔ ایک دفعہ آنحضرت صلعم نے ایک درخت کے نیچے لوگون سے جہاد پر بیعت لی جس کو بیعت الرضوان کہتے ہین اُس دن سے یہ درخت متبرک سمجھا جانے لگا اور لوگ اُسکی زیارت کو آنے لگے حضرت عمرؓ نے یہ دیکھکر اُسکو جڑ سے کٹوا دیا اسیطرح ایک دفعہ حضرت عمر سفر حج سے واپس آرہے تھے راستے مین ایک مسجد ملی جسمین ایک دفعہ آنحضرت صلعم نے نماز پڑھی تھی اس خیال سے لوگ اسکی طرف دوڑے حضرت عمرؓ نے لوگون کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اہل کتاب انھین باتون کی بدولت تباہ ہوئے کہ اُنھون نے اپنے پیغمبرون کی یادگارونکو عبادت گاہ بنا لیا۔

سوال۔ یہ مانا کہ کعبہ کی تعظیم صرف خانۂ خدا ہونیکی وجہ سے کیجاتی ہے اور حج حضرت ابراہیم کے طریقۂ نماز کا نام ہے نہ کعبہ کی عبادت کا لیکن جب کہ مذہب اسلام مین

ہر طرح کی سہولت رکھی گئی ہے اور اسکا طریقۂ نماز بھی ایک کامل مکمل اور شائستہ صورت پر مبنی ہے اور انسان کے فطری جذبات کا نمونہ ہے تو پھر لوگون کو ایک دور دراز سفر کی تکلیف ما لا یطاق مین مبتلا کرنا اور ایک کامل و شائستہ طریقۂ نماز کو (جیسا کہ مذہب اسلام مین رکھا گیا ہے) اسکو چھوڑ کر ایک قدیم نا مکمل طریقۂ نماز کا (جو انسان کی ابتدائی وحشیانہ زندگی سے تعلق رکھتا ہے) لوگون کو پابند کرنا ایک حیرت انگیز امر ہے اور کوہ کندن وکاہ بر آوردن ہے۔

جواب یہ بھی عدم تدبر کا نتیجہ ہے رسولخدا صلعم نے جن اُصولون پر کعبہ کو حج کیلیے قائم رکھا اور ابراہیمی طریقۂ نماز پر لوگون کو رغبت دلائی اور اُسکا ادا کرنا صرف عمر بھر مین ایک مرتبہ ہر مُسلمان پر فرض ہوا بشرطیکہ استطاعت کی پوری شرطین موجود ہون ہان اپنے شوق سے ہر مسلمان کو اختیار ہے جتنی مرتبہ چاہے حج کرے وہ اُصول یہ ہین۔

(۱) جو اغراض حضرت ابراہیم کو رسم حج قائم کرنے کی باعث ہوئے یعنی خدا ے واحد کی باہم ملکر عبادت کرنا مکہ کی آبادی اور تجارت کو ترقی دینا اور اسطرح پر روحانی وتمدنی برکات کو ایک اجتماعی شکل مین لانا یہی اغراض آنحضرت صلعم کو رسم حج جاری رکھنے کے باعث ہوئے عرب جاہلیت مین یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ ایام حج مین تجارت کرنے سے خلوص جاتا رہتا ہے اُس کو دوسری لفظون مین یون سمجھو کہ گویا دُنیا دین سے ایک جُداگانہ چیز ہے آنحضرت صلعم نے اِس غلط خیال کو

مٹایا اور خدائے تعالیٰ نے فرمایا۔

ولاجناح علیکم ان تبتغوا فضلا من ربکم	اگر تجارت سے تم روزی کمانیکی تلاش کرو تو کچھ گناہ نہین۔

(۲) انسان پر تاریخی واقعات اور بزرگون کی یادگارون کا قدرتی طور پر بہت بڑا اثر پڑا کرتا ہے اسی بنا پر مختلف طریقے یادگار قائم کرنے کے ہر قوم مین جاری ہین۔ کوئی کتب خانہ کسی بزرگ کے نام پر جاری کرتا ہے کوئی اسکول وکالج کھولتا ہی کوئی اسٹیچو کھڑا کرتا ہے۔ اِسی بنا پر آنحضرت صلعم نے رسم حج کو برقرار رکھا جو سراسر اخلاص وتوحید پر مبنی ہے اور اُس مقدس بزرگ کی سالانہ یادگار ہے جو دُنیا کی قومون کے لئے خدائے واحد کا نام پھیلانے اور فطرت اللہ یا دین اللہ کو تمام دُنیا مین شایع کرنے کا باعث ہوا ایسے بزرگون کی یادگار قائم رکھنا اور اُنکے پُرانے تاریخی واقعات کو زندہ کرنا درحقیقت اُنکے دلی احسانون کا اعتراف کرنا ہے اور اس بات کا ہمیشہ یادرکھنا ہے کہ خدا نے کسطرح انسان تک اپنی برکت اور اپنا فضل پہونچایا یہی یادگار آئندہ نیکیون اور فوائد کے جاری رکھنے مین بہت بڑی مددگار ہوتی ہے انسان کے دلکو نرم اور نیکیون کی طرف راغب رکھتی ہے ہمت مضبوط ہوتی ہے قلبی اور روحانی قوت کو تازگی حاصل ہوتی ہے آنحضرت صلعم نے فرمایا۔

وقفوا علی مشاعرکم فانکم علی ارث من ارث ابیکم ابراھیم	اپنے مشاعر پر وقوف کرو کیونکہ تمھارے باپ ابراہیمؑ کے ورثہ مین تمکو یہ ورثہ ملا ہے۔

(۳) اسلام کا لفظ اپنے معنی اور اپنے مفہوم کے اعتبار سے خود اس بات کی دلیل ہی کہ

وہ تفرقہ کو مٹاتے اور خدائے واحد کی پرستش کے ذریعے سے تمام دُنیا کو متحد الغرض بنا کر ایک سطح پر لانے کیلیے پیدا ہوا ہے جس طرح اسلام انسان کو روحانی ترقی کے بلند مدارج پر پہونچنے کے قابل بناتا ہے اسیطرح وہ تمدنی ترقی کے اعلیٰ سے اعلیٰ مرتبہ پر پہونچنے کی صلاحیت اور دُنیا مین نائب وخلیفہ خدا کہلوائے جانیکا شرف انسان کو بالاستحقاق عطا کرتا ہے۔ اسلام نہ کسی مُلک کے ساتھ خاص ہے نہ کسی نسل کے ساتھ مخصوص نہ کسی زمانہ اور وقت کے ساتھ محدود جس جوش محبت سے وہ ایک عربی النسل کو اپنے آغوش تربیت مین لیتا ہے اُسی طرح وہ بلال حبشی صہیب رومی اور سلمان فارسی کو اپنے کنار شفقت مین جگہ دیتا ہے۔ اسلام کی نگاہ مین ہر غلام بجائے خود شہنشاہ ہے اور ہر ایک شاہنشاہ اپنے فرائض کے اعتبار سے ایک ادنیٰ غلام کے مساوی ہے۔ پس جو مذہب ایسے اہم اور برتر مقاصد پر شامل ہو ضرور ہے کہ اُسمین اجتماع انسانی اور باہمی ارتباط قائم رکھنے کے تمام تر اُصول موجود ہون چنانچہ اہل محلہ کا باہم ملکر پنجوقتہ نماز جماعت ادا کرنا ہر ہفتہ مین جمعہ کو اہل شہر کا یکجا ہو کر خدائے واحد کی عبادت کرنا ہر سال دُنیا کے دور دراز مختلف ملکون شہرون قصبون اور دیہات سے مختلف نسلون جماعتون اور قومونکے بڈھون جوانون بچون اور عورتون کا مسجد الحرام یعنی کعبہ مین مجتمع ہو کر ایک حالت کے ساتھ خدا کو پکارنا اور لبیک اللھم لبیک کہتے جانا باہمی ارتباط واتحاد کی یہ ایسی جامع اور دل پر نقش ہونے والی صورتین ہین جنسے بہتر انسانی خیال مین نہین گزر سکتین اب ہر شخص انصافاً

اندازہ کرسکتا ہے کہ حج کیا چیز ہے وہ مسلمانون کے جمع ہونے یا ہم ملکر ایک خدا کو پوجنے آپسمین تعارف واتحاد قائم ہونے اور اُنکی شوکت ظاہر ہونے اور اُنکے لشکرون کے فراہم ہونے اور دین کی عزت کا دن ہے جس قوم کی افراد مین مضبوط اتصال ہوگا اور جس قوم مین ہمت و استقلال اور مصائب وغیرہ برداشت کرنے کی زیادہ تر صلاحیت ہوگی وہی قوم سعادت وبہبودی کے میدان مین سب سے زیادہ پیشرو قوم ہوگی ایسی قوم اگر گرتی بھی ہے تو جلد اُٹھتی ہے اور جب غافل ہوتی ہے تو جلد ہوشیار ہوتی ہے۔

اب رہا یہ سوال کہ اسلام نے ابراہیمی طریقۂ عبادت کو جو انسان کے ابتدائی وحشیانہ زندگی سے علاقہ رکھتا ہے کیون جاری رکھا اور ایک شائستہ مہذب صورت کو چھوڑ کر نامکمل طریقہ کو کیون ترجیح دی اسکی ضرورت خود انسان کی فطرت بتلا رہی ہے انسانی طبیعت کا خاصہ ہے کہ جو حالتین شب و روز انسان کے پیش نظر رہتے ہین گو وہ کیسی ہی عمدہ اور خوشگوار ہون لیکن اُنسے طبیعت مانوس ہو جاتی ہے اسکے سبب انسان کو نہ زیادہ فائدہ پہونچتا ہے نہ دل اُن سے زیادہ متاثر ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ کوئی شغل کیسا ہے تفریح بخش ہو تھوڑے سے عرصے کے بعد وہی مکلّف و دل آزار ہو جایا کرتا ہے اور آدمی بجائے اسکے دوسرا شغل گو اُس کے مقابلے مین کیسا ہی کمتر درجہ رکھتا ہو اُسکو پسند کرتا ہے اور اُس سے بہت کچھ متاثر ہوتا ہے قطع نظر اُسکے بے تکلف سادہ زندگی بھی ایک طرح پر نہایت عمدہ ہوتی ہے اور اپنی سادگی اور بے گناہی کے سبب سے تقدس کیطرف زیادہ میلان رکھتی ہے ایسی مقدس

زندگی کو چند روزہ پاک خدا کی عبادت کے لیے اختیار کرنا جو بڑھے دادا کے قدیم
زمانہ مین تھی بہت قوی اثر خدا کی محبت کا دلمین پیدا کرتی ہے اور روحانی تربیت
کے لیے نہایت مفید ثابت ہوتی ہے خصوصًا جب کہ ایک گروہ کثیر کے مجمع کے
ساتھ ہوا ور حج کا مجمع ایک فنا ات او صرف ایک ذات پاک کی یاد مین دیوانہ وار مستغرق ہو
سوال درحقیقت یہ ایسے عمدہ اُصول ہین اور حج کعبہ ایک ایسے اعلیٰ درجے
کی حکمت اسلام نے قائم کی جسکی دُنیا مین کوئی دوسری نظیر نہین ہے لیکن ہم تو
کسی ایک مسلمان مین بھی اِن باتون کا اثر نہین پاتے ہم جو کچھ دیکھتے یا سنتے ہین
وہ یہ ہے کہ حج ایک خدا کا حکم ہے اور وہان جا کر تمام دُنیا کے گناہ دُھلجاتے ہین۔
جواب۔ بلاشُبہہ مسلمانون کا بدقسمتی سے یہی حال ہے بلکہ اِس سے بدتر اسلام
کے حقائق کو قرآن اور آنحضرت صلعم کے عملی طریقون سے دریافت کرنا چاہیئے
نہ ہم جیسے مسلمانون کے بدترین حال سے جو لوگ یہ سمجھتے ہین کہ اینٹ و چونے کے
بنے ہوئے چوکھونٹے گھر مین ایک ایسی متعدی برکت ہے جہان سات دفعہ اُسکے
گرد پھرے اور سیدھے بہشت مین چلے گئے یہ اُنکی محض خام خیالی ہے کوئی چیز سوائے
خدا کے مقدس نہین ہے اُسی کا نام مقدس ہے اور اُسی کا نام مقدس رہیگا
کعبہ تو ایک مسجد اور خدا کی عبادت کرنے کی جگہ ہے اور بس صرف اس چوکھونٹے
گھر کے پھر لینے سے کیا ہوتا ہے اُس کے گرد تو اونٹ اور گدھے بھی پھرتے ہین
وہ تو کبھی حاجی نہوئے پھر دو پاؤن کے جانور کو اُسکے گرد پھر لینے سے ہم کیونکر حاجی

جانین ہان جو حقیقتاً حج کرے وہ حاجی ہے۔

سوال۔ حج کی شرطین اور ارکان حج کیا کیا ہین اور کسطرح ادا کیئے جاتے ہین۔

جواب۔ حج فرض ہوتا ہے استطاعت کے ساتھ استطاعت اُسے کہتے ہین کہ آدمی تندرست ہو راستہ مین امن ہو خوف وخطر اور نرخ کی گرانی نہو مال حلال اسقدر رکھتا ہو کہ اہل وعیال کا نان ونفقہ جاری رکھ سکے اور لوٹ کر واپس آسکے سواری وغیرہ مہیّا کر سکے خدائے تعالیٰ فرماتا ہے۔

عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا۔	لوگون پر فرض ہے کہ خدا کے لیے خانۂ کعبہ کا حج کرین جس کو اُس تک پہونچنے کا مقدور ہو۔

حج مین اتنی چیزین ہین۔ احرام[۱] ونیت[۲]۔ طواف[۳] قدوم۔ سعی[۴] بین الصفا والمروہ۔ خروج[۵] منیٰ وقوف[۶] مزدلفہ منیٰ[۷] اور رمی جمار۔ طواف[۸] الزیارت۔ طواف[۹] الصدر۔

احرام ونیّت حج

احرام باندھنے کیلئے مقامات معین ہین جو میقات کہلائے جاتے ہین مکہ کے رہنے والون کیلئے خاص حرم کعبہ میقات ہے اور مدینہ کی طرف سے آنیوالون کے لیے ذوالحلیفہ اور عراق کی طرف سے آنیوالون کے لیے ذات عرق اس مقام کو حضرت عمرؓ نے میقات قرار دیا بعض لوگ روایت جابرؓ پر استدلال

کرگے رسولخدا صلعم کی طرف اسکو منسوب کرتے ہین مگروہ روایت مرفوع نہین دارقطنی
نے اُسکی تضعیف کی ہے شام کی طرف سے آنیوالون کے لیئے جحفہ اور نجد کی طرف
سے آنیوالون کیلئے قرن اور یمن کی طرف سے آنیوالون کے لیے جسمین ہندوستان
سے جانیوالے بھی شامل ہین یلملم میقات ہو قرآن مجید مین میقات کا ذکر نہین ہے
غالباً جو لوگ باہر سے کعبہ کی زیارت یا حج کو آتے تھے جب قریب پہونچتے تھے
تو حج کی نیت سے جو باتین خلاف تقدس و ادب کے سمجھتے تھے اُن سے پرہیز
کرتے تھے رفتہ رفتہ وہ مقامات میقات قرار پاگئے اور تمام مسافرون کا وہین
سے احرام باندھنا ایک امر لازمی ہوگیا اگر کوئی شخص بلا ارادہ حج اور بغیر باندھے
احرام کی میقات پر مکہ مین چلا جائے اور مکہ مین پہونچنے کے بعد حج کا ارادہ کرے
اور احرام باندھے تو اُس کے حج مین بھی کوئی نقص نہین ہونے کا میقات پر
پہونچکر صرف حج کی یا صرف عمرہ کی یا حج وعمرہ دونون کی نیت سے احرام باندھا جاتا
ہے احرام کے معنے ہین کوئی ایسا بزرگ اور مقدس کام شروع کرنا جس کا ادب
نہ توڑا جاسکے احرام مین صرف ایک چادر بطور تہبند کے باندھتے ہین اور ایک
چادر اوڑھنے کیلیے ہوتی ہے مگر سر پر چادر نہین اوڑھی جاتی سر کھُلا رہتا ہے چادر
ایک پاٹ کی ہو خواہ دو پاٹ کی سی ہوئی کچھ مضائقہ نہین ہے قطع کیا ہوا کپڑا جو
قینچی سے قطع کرکے سیتے ہین پہننا منع ہے۔

میقات پر پہونچکر غسل کیا جاتا ہے یا وضو اور اُسکے بعد نیت کرکے احرام باندھتے ہین

اور یہ کہتے جاتے ہین۔

لبیک اللھم لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد والنعمۃ لک والملک لک لا شریک لک لبیک

ہر نماز کے بعد یا جب اونچی جگہ پر چڑھے یا نیچے اُترے تو وہی جملہ کہنا چاہیئے احرام مین داخل ہونے اور حج کی نیت کرنے کا اشارہ قرآن مجید کی اِن لفظون سے پایا جاتا ہے

فَمَنْ فرض فیھن الحجّ	تو جو شخص ان مہینون مین حج کی ٹھان لے الخ

زمانہ احرام مین سر کو ڈھانکنا یا ایسا کپڑا جو قطع ہو کر سیا گیا ہو پہننا موزہ یا جرّاب سے پاؤن کو ڈھانکنا شکار کھیلنا یا دوسرے کو شکار بتانا سر منڈانا ناخن ترشوانا عورت کے پاس جانا منع ہے۔

سورۂ مائدہ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ	مسلمانو جب تم احرام کی حالت مین ہو شکار نہ مارو۔ الخ
سورۂ مائدہ أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا	دریائی شکار اور کھانیکی دریائی چیزین (جو بے شکار ہاتھ لگین احرام کی حالت مین بھی) تمھارے لیے حلال کی جاتی ہین الخ
سورۂ بقر فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ	جو شخص اِن مہینونمین حج کی ٹھان لے (تو احرام باندھنے سے آخر تک حج (کے دنون) مین نہ شہوت کی کوئی بات کرے اور نہ گناہ کی اور نہ جھگڑے کی
سورۂ بقر وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ	اور جبتک قربانی اپنے ٹھیک نہ لگ جائے اپنا سر نہ منڈواؤ۔ الخ

قرآن مجید مین بروقت احرام تہبند باندھنے اور بغیر قطع کیا ہوا کپڑا پہننے کا ذکر نہین ہے یہ رواج زمانۂ جاہلیت سے چلا آتا ہے یہ پوشاک جو حج کے دنونمین پہنی جاتی ہی ابراہیمی زمانہ کی پوشاک ہے جو بطور یادگار اسلام نے بھی برقرار رکھی۔

طواف قدوم

جب مکہ مین پہونچے اور حرم کعبہ دکھائی دے تو کہے اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد جب حرم کے اندر جاوے حجر اسود کے سامنے کھڑا ہوا ور کعبہ کے گرد گھومنا شروع کرے سات مرتبہ گھومے اور کوئی دعا جو اُسکا جی چاہے پڑھتا رہے اور اُس گھومنے مین تیز مونڈھے ہلا کر چلے سات دفعہ گھومنے کے بعد جس کو طواف کہتے ہین مقام ابراہیم مین دو رکعت نماز کی پڑھے قرآن مجید مین طواف کا ذکر آیا ہے۔ خدا فرماتا ہے۔

ولیطوفوا بالبیت العتیق	اور معبد قدیم (یعنی) خانہ (کعبہ) کا طواف کرین۔
فاذکروا اللہ عند المشعر الحرام	مشعر الحرام (یعنی مزدلفہ) مین ٹھہرکر خدا کی یاد کرو۔

سات دفعہ دوڑنیکا ذکر قرآن مجید مین نہین ہے قدیم زمانہ سے یہ رسم چلی آتی ہے۔

سعی بین الصفا والمروہ

اُسی دن طواف کے بعد صفا مروہ مین جو نہایت چھوٹے چھوٹے پہاڑ ہین سات دفعہ پھرے صفا کے پہاڑ پر چڑھے اور کعبہ کی طرف منھ کرکے کہے اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم انک حمید مجید

اس کے بعد جو دعا چاہے مانگے اور صفا پر سے اُتر کر مروہ کو جاوے اس راستے مین دو نشان بنے ہوئے ہین اُن نشانون کے بیچ مین دوڑ کر چلے جب مروہ پر چڑھے تو کعبہ کی طرف مُنہ کر کے وہی تمام جملہ جو صفا پر پڑھا تھا پڑھے یہ ایک دوڑ ہوئی جس کو ایک شرط کہتے ہین اسیطرح سات دفعہ کرے ساتوین دوڑ مروہ پر ختم ہوگی۔ قرآن مجید مین فرمایا ہے۔

ان الصّفا والمروۃ من شعائر اللہ فمن حج البیت او اعتمر فلا جناح علیہ ان یطوف بھما۔	بیشک (کوہ) صفا اور (کوہ) مروہ خدا کی ٹھہرائی ہوئی آداب گاہون مین سے ہین تو جو شخص خانۂ کعبہ کا حج یا عمرہ کرے اُس پر اُن دونون کے درمیان طواف (کے پھیرے) کرنے مین کچھ گناہ نہین۔

اگر احرام باندھتے وقت صرف عمرہ کی نیت کی ہو تو عمرہ ختم ہو گیا احرام کھولدے اور پھر آٹھوین ذیحجہ کو حرم کے اندر جا کر حج کا احرام باندھے اور اگر حج و عمرہ دونوں کی اکٹھی نیت کی ہو یا صرف حج کی نیت کی ہو تو بدستور احرام باندھے رہے۔

خروج منےٰ

جو لوگ عمرہ کر کے حج سے خارج ہوگئے ہین اُن کو چاہیئے کہ حرم مین جا کر صبح کی نماز پڑھین اور حج کا احرام باندھین اور منےٰ کو روانہ ہون اور جن لوگون نے احرام نہین کھولا وہ صبح کی نماز کے بعد منےٰ کو روانہ ہون رات کو منےٰ مین رہین منےٰ مین اُترنے مین یہ راز ہے کہ یہ بڑا بازار ہے جہان میلا سا لگا رہتا ہو ترقی

تجارت کیلئے وہان کا قیام عین مصلحت ہے۔نوین تاریخ صبح کی نماز کے بعد علے
الصباح عرفات کے میدان مین جاوین اور غروب آفتاب تک وہین رہین اور رہبر
دُعائین چاہین مانگتے رہین وہان امام اونٹنی پرچڑھکر خطبہ دیتا ہے اور لوگون کو
نیکی اور خدا پرستی کی نصیحت کرتا ہے اور ہزارون لوگ اُس کے گرد کھڑے ہو کر
سُنتے ہین اور جو نہین سُن سکتے وہ اپنی ہی جگہ دُعا وغیرہ پڑھتے ہین جبل عرفات وہ
جگہ ہے جسکی نسبت توریت مین لکھا ہے کہ خدا ابراہیمؑ کو مرئی ہوا یہ وہ جگہ ہی جہان
حاضر ہونیکو حج کہتے ہین یہ ایک دامن کوہ مین میدان ہے وہان اور کوئی چیز نہین ہے
صرف لوگ جمع ہوتے ہین اور ملکر خُدا کی یاد کرتے ہین۔قرآن مجید مین فرمایا ہے۔

فاذا افضتم من عرفات فاذکروا اللہ عند المشعر الحرام۔	پھر جب عرفات سے لوٹو تو مشعر الحرام (یعنی مزدلفہ) مین ٹھہر کر خدا کی یاد کرو۔

وقوف مزدلفہ

مغرب کی نماز کے بعد اُس میدان سے لوگ روانہ ہوتے ہین اور مزدلفہ کے میدان
مین آکر رات بسر کرتے ہین مزدلفہ مین رہنے اور منےٰ مین ایام تشریق تک ٹھہرنیکا
اشارہ اِن آیتون سے پایا جاتا ہے۔

ثم افیضوا من حیث افاض الناس۔	پھر (عرفات سے چلو تو) جس جگہ سے اور لوگ چلین تم بھی وہین سے چلو الخ

واذکروا اللہ فی ایام معدودات فمن تعجل فی یومین فلا اثم علیہ ومن تاخر فلا اثم علیہ ۔	اور گنتی کے (ان چند) دنون مین خدا کی یاد کرتے رہو پھر جو شخص جلدی کرے (اور) دو (ہی) دن مین (چل کھڑا ہو) اسپر (بھی) کچھ گناہ نہین اور جو پیچھے تک ٹھہرا ہے اسپر (بھی) کچھ گناہ نہین ۔

منٰے اور رمئے جمار

دسوین ذیحجہ کو مزدلفہ سے چلکر منیٰ مین پہونچتے ہین منٰے کے میدان مین تین ستون بطور نشان کے بنے ہین ہر ایک ستون پر سات سات کنکریان ایک ایک کرکے مارتے ہین اور ہر کنکری کے مارنیکے وقت یہ پڑھتے ہین

اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر اللہ اکبر و للہ الحمد جب تین ستونون پر کنکریان مارلین تو ہر بلندی و پستی پر اور نماز کے بعد جو لوگ لبیک کہتے ہون وہ کہنا موقوف کردین اور جمرۃ العقبہ کے پاس ایک چھوٹی سی پہاڑی ہے وہان قربانی کرین اور سر منڈائین یا بال کترواڈالین اور احرام کھولدین اور کپڑے پہن لین مگر عورت کے پاس جانیکی ابتک اجازت نہین ہے قربانی جو حج مین کیجاتی ہے وہ تین طرح کی ہوتی ہے ایک وہ قربانی جو جانور کو ساتھ لیکر جاتے ہین اس ارادہ سے کہ مکہ مین جاکر ذبح کرینگے اُسکا ذکر اس آیت مین ہے ۔

والبدن جعلناھا لکم من شعائر اللہ لکم فیھا خیر	اور ہمنے تمھارے لیے قربانی کے اونٹون کو (بھی) (اُن دقابل ادب) چیزون مین قرار دیا ہے جو خدا کے ساتھ نامزد کیجاتی ہین اُن مین تمھارے لیے

فاذکراسم اللہ علیہا صواف فاذا	(چیدہ چیدہ) فائدے ہین تو اُنکو کھڑا رکھکر (ذبح کرو) اور (ذبح کرتے وقت)
وجبت جنوبھا فکلوا منھا	اُنپر خدا کا نام لو پھر جب وہ کسی پہلو گر پڑین تو اُنمین سے آپ
واطعموا القانع والمعتر۔	بھی کھاؤ اور قناعت پیشہ اور گدائی پیشہ (سب محتاجون) کو کھلاؤ۔

دوسری قربانی وہ ہے جو حج تمتع مین کیجاتی ہے اُسکا ذکر اس آیت مین ہے۔

فاذا امنتم فمن تمتع بالعمرۃ الی الحج فما	پھر جب تمھاری خاطر جمع (یعنی عذر رفع) ہوجائے تو جو کوئی عمرے
استیسر من الھدی فمن لم یجد فصیام	کو حج سے ملا کر فائدہ اُٹھانا چاہے تو (اُسکو) قربانی (کرنی
ثلثۃ ایام فی الحج وسبعۃ	ہوگی) جیسی کچھ میسر آئے۔ اور جس کو (قربانی) میسر نہو تو
اذا رجعتم	تین روزے حج کے دنون مین رکھلے اور سات جب واپس آؤ۔

تیسری قربانی عام طور پر حج کے بعد ہے اُسکا ذکر اس آیت مین ہے۔

ویذکروا اسم اللہ فی ایام	اور خدا نے جو مویشی چارپائے اُنکو دیے ہین (اُن) خاص دنون
معلومات علی ما رزقھم من	مین (اُنکی قربانی کرتے وقت) اُنپر خدا کا نام لین تو (لوگو اِم) قربانی
بھیمۃ الانعام فکلوا منھا	(کے گوشت مین) سے (آپ بھی) کھاؤ اور مصیبت زدہ محتاج کو
واطعموا البائس الفقیر	(بھی) کھلاؤ۔

گیارھوین اور بارھوین کو بدستور منےٰ مین رہے اور اِن دونون دنونمین بھی ان تینون ستونون کو سات سات کنکریان اُسی طرح مارے جسطرح کہ دسوین کو مارین تھین رمے جمار کا ذکر کلام مجید مین نہین ہے۔

طواف الزیارت

انھین تاریخونمین یعنی دسوین یا گیارھوین یا بارھوین کو قربانی کرے پھر منٰے سے حرم مین آئے اور خانۂ کعبہ کا طواف اسیطرح کرے جسطرح اوپر بیان کیا گیا اور پھر منٰے مین چلا جائے بعد اُس کے اپنے کام مین لگے اور جو چاہے سو کرے اگر کسی نے طواف قدوم کے بعد سعی بین الصفا والمروہ نکی ہو تو اُس کو اِس طواف کے بعد کرلینی چاہیئے۔

طواف الصدر

جو لوگ اور ملکون سے حج کرنے کو آتے ہین اور حج کے بعد واپس جانا چاہتے ہین تو اُنکو صرف طواف کر کے روانہ ہونا چاہیئے۔

اقسام حج

حج تین قسم ہے۔ افرادؔ۔ قرانؔ۔ تمتعؔ اگر صرف حج کی نیت سے احرام باندھا ہے وہ تو حج افراد ہے اور اگر حج و عمرہ دونون کی نیّت سے احرام باندھا ہے اُسکا نام قران ہے اور اگر صرف عمرہ کی نیت سے اور عمرہ کر نیکے بعد پھر حج کی نیت سے احرام باندھا ہے تو حج تمتع ہے۔

حج افراد و تمتع کی تو وہی صورت ہے جو بیان ہوئی البتہ حج قران مین اس قدر فرق ہے کہ طواف قدوم اور سعی بین الصفا والمروہ دو دو دفعہ کرنے لازم ہین۔
ارکان حج تمام ہوئے جو عہد ابراہیمی کی یادگار ہین اب ہم ان ارکان کے وہ اغراض بیان کرتے ہین جنکی نہایت تفصیل کے ساتھ اسلام نے صراحت کی ہو تاکہ ہمارا قدم صراط المستقیم سے ڈگمگا کر وہم پرستی اور رسم پرستی کے تاریک گڑھے مین ہمکو نہ ڈھکیل دے
حجر اسود جو کعبہ کے ایک گوشہ مین نصب ہے اُس کا مقصد یہ ہے کہ طواف کی تعداد معلوم رہے اُسی کونے سے طواف شروع ہوتا ہے اور وہین ختم ہوتا ہے اور حجر اسود کو چھو لیا جاتا ہے یا بوسہ دیا جاتا ہے یا اُسکی طرف اشارہ کر لیا جاتا ہی جس سے معلوم ہو کہ ایک طواف ختم ہوا قرآن مجید مین اُسکا ذکر نہین ہے ترمذی ابن ماجہ اور دارمی مین طرح طرح کی حدیثین آئی ہین جنمین اُس کو جنت کا پتھر بتایا گیا ہے مگر وہ سب مجروح و مرجوح ہین حضرت عمرؓ نے بوقت طواف کعبہ فرمایا۔

انی اعلم انک حجر وانک لاتضر ولاتنفع	مین جانتا ہون کہ تو ایک پتھر ہے نہ فائدہ پہونچا سکتا ہی نہ نقصان۔

پھر فرمایا اگر مین آنحضرت صلعم کو بوسہ دیتے نہ دیکھتا تو ہرگز بوسہ نہ دیتا ایک وقت مین آگ لگ گئی تھی اُسوقت سے حجر اسود سیاہ ہو گیا ہے اسیطرح حج کے ارکان مین رمل ایک رکن ہے یعنی طواف کرتے وقت پہلے تین دوڑون مین دوڑتے چلتے ہین ائمہ اربعہ اُسکو ایک حج کی سنت سمجھتے ہین لیکن حضرت عمرؓ نے صاف کہدیا کہ۔

مالنا وللرمل انما کنا رأینا به المشرکین وقد اھلکھم اللہ	اب ہمکو رمل سے کیا غرض اُس سے مشرکونکو رعب لانا مقصود تھا اب تو اُنکو خدا نے ہلاک کر دیا۔

یہ اِس بنا پر کہا کہ رمل کی ابتدا یون ہوئی تھی کہ رسولخدا صلعم جب مدینہ سے مکہ مین تشریف لائے تو کافرون نے مشہور کیا کہ مسلمان ایسے نحیف اور کمزور ہو گئے ہین کہ کعبہ کا طواف بھی نہین کر سکتے آنحضرتؐ نے یہ سُن کر رمل کا حکم دیا اُس کے بعد یہ فعل ایک دستور ہو گیا حضرت عمرؓ نے جیسا کہ شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ مین لکھتے ہین رمل ترک کر دینے کا ارادہ بھی کر لیا تھا لیکن پھر آنحضرتؐ کی یادگار سمجھکر رہنے دیا عبداللہ بن عباسؓ جو حضرت عمرؓ کے خاص تربیت یافتہ تھے اُن سے جب کہا گیا کہ لوگ رمل کو سنت سمجھتے ہین تو اُنھون نے جواب دیا کہ غلط سمجھتے ہین۔

حج کے ارکان مین سے ایک قربانی بھی ہے جس کا ذکر قرآن مجید مین بھی آیا ہے اس رسم کی غرض تو صاف ظاہر ہے کہ عرب ایک غیر آباد ملک تھا اور اُسکی زمین غیر ذی زرع واقع ہوئی ایسے مُلک مین غذا اور گوشت کا توڑا ہونا ایک لازمی بات ہے اسی لیے رسم قربانی جاری ہوئی لوگ خوراک کیلئے جانور ساتھ لیجاتے تھے جو بدن اور قلائد کے نام سے مشہور تھے اور جو نہ لیجاتے تھے وہ مکہ ہی مین مول لے لیتے تھے اُن کو ذبح کر کے خود بھی کھاتے اور دوسرون کو کھلاتے وہان نکوئی دیوتا اور دیبی ہے نہ سوائے پہاڑ و زمین کے کوئی اور چیز ہے جس پر بکرا یا مینڈھا یا گائے یا اونٹ چڑھایا جائے نہ خدا کو اُسکی بو پسند آتی ہے نہ اُسکا گوشت اور ہڈیان جیسا کہ قدیم زمانہ

مین قاعدہ تھا کہ جانور مار کر آگ مین جلا دیا جاتا تھا اس خیال سے کہ خدا کو اُسکی چربی اسند پسند ہے اسلام مین غربا کو گوشت تقسیم کیا جاتا ہے اور یہی اسکا مقصود ہے اِس مقصود کو اسلام نے صاف طور پر لوگون کو سُنا دیا۔

لن ینال اللہ لحومھا ولا دماءھا	خدا کو نہ تمھاری قربانیونکا گوشت پہونچتا ہے اور نہ خون
ولکن ینالہ التقویٰ منکم	اُسکو تو تمھارے دلکی پرہیزگاری پہونچتی ہے۔

موجودہ زمانۂ حج مین ضرورت سے زیادہ لاکھون جانور ذبح کر کے جسطرح پھینکدیجاتی ہین کہ چیل کوّے بھی اُدھر رُخ نہین کرتے کیا کوئی کہ سکتا ہے کہ اُنکا ذبح کرنا داخل تقوی ہے حضرت ایوب انصاریؓ روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلعم کے عہد مین آدمی اپنے گھر بھر کی طرف سے ایک بکری قربانی کرلیتا اور سب ملکر اُس کو کھاتے اور کھلا دیتے بہرحال اسلام کا کوئی فعل کوئی رکن کوئی کام مذہبی نام سے ہو یا معمولی قسم کا سب کی غرض وغایت صرف خداے واحد کی یاد کو نقش دل کرنا ہے ظاہری رسوم پر کبھی اسلام نے زیادہ التفات نہین کیا۔

چنانچہ آنحضرت کی حجۃ الوداع کے دن ایک شخص نے ذبح کرنے سے پہلے سر منڈالیا آپ نے فرمایا کچھ حرج نہین اسیطرح جسنے قبل رمی جمار قربانی کی یا بعد شام ہوجانیکے رمی جمار کے یا سر مُنڈانے سے پہلے طواف الاضافہ کیا آپ نے فرمایا کیا حرج ہے ابن عمر کہتے ہین۔

فما سئل یومئذ عن شئ قدم	اُسدن جو کوئی بھی سوال تقدیم وتاخیر کی نسبت آنحضرت صلعم

اواخر الاقال ولا حرج | سے کیا گیا آپنے سب کے جواب مین یہی فرمایا کہ کچھ حرج نہین۔

بیان زکوۃ

سوال۔ زکوۃ وصدقات کیا چیز ہین اور کس غرض سے اسلام نے اُن کو قائم کیا ہے؟

جواب۔ زکوۃ ایک بڑا رکن اور رفرض اسلام کا ہے خداوند تعالیٰ فرماتا ہے واقیموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ یعنی نماز پڑھتے رہو اور زکوۃ دیتے رہو زکوۃ کے معنے لغت مین ہین پاک کرنا بڑھنا اور اصطلاح شرع مین زکوۃ سے مُراد ہے راہِ خدا مین صرف کرنا جس کا دوسرا نام قومی ہمدردی ہے زکوۃ خاص ہے اور صدقہ عام یہ تو ظاہر ہے کہ انسان اپنی زندگی کو اور اپنی آسائش کو تمام چیزون سے زیادہ عزیز رکھتا ہے اور اسی اقتضائے فطرت کے مطابق اسلام نے بھی حق نفس کو تمام حقوق پر مقدم رکھا ہے جیسا کہ حدیث مین وارد ہے لنفسك عليك حق تیرے نفس کا تجھپر حق ہے لیکن یہ بات انسان کو اُسوقت تک حاصل نہین ہوسکتی جب تک کہ دوسرے لوگ بھی اُسکو مدد نہ دین اس لیے کہ انسان فطرتاً مدنی الطبع پیدا کیا گیا ہے اُس کو اپنے ابناء جنس کے ساتھ مل جُل کر رہنا پڑتا ہے اور اُسکی آسائش کے اسباب اور زندگی کی حاجتون کا پورا ہونا زیادہ تر دوسرون کی اعانت و مدد پر موقوف ہے یہی فطری حاجت اور اپنی زندگی کو عزیز رکھنے کا جذبہ انسانی ہمدردی کا اصلی مخرج ہے پس اس مین ذرا بھی شک نہین کہ جو شخص بظاہر

کسی دوسرے آدمی کی مدد کرتا ہے وہ اصل مین واسطہ یا بلا واسطہ یا واسطہ در واسطہ خود اپنی مدد آپ کرتا ہے جو لوگ دوسرون کے ساتھ ہمدردی نہین کرتے وہ خود اپنی عزیز زندگی کے وسیلون کو نقصان پہونچاتے ہین خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے

من عمل صالحًا فلنفسہ | جو نیک عمل کرتا ہو وہ خاص اپنے (بھلے) کے لئے۔

چونکہ لوگون مین باعتبار نسل خاندان قوم وطن اور قریب و بعید ملکون کی مختلف مراتب پائے جاتے ہین پس الاقرب فالاقرب جو شخص جس قدر قریب ہے اسیقدر وہ حق مین بھی قریب ہے اسی اختلاف مراتب کی مناسبت سے ازروے قانونِ قدرت خداوند تعالیٰ نے ہمدردی کے بھی مختلف درجے رکھے ہین جن کو ہم اپنی زبان مین رحم موانست یا اخوت اور ہمدردی کے لفظ سے تعبیر کرتے ہین گویہ تینون لفظ نتیجہ کے اعتبار سے ایک ہی معنی رکھتے ہین مگر منشا کے اعتبار سے ہرایک کا جداگانہ مطلب ہے۔

رحم ایک فطری نیکی ہے جو ہمجنس اور غیر جنس دونون کے ساتھ یکسان طور پر برتی جاتی ہے حدیث مین آیا ہے یرحمکم من فی الارض یرحمکم من فی السماء زمین والون پر تم رحم کرو تاکہ آسمان والا تمپر رحم کرے یعنی خدا۔

موانست یا اخوت اُس جذبہ کا نام ہے جو ہمجنس و ہمقوم کے ساتھ خاص ہے حدیث مین آیا ہے لایؤمن احدکم حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسک کوئی شخص تم مین سے کامل مومن نہین ہوتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لیے وہ چیز دوست نہ رکھے

جس کو وہ اپنے لیے دوست رکھتا ہے اس جگہ بھائی کے لفظ سے عام مسلمان مُراد ہین
ہمدردی یہ ایک عام نیکی ہے جو تمام آدمیون سے یکسان علاقہ رکھتی ہے اور
عقل کے نتیجون مین سے ایک عمدہ نتیجہ ہے یہ ہمدردی ہر ذی عقل مین ہو سکتی ہے
حدیث مین آیا ہے الخلق کلھم عیال اللہ فاحب خلقہ الیہ انفعھم لعیالہ سب مخلوق خدا کی
عیال ہے خدا کو اپنی مخلوق مین سے وہ شخص زیادہ عزیز ہے جو اُسکی مخلوق کو زیادہ نفع پہونچائے۔
اِن تینون قسم کی ہمدردیون مین بھی بہت سے مختلف درجے پائے جاتے ہین آدمی کی زندگی
و آسائش کے وسیلون مین جس قدر تفاوت ہوگا اُسی قدر اِن ہمدردیون مین بھی
تفاوت ہونا لازمی ہے باپ بیٹا بی بی بھائی پھر درجہ بدرجہ اور رشتہ دار پھر ہمسایہ
پھر قوم پھر اپنے قریب کے ملک کے لوگ پھر اُس سے دور ملک کے باشندے آدمی
کی زندگی و آسائش کے وسیلے ہوا کرتے ہین۔ اِسی تفاوت درجات کے ساتھ آدمی
کو اپنے ابناء جنس کے ساتھ ہمدردی سے پیش آنا لازم ہے حدیث مین آیا ہے
انزلوا الناس منازلھم لوگون کے ساتھ پیش آؤ اُن کے مرتبون کے موافق ظاہر ہے
کہ باپ کو جو بیٹے کے ساتھ جوش ہمدردی ہوا کرتا ہے وہ پوتے کے ساتھ نہین ہوتا
اسیطرح یہ سلسلہ جس قدر بڑھتا جاتا ہے اُسیقدر ہمدردی کے اعتبار سے گھٹتا جاتا ہے۔
سوال یہان ایک بات دریافت طلب یہ ہے کہ بعض لوگ اِس سلسلہ کو فطری یا
قدرتی نہین جانتے بلکہ اُسکو ایک قسم کا دھوکہ بتاتے ہین اُنکا قول ہے کہ اگر یہ کوئی
فطری چیز ہے تو کیون انجان بیٹے یا اَن پہچان باپ کے ساتھ آدمی کو ہمدردی نہین

ہوتی اظہار نفرت کے موقع پر بھی اس امر کا پتہ لگتا ہے جب آدمی کو کسی سے نفرت پیدا ہوتی ہے تو باوجود قدرتی رشتہ ہونے کے اکثر دیکھا گیا ہے کہ کچھ بھی اُس کے ساتھ ہمدردی نہین رہتی ان تمام باتون پر نظر کرنے سے تو یہ واقعی معلوم ہوتا ہے کہ اس سلسلہ کو فطری یا قدرتی ٹھہرانا صحیح نہین اور جب یہ سلسلہ فطری نہ ٹھہرا تو اس سلسلہ کے ساتھ فطری طور پر ہمدردی ہونا قابل تسلیم نہین ہو سکتا۔

جواب غیر فطری ہونے کے ثبوت مین جو واقعات ذکر کیے گئے ہین وہ واقعات تو بلاشبہہ صحیح ہین لیکن اُنسے سلسلہ کے خلافِ فطرت ہونے کا کافی ثبوت نہین ہوتا اسمین کسی قدر فہم کی غلطی شامل ہے انجان بیٹے اور ان پہچان باپ کے ساتھ آدمی سے ہمدردی جو ظہور مین نہین آتی اُس کا سبب یہ نہین ہے کہ وہ ہمدردی اُسمین موجود نہین ہوتی بلکہ اُس کا سبب یہ ہے کہ انسانیت کا ایک بڑا حصہ جسکا نام علم ہے یعنی جاننا وہ موجود نہین ہوتا اسیطرح یہ بات تو ظاہر ہے کہ قریبی رشتہ دار آدمی سے زیادہ جزئیت رکھتا ہے اور جب جزئیت فطری ہوئی تو ہمدردی کا ہونا بھی ایک فطری بات ہے البتہ بعض اوقات کوئی امر خاص ترقی موانست کا باعث ہوجاتا ہے اور ہمدردی کو اُسکے درجے سے بہت زیادہ بڑھا دیتا ہے اور کسی وقت کوئی خاص امر ترقیِ نفرت کا سبب ہوجاتا ہے اور وہ اُس فطری ہمدردی کو اسقدر روپوش کردیتا ہے کہ بظاہر اُس کے موجود ہونے کا پتہ نہین لگتا مگر اس سے یہ لازم نہین آتا کہ وہ ہمدردی معدوم ہوگئی۔

الغرض بنی نوع انسان مین تعلقات کا سلسلہ فطری ہے اور انھین تعلقات کے فرق مراتب کے لحاظ سے اُنمین ہمدردی ہوتا بھی فطری ہے مگر افسوس ہے کہ اکثر لوگ اِن تعلقات کے سمجھنے مین اور ہمدردی کے مختلف طریقون کو حسبِ مراتب برتنے مین طرح طرح کی غلطیان کرتے ہین اِس موقع پر یہ ظاہر کردینا بھی فائدہ سے خالی نہین کہ ایک بات اور تعجب خیز مگر قابل غور یہ بھی ہے کہ جو ہمدردی اعلیٰ درجہ رکھتی ہے مثلاً باپ کی ہمدردی بیٹے کے ساتھ یا بیٹے کی ہمدردی باپ کے ساتھ اگر وہ عمل مین نہ لائی جاوے تو معیوب خیال کیجاتی ہے لیکن اگر وہ عمل مین لائی جاوے تو زیادہ قابلِ تعریف نہین خیال کیجاتی بلکہ محض ایک معمولی بات سمجھی جاتی ہے یہ کیون؟ اسلئے کہ قانون قدرت نے اُس ہمدردی کرنے پر آدمی کو مجبور کیا ہے اور جو بات مجبوراً آدمی کو کرنی پڑی وہ اُسکی ذاتی خوبی مین شمار نہین ہوسکتی اور جو ہمدردی کہ ادنیٰ درجہ رکھتی ہے مثلاً ایک آدمی کی ہمدردی اپنے دور کے عزیز یا ہمقوم آدمی کے ساتھ اگر وہ عمل مین نہ لائی جاوے تو ایک ادنیٰ بات سمجھی جاتی ہے لیکن اگر وہ عمل مین لائی جاوے تو بہت ہی قابل تعریف سمجھی جاتی ہے یہ کیون؟ اس لیے کہ اِس ہمدردی سے قانون قدرت کی منشا کی پورے طور پر تکمیل ہوتی ہے افسوس ہے کہ بعض نادان آدمی اپنی کم فہمی سے دھوکا کھاکر اعلیٰ درجے کی ہمدردی کو ادنیٰ درجے کی ہمدردی سمجھکر چھوڑ بیٹھتے ہین اور ادنیٰ درجے کی ہمدردی کو اعلیٰ درجے کی ہمدردی سمجھکر اختیار کرلیتے ہین مگر اعلیٰ درجے کی ہمدردی چھوڑنے کی بُرائی ادنیٰ درجے

کی ہمدردی کی خوبی کو بھی اپنے ساتھ سے لے ڈوبتی ہے اور برباد کردیتی ہے

سوال اچھا یہ بھی صحیح ہمنے مانا کہ انسانون مین سلسلۂ قرابت واتحاد فطری ہے اور اُنمین قریب وبعید کے درجات کے اعتبار سے ہمدردی کے بھی مختلف درجے ہونا لازمی ہین۔ آدمی کو چاہیئے کہ لوگون کے مدارج پر کافی غور کرکے جوجس درجہ کا آدمی ہو اُسی درجے کے مناسب مطابقِ قانونِ قدرت ہمدردی عمل مین لائے لیکن بڑی حیرت کی بات تو یہ ہے کہ اسلام جیسے طبعی پاک مذہب نے ہمدردی کے استعمال کو نہ صرف زکوٰۃ اور صدقات کی صورت مین جائز رکھا بلکہ یون کہنا چاہیئے کہ زکوٰۃ کو فرض ٹھہرایا۔ مین تو اپنے ذاتی تجربہ کی بنا پر بلاخوف کہہ سکتا ہون کہ شاید بعض اتفاقی حالتومین تو زکوٰۃ وصدقات حسنِ تمدن ومعاشرت کے لحاظ سے ایک کارآمد اور مفید چیز ہوسکتی ہون ورنہ بالعموم توجہان تک دیکھا جاتا ہے زکوٰۃ وصدقات سے زیادہ مہلک اور خطرناک دوسری چیز نہین زکوٰۃ وصدقات کے بھروسہ پر لوگون مین مفت خوری کی عادت پیدا ہونے لگتی ہے آدمی فرائض انسانی کو بھولکر محنت سے جی چُرانے لگتا ہے غیرت وحمیت (جو قومی ترقی کے حق مین برقی قوت کا حکم رکھتی ہے) وہ لوگون کے دلون سے کافور ہونے لگتی ہے خوشامد اور غلامی کی ذلیل خصلت قوم کے دلونمین پیوست ہوجاتی ہے بڑے بڑے شریف سفید پوش گو مُنھ سے سوال نہ کرین مگر مختلف پیرایون اور طریقون سے بلامعاوضہ خدمت مدد وکاربرآری کے طالب رہا کرتے ہین کسی نے سچ کہا ہے کہ فقیر کی صورت سوال ہے کہ اگر خوش قسمتی

سے ایک آدمی خوشحال ہو تو اُس خاندان کے اکثر ممبر اپنی بسر اوقات اور کارگزاری کا مدار اُسی ایک آدمی کی مدد و اُمید پر رکھتے ہین اور ہر وقت اُسی کی جیب ٹٹولتے رہتے ہین۔

عوام کے طبقہ مین تو فقیری اور گداگری ایک پیشہ سمجھا جاتا ہے اور گداگرونکی تعداد روز بروز بڑھتی چلی جاتی ہے۔ چنانچہ بجنسہٖ یہی حالت آج ہمارے ہندوستان کے مسلمانون کی ہو رہی ہے مردم شماری کے نقشون مین اکثر مسلمانون نے اپنا پیشہ اور اپنی قوم فقیر گداگر لکھوائی ہے۔ کسی شہر یا قصبہ مین آپ جائیے جس قدر گداگر مسلمان در در بھیک مانگتے اور غیر قومون کے سامنے ہاتھ پھیلاتے اور خدا و رسولؐ اور علی مرتضیٰ اور حسنینؑ کا نام بیچتے پھرتے آپ کو دکھلائی دین گے ہرگز اس قدر دوسری قومون کے فقیر آپ کو نظر نہ آئین گے۔ غیر قومین مسلمانون کی یہ ذلیل حالت دیکھکر اسلام ہی کو اُنکی مفلسی کا سبب قرار دیتی ہین اُن کا قول ہے کہ اسلام ہی لوگون کو بے ہمت و کاہل بناتا ہے اور تعلیم اسلام ہی کی بدولت یہ لوگ حرامخور ہو جاتے ہین ان عملی تجربون سے تو مسٹر کارنیگی کا قول صحیح معلوم ہوتا ہے وہ کہتے ہین کہ "اصولاً دنیا کے پردہ پر سب سے زیادہ خراب کرنیوالی چیز خیرات ہے"

جواب۔ زکوٰۃ اور صدقات کی نسبت جو کچھ بُرائیان و خرابیان بیان کی گئین وہ زکوٰۃ و صدقات کے غلط استعمال سے متعلق ہین نہ نفس زکوٰۃ و صدقات سے حسن تمدن و معاشرت کے حق مین زکوٰۃ و صدقات کو مفید و کارآمد نہ سمجھنا خود تعجب کی

بات ہے - کیونکہ دُنیا مین رہکر بنی نوع انسان کو اتفاقاتِ وقت سے کسی حالتمین نجات ملنا ممکن نہین ہے امیر و غریب عالم و جاہل مجرد و متاہل فقیر او ر بادشاہ مرد و عورت سب کو دوران زندگی مین کچھ نہ کچھ اتفاقات پیش آیا ہی کرتے ہین اور ایسے ہی موقعون پر ایک آدمی دوسرے آدمی کی ہمدردی واعانت کا حاجتمند ہوا کرتا ہے - چونکہ انسانی حاجتین زیادہ تر مال سے تعلق رکھتی ہین اور آسائش زندگی کے وسیلون مین مال سب سے بڑا وسیلہ ہے اسی لئے اور اسی ضرورت کو مدنظر رکھکر اسلام نے زکوٰۃ وصدقات کو قومی وانسانی فرض قرار دیا جو بالکل واقعات کے اعتبار سے ضروری اور انسانیت کے اعتبار سے ایک فطری فرض ہے اور بہت سی حالتونمین نہایت مفید ہے بشرطیکہ اُن کے طریقۂ استعمال مین غلطی نہ کیجاوے کچھ شک نہین کہ جس غلط طریقۂ استعمال کو اس زمانہ کے مسلمانون نے اپنا دستورالعمل بنا رکھا ہے نہ اسلام نے اُس طریقہ کی ہمکو تعلیم دی اور نہ اسطرح خرچ کرنے کو اُس نے باعثِ ثواب ٹھہرایا گو ہم اپنی جہالت و لاعلمی سے کتنا ہی اُسکو نیکی کا کام سمجھین مگر اسلام تو اس طریقۂ استعمال کو تباہیِ دین اور نکال آخرت قرار دیتا ہے جس کا جی چاہے خدا کی پاک کتاب اور جناب رسولخدا صلعم کے طرزعمل سے اُس کو ملا کر دیکھ لے -

اسمین شُبہہ نہین کہ اسلام نے مخصوص حالتونمین عام مخلوق کے لیے صدقات کو اور خاص قوم کے حاجتمندون کے لیے زکوٰۃ کو قومی حق اور ذریعہ ہمدردی ٹھہرایا ہے

اور بہت زور و تاکید کے ساتھ یتامیٰ مساکین بیکس مسافرون اور درماندہ سائلون کے ساتھ خلوص دل سے حُسن سلوک و مروت کا حکم دیا ہے اور مالی مدد کرنے پر ترغیب دی ہے جو عین حکمت اور فطری ہمدردی پر مبنی ہے حدیث مین آیا ہے تاخذ من اغنیائھم و ترد الی فقرائھم ہم خوشحال لوگون سے لیتے ہین اور اُنھین کے تنگ دست بھائیون پر اُسکو لوٹا دیتے ہین۔ اسمین بھی کچھ شُبہ نہین جو لوگ باوجود فرضیت زکوٰۃ نہین دیتے وہ نہ صرف خدا کی نافرمانی کرتے ہین بلکہ وہ اپنے کو کُل قوم کا گنہگار بناتے ہین اور مسلمانون کا ذلیل و خوار اور تباہ و نادار ہونا روا رکھتے ہین اسیطرح جو لوگ شرعاً اور عقلاً کسی طرح بے معاوضۂ خدمت و محنت مالی مدد کے مستحق نہین ہین مگر سوال اور مفت خوری کے عادی ہین وہ نہ صرف خدا کے عتاب مین گرفتار ہوتے ہین بلکہ دوسرون کے حق کو غصب کرنے والے اور قوم کو ذلت کے گڑھے مین گرانے کے مجرم بنتے ہین۔

افسوس ہے کہ بدقسمتی سے مسلمانون کی جہالت اور نفس پروری نے بانیٔ مذہب کی اصلی غرض اور حکم خدا کے اصلی منشا کو چھوڑ کر زکوٰۃ و صدقات کی صورت مسخ کردی امیرون نے زکوٰۃ اور اُسکے استعمال کے اُن عمدہ طریقون کو ترک کرکے جو اسلام نے تعلیم کیے تھے خیرات کے نام سے اپنی شہرت و نمود حاصل کرنے کو یا غیر مستحق اور بے حمیت لوگون سے پیچھا چھڑانے کے لیے یا فرضی و خیالی ثوابون کی اُمید مین جود و عطا کے ایسے معیوب اور بیجا طریقے اختیار کیے جنھون نے افرادِ قوم کو بے عزت

اور مفلس و تباہ کرنے مین ہر طرح کی ہمدردی اور خود اُن کو مقروض کرکے اُن کی جائدادون کو غیرون کے لیے مال غنیمت بنا دیا سچ تو یہ ہے کہ اس زمانے مین اگر کسی مستحق کو بھی کچھ دیا جاتا ہے تو وہ بھی خیرات کے طریقۂ استعمال کی ناقص اور مخالفِ شرع ہونے کی وجہ سے یا تو وہ شخص اپنے حق سے کم پاتا ہے یا اپنے حق سے زائد حاصل کرکے دوسرے حاجتمند اور مستحق لوگون کا حق غصب کرتا ہے انھین بیجا مصارف اور خلافِ شرع طریقون نے ہزارون کو گداگر اور کوڑی کوڑی کا محتاج بنا دیا جنکو دیکھکر غیر قوم کے لوگ اپنی لاعلمی یا حق پوشی کی وجہ سے اسلام پر علانیہ تہمت لگانے مین دریغ نہین کرتے اسلام تو بغیر اشد درجہ کی مجبوری کے جس کی برداشت طاقت انسانی سے باہر ہو سوال کو حرام قرار دیتا ہے اور فقیری و گداگری کو سواد الوجہ فی الدارین بتاتا ہے۔ جناب رسالتآب صلعم نے کبھی یہ روا نہین رکھا کہ غیر مستحق یا غیر معذور آدمی دوسرے لوگون کی کمائی سے ناجائز فائدہ اُٹھائے اور اسطرح غیرت و حمیت کو (جو اسلام کا عنصر غالب ہے) مٹانے کی کوشش کرے۔ قبیصہ بن مخارق رض سے روایت ہے کہ وہ دو قبیلون کے باہم صفائی کرانے مین قرضدار ہو گئے تھے اس لیے آنحضرت صلعم سے طالب مدد ہوئے آپ نے فرمایا ٹھہرو مال صدقہ آنے دو پھر آپ نے فرمایا کہ اے قبیصہ صرف تین شخصون کو سوال حلال ہے۔

(۱) جو شخص کسی دین کا ضامن ہو تو ادائے دَین کے لیے سوال جائز ہے۔

(۲) جس شخص کا مال تباہ ہو گیا ہو تو اسکو صرف سامانِ گزران حاصل کرنے کو سوال جائز ہے۔

(۳) جو شخص فاقہ زدہ ہوا اور قوم کے تین عقلمند آدمی اُسکے فاقہ کی گواہی دین تو اُس کو صرف گزران کے سامان کرنے کو سوال جائز ہے۔

ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسولخدا صلعم نے فرمایا جس نے مال مانگا اپنی رقم بڑھانیکو نہ بغرض گزران تو وہ دوزخ کی چنگاری لیتا ہے چاہے کم لے یا زیادہ غرض جس کے پاس کھانے کو اسقدر ہو کہ وہ صبح وشام کے لیے کافی ہو سکے اسکو سوال کرنا منع ہی مین اس مقام پر دو واقعہ اور بیان کرتا ہون جن سے صاف صاف زمانہ رسالت کا طرز عمل معلوم ہو جاویگا کہ کیا تھا حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ انصار مین سے ایک شخص رسولخدا صلعم کی خدمت مین حاضر ہوا اور خیرات کا سوال کیا آپ نے جواب مین فرمایا کہ کیا تمھارے گھر مین کوئی چیز نہین ہے انصاری نے جواب دیا کہ صرف ایک گدڑی اور ایک پیالہ ہے آپ نے حکم دیا کہ دونون چیزین لے آؤ اور جو اصحاب اُسوقت موجود تھے اُن سے فرمایا کہ کون شخص اِن چیزون کا خریدار ہے انمین سے ایک صحابی نے ایک درہم قیمت لگائی آپ نے فرمایا اس سے زیادہ کون دینا چاہتا ہے یہ سُنکر ایک اور صحابی نے دو درہم قیمت لگائی آنحضرت نے اُنسے دو درہم لیکر اِس سائل کے حوالے کیئے اور حکم دیا کہ ایک درہم کا غلہ خرید کر بال بچون کو کھلاؤ اور دوسرے درہم کی کلھاڑی خرید کر لُہار سے لاؤ اُس انصاری نے حکم کی تعمیل کی آپ نے اُسکی کلھاڑی مین دستہ اپنے دستِ مبارک سے لگایا الفاظِ حدیث یہ ہین "فشد فیہ رسول اللہ صلعم عودابیدہ ثم قال اذھب فاحتطب" یعنے آپ نے دست مبارک

سے اُسمین لکڑی لگائی اور فرمایا کہ جاؤ جنگل سے لکڑیان کاٹ کر لاؤ اور بیچو اور پھر فرمایا کہ پندرہ روز کے بعد پھر اس جگہ آنا انصاری چلی گئی اُس دن سے وہ لکڑیان کاٹ کر لاتی اور بیچتی جب پندرہ روز پورے ہو گئے تو پھر اُسی مقام پر حاضر ہوئی اُسوقت دس درہم ان کے پاس بچت کے تھے آپ بہت خوش ہوئے۔غور کرو کہ اس واقعہ سے کسقدر باتین معلوم ہوئین۔غیر معذور کو نہ دینا اُسکو سوال سے روکنا۔ذاتی محنت سے روپیہ پیدا کرنے کی ترغیب دینا۔کام مین خود اُس کا ہاتھ بٹانا خدا پر توکل کے صحیح معنی تعلیم کرنا۔طلب حلال کا عادی بناتا اب ذرا انصاف سے موجودہ طریقۂ خیرات کو عہد رسالت کے طریقۂ خیرات سے مقابلہ کر کے دیکھو تو زمین آسمان کا فرق پاؤگے آب تو اچھے اچھے شریف توانا کھاتے پیتے پڑھے لکھے۔خوش پوشاک صرف اپنی نفسانی خواہشون کو پورا کرنے کے لیے یا آمدنی پیدا کرنے کیلیے بے تکلف میرے تیرے آگے ہاتھ پھیلاتے ہین اور جو لوگ خوشحال اور صاحب استطاعت ہین وہ اصلی مستحق لوگون اور قوم کے یتیمون اور غریب طالبعلمون اور مفلس بیمارون اور اصلی معذورون کی تو کچھ خبر نہین لیتے محض اپنی نمود و شہرت یا ناواجب مروت یا بیجا چھوڑانے کی غرض سے یا بیجا رحم کی بنا پر ایسے واجب التعظیم غیر مستحق اپاہجون کی مدد مین روپیہ صرف کرتے ہین اور اپنے نزدیک اس کو حق اور نیکی کا کام سمجھکر خوش ہوتے ہین فاعتبروا یا اولی الالباب کیا اب بھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ افلاس اسلام کا نتیجۂ تعلیم ہے خیر اب دوسرا واقعہ سنو۔جناب رسالتماب صلعم اور بعض صحابہ کرام رض کفار مکہ کے عداوت

اور کینہ پروری سے تنگ آکر جب مکہ معظمہ سے بہ نیت ہجرت چل کھڑے ہوئے اور مدینہ منورہ
مین بحالت پریشانی و بے سروسامانی پہونچے تو مسلمانانِ مدینہ جن کا دوسرا نام انصار
ہے اپنے غریب الوطن پریشان حال بھائیون یعنی مہاجرین کے ساتھ نہایت ہمدردی
سے پیش آئے اور آنحضرت صلعم نے انصار اور مہاجرین مین اُخوت کی بنیاد ڈالی۔ ایک
روز کا ذکر ہے کہ حضرت ابو طلحہ انصاریؓ آنحضرت کی خدمت مین حاضر تھے یہ مدینہ کے
بہت بڑے مالدار لوگون مین تھے اور اُن کے پاس ایک نہایت عمدہ بیرحا نام باغ
تھا جس کو وہ بہت عزیز رکھتے تھے یہ باغ مسجد نبوی کے سامنے واقع تھا آنحضرت صلعم اکثر
اِس باغ مین جاتے اور اُسکا شیرین خوشگوار پانی پیا کرتے تھے حضرت انسؓ کہتے
ہین کہ اُسوقت یہ آیت اُتری لن تنالوا البر حتّٰی تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ تم ہرگز بھلائی
کو نہ پہونچو گی جب تک کہ خدا کی راہ مین وہ چیز خرچ نہ کرو جس کو تم عزیز رکھتے ہو تو ابو طلحہؓ
کھڑے ہوئے اور عرض کی کہ خدا عزیز چیزون کے خرچ کرنیکا حکم دیتا ہے اور میرے تمام
مال و متاع مین زیادہ عزیز چیز یہ باغ بیرحا ہے مین اسکو اللہ کی راہ مین صدقہ دیتا ہون
یارسول اللہ آپ جس طرح کا تصرف چاہین اُسمین کرین۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا
ذٰلک مال رابحٌ ذلک مال رابحٌ یہ بڑے نفع کا مال ہے یہ بڑے نفع کا مال ہے جو
کچھ تمنے کہا وہ مین نے سُنا مین مناسب جانتا ہون کہ تم اس کو اپنے عزیزون پر تقسیم کردو
چنانچہ ابو طلحہؓ نے اس باغ کو اپنے اقارب اور چچازاد بھائیون پر تقسیم کردیا۔
آنحضرت صلعم کے اس طرز عمل سے صاف ظاہر ہے کہ آپ نے اہل حق کو سب پر مقدم

رکھا اور آپ نے یہ گوارا نہ کیا کہ سوائے اہل حق کے دوسرا بلا معاوضہ خدمت اس سے فائدہ اُٹھائے۔ زکوٰۃ وصدقات سے مقصود شارع کا صرف انسانی مصیبتون اور اتفاقی حاجتون کو رفع کرنا ہے نہ مفت خورون کا پیٹ بھرنا

سوال یہ سچ ہے کہ انسانی مصیبتون اور اتفاقی حاجتون کو ہلکا کرنا فرضِ انسانیت ہے آدمی کے دلمین فطری طور پر ہمدردی کی تحریک اُس حالت مین پیدا ہوتی ہے جب وہ کسی کو رنج ومصیبت مین مبتلا دیکھتا ہے لیکن مصیبتین اور حاجتین بھی بہت قسم کی ہین مصیبت کا اطلاق اکثر تو ایک نسبتی مفہوم پر ہوا کرتا ہے بارہا ایسا دیکھا گیا ہے کہ ایک شخص بقدر ضرورتِ زندگی وجہ کفاف رکھتا ہے مگر وہ اپنی زندگی کو ایک دولتمند آدمی کے مقابل مین رنج ومصیبت خیال کرتا ہے۔ ایسا بھی ہوا کرتا ہے کہ جو چیز ایک آدمی کے لیے مصیبت ہوتی ہے وہی چیز دوسرے کے لیے مصیبت نہین ہوتی بلکہ باعثِ راحت ہوتی ہے کیونکہ عادت واستعمال سے بڑا اختلاف پیدا ہوجاتا ہے خدا نے انسان کی بناوٹ کچھ اسطرح کی بنائی ہے کہ وہ کبھی اپنی موجودہ حالت پر خواہ کیسی ہی اچھی اور ضرورت کے لحاظ سے کافی ہو قانع نہین رہتا روز بروز اُسکی خواہش وحرص ترقی کرتی چلی جاتی ہے۔

حرص قانع نیست بیدل ورنہ اسبابِ جہان
اُنچہ ما درکار داریم اکثرے درکار نیست

یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ بعض اوقات کسی خاص جوش کی حالت مین جو چیز پہلے مصیبت

معلوم ہوتی تھی اَب بالکل راحت معلوم ہونے لگتی ہے اصل تو یہ ہے کہ انسان کی راحت
و تکلیف اور خوشحالی و بدحالی کا زیادہ تر مدار خود اُسکی طبیعت و تخیل پر مبنی ہوتا ہے
جیسا انسان کا ذاتی خیال ہوتا ہے ویسے ہی اُس کو اپنی حالت نظر آتی ہے دو آدمی
جو ایک ہی مقدار کی آمدنی ایک ہی قسم کا قریب قریب اسباب اور ایک ہی قسم کی
حالت رکھتے ہین مگر ایک آدمی اُن سب کو ہیچ سمجھتا ہے اور اپنی زندگی کو رنج و
مصیبت خیال کرتا ہے اور روپیہ کے لیے ہر ایک کے سامنے ہاتھ پھیلاتا پھرتا ہے
اور دوسرا آدمی اُنھین چیزون کو اپنی لئے سرمایۂ خوشی سمجھتا ہے اور اُسی حالت مین
قانع اور مگن رہتا ہے اگر بہ نظر انصاف دیکھا جائے تو ایسی حالتین ہرگز رنج و مصیبت
نہین کہی جاسکتین لہذا یہ معلوم ہونا بھی ضروری ہے کہ درحقیقت مصیبت کیا چیز ہے
اور اُسکا اصلی مفہوم اسلام نے کیا قرار دیا ہے۔؟

جواب۔ ہان یہ سب باتین سچ ہین ایسی حالتون کو اسلام نے بھی اصلی رنج و
مصیبت کبھی تسلیم نہین کیا جیسا کہ ایک غریب انصاری کے قصّے سے جو اوپر مذکور
ہوا صاف ظاہر ہے نہ ایسی حالتون مین زکوٰۃ و صدقات سے مدد دینے کا حکم دیا بلکہ
اس قسم کی مصیبتون کا علاج شرع نے استغنا یا سیلف ہیلپ کو قرار دیا ہے حدیث
مین آیا ہے الغنیٰ غنی النفس اصلی تونگری دل کی آسودگی ہے قرآن مجید مین فرمایا ہے
لیس للانسان الا ما سعیٰ انسان کے واسطے وہی چیز ہے جس کے لیے اُسنے کوشش
کی۔ کچھ شک نہین کہ جب تک انسان کو اپنی مدد آپ کرنے کا خیال اور کسی قدر

استغنا پیدا نہو روپیہ پیسہ جاہ ومنصب عرض دُنیا کی کوئی چیز انسان کو خوشحال اور مستغنی
نہین بنا سکتی رنج ومصیبت کا اصلی مفہوم اُس حالتِ بد کا پیش آنا ہے جو قدرتی راحت
وخوشی کے برخلاف ہو۔ اِسکی بھی دو صورتین ہین پہلی صورت یہ ہے کہ وہ بدحالت
غیر اختیاری واقعات سے پیدا ہوئی ہو اگر ایسا ہے تو اُسمین ہمدردی کرنا عین مقتضائے
فطرت ہے دوسری صورت یہ ہے کہ وہ بدحالت انسان کی اختیاری وارادی افعال
سے بطور نتیجہ پیدا ہوئی ہو اِسکی بھی دو صورتین ہین۔ اگر وہ بدحالت انسان کی لاعلمی
یا نقصانات غیر متعدی کے سبب سے پیش آئی ہو تو وہ بھی پہلی صورت مین داخل ہے
اور قابلِ ہمدردی ہے اور اگر اُسکے برخلاف ہے تو وہ درحقیقت مصیبت نہین
ہے بلکہ ایک قدرتی سزا ہے جو کسی ہمدردی کی مستحق نہین۔ ھٰذَا بِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ
وَیَعْفُوْ عَنْ کَثِیْرٍ پس جب رنج ومصیبت کی حقیقت معلوم ہوگئی تو جس حالت پر
اصلی مصیبت یا اُسکی مُشابہ ہونے کا اطلاق ہو اُس حالت مین کسی کی مدد کرنا اصلی
اور سچی ہمدردی کہی جائے گی اور اِسی ہمدردی کی اسلام نے تعلیم دی ہے۔
اور ایسے ہی مواقع پر زکوٰۃ وخیرات کا حکم دیا ہے زکوٰۃ اور خیرات مین اور بھی کئی طرح کی
خوبیان ہین۔ شریعت اسلام پر غور کرنے سے صاف طور پر دو مصلحتین اُنمین پائی
جاتی ہین۔ پہلی مصلحت تو انسان کی تہذیبِ نفس ہو اور اسکو بخل سے (جو بدترینِ اخلاق
مین سے ہے) پاک کرنا ہے بخیل آدمی کے لوگ دشمن زیادہ رہا کرتے ہین اور وہ
خود بھی مال کی محبت مین ہر وقت اُلجھا رہا کرتا ہے زندگی بھر اُسکو سکون نصیب نہین ہوتا

یہان تک کہ اِسی حسرت و اضطراب پر اُسکا خاتمہ ہوجاتا ہے دولت کے جو فوائد لازمی ہین اُنکا بڑا حصہ بخیل آدمی کے بخل کی وجہ سے ضائع ہوجایا کرتا ہے۔ خداوند تعالےٰ فرماتا ہے "وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّہْلُکَۃِ" اللہ کی راہ مین خرچ کرو اور اپنے ہاتھون اپنے کو ہلاکت مین نہ ڈالو۔ زکوٰۃ و صدقات کی باقاعدہ عادت آدمی مین سکونِ خاطر۔ زندہ دلی۔ صحیح احساس۔ اولوالعزمی اور سعادتِ مادّی و روحانی کی قابلیت پیدا کرتی ہے بہت سے بیگانون اور دشمنون کو دوست و یگانہ بنادینے کا باعث ہوتی ہے۔ حاسدون کے حسد اور لوگون کی طمع اور حرص کو کم کردیتی ہے جن لوگون کو خاص طور پر فائدہ نہین بھی پہونچتا اُنکے دل مین بھی دوسرون کی کاربرآری دیکھکر صاحبِ زکوٰۃ و خیرات کی جانب سے عمدہ خیالات پیدا کرنے کا سبب ہوتی ہے خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاَحْسِنُوْا اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ احسان کرو اللہ احسان کرنیوالون کو دوست رکھتا ہے۔

دوسری مصلحت اہل شہر سے تعلق رکھتی ہے شہر مین ہر قسم کے ناتوان و حاجتمند ہوتے ہین زمانہ کے حوادث کا انحصار کسی ایک شخص پر موقوف نہین آج ایک پر مصیبت نازل ہے تو کل دوسرے پر اسکے علاوہ انتظامی لحاظ سے لازمی ہے کہ رعایائے شہر کے مال مین سے کچھ حصہ زکوٰۃ کے نام سے مقرر کیا جاوے جو خاص خاص اسلامی و قومی ضرورتون مین صرف ہوتا ہے اور گورنمنٹ اسلامی اس کو قومی خزانہ یعنی بیت المال مین جمع رکھے تاکہ اُسمین سے سپاہ محافظ و مدبّرین اور حکام کو

جو رعایا کے کارکن اور اُنکی نفع پہونچانیوالی ہین گزارے کے طور پر مشاہرے دیے جاوین
چنانچہ جس زمانے مین مسلمان ایک زندہ قوم کہلانیکی مستحق تھی اور اَلمُلکُ وَالدِّینُ
تَوأمَانِ کی مصداق تھی اُسوقت مین عُمّالِ شاہی رقم زکوٰۃ وصول کرتی تھی اور بیت المال
مین وہ رقم جمع ہوکر قومی و اسلامی ضرورتون مین صرف کیجاتی تھی افسوس ہے کہ
انقلابِ حکومت کے ساتھ نہ اَب وہ مال رہا نہ بیت المال اولاً تو زکوٰۃ دینے والے
مسلمان بہت کم ہین اور جو دیتے ہین وہ بلالحاظِ شرائط جُداجُدا اپنی مرضی کے موافق
دیتے ہین کاش اگر ہر صوبہ ہر شہر ہر قریہ مین سب مسلمان ملکر ایک زکوٰۃ کا فنڈ قائم
کرین اور چند مُتدیّن اکابرِ شہر اُسکے نگران اور منتظم رہین اور اُنکے باہمی مشورے
سے زکوٰۃ کا روپیہ مستحق غُربا اور مختلف ضرورتون مین حسب موقع و محل صرف کیا جائے
تو آج مسلمانون کی اس فلاکت و تباہی مین بہت کچھ کمی ہوجاوے سچ فرمایا ہو انسانی
فطرت کے پیدا کرنے والے کامل القدرت نے وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّہٖ ذَوِی الْقُرْبٰی
وَالْیَتَامٰی وَالْمَسَاکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَالسَّائِلِیْنَ وَفِی الرِّقَابِ سورۂ توبہ مین
فرمایا اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاکِیْنِ وَالْعَامِلِیْنَ عَلَیْھَا وَالْمُؤَلَّفَۃُ قُلُوْبُھُمْ وَفِی الرِّقَابِ وَالْغَارِمِیْنَ
وَفِی سَبِیْلِ اللّٰہِ وَابْنِ السَّبِیْلِ فَرِیْضَۃً مِّنَ اللّٰہِ وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ خیرات کا مال تو فقیرون کا ہی
اور محتاجون کا اور اُن لوگون کا جو مالِ خیرات کے وصول کرنے پر مامور رہین اور اُن
لوگون کا جن کے دلون کو رِجھانا منظور رہے اور غلامون کی گردنین چھڑانے مین
یعنی آزاد کرانیمین اور قرضدارون کے قرضہ مین اور خدا کی راہ مین یعنی مجاہدین کے

سازوسامان مین اور مسافرون کی زاد و راحلہ مین یہ حقوق اللہ کے مقرر کیئے ہوئے ہین
اور اللہ جاننے والا دانا ہے۔

سوال۔ درحقیقت زکوٰۃ وصدقات مطابقِ قانونِ فطرت نہایت ضروری چیزین ہین اور
جو طریقۂ استعمال رسولِ خدا صلعم نے ہمکو سکھایا ہے وہ حُسنِ معاشرت وتمدن کے حق مین
بیحد مفید ہی لیکن ابھی یہ دریافت ہونا باقی ہے کہ بانی اسلام نے مقدار زکوٰۃ کیا قرار دی
ہے؟ صدقات کے حدود کیا ہین؟ اُس کے لوازم و شرائط کیا قرار دیے ہین؟ اور
لینے والے اور دینے والے کے متعلق کیا کیا احکام صادر فرمائے ہین؟ جب تک یہ
سب اُمور پورے طور پر نہ معلوم ہون اور میزان عقل پر نہ جانچ لیے جاوین اُسوقت
تک اُسکی نسبت صحیح رائے قائم نہین ہوسکتی۔

جواب۔ یہ سب باتین کتب حدیث وفقہ مین نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کیگئی
ہین اس لیے جزئیاتِ مسائل کا بیان اِس موقع پر نہ صرف غیر ضروری ہی بلکہ ہمارے
موضوعِ کتاب سے ایک جُداگانہ بات ہے ہم اِس موقع پران تمام اُمور کے متعلق بالاجمال
صرف وہ باتین بیان کرتے ہین جو مصالح شرعیہ سے تعلق رکھتی ہین اور اسلام کی اس
اہم اُصول کی عمدگی کو بدرجۂ کمال ظاہر کرتے ہین۔

مقدار زکوٰۃ قرار دینے کا سبب

جب زکوٰۃ ایک ضروری ومفید چیز ٹھہری تو لازم ہوا کہ مال کے اقسام اور زکوٰۃ کی

ایک مقدار خاص معین کیجاوے اس لیے کہ بعض مال اس قسم کے ہین کہ بسبب
صلاحیتِ افزائش زکوٰۃ کی مقدار قلیل اُن کو نقصان نہین پہونچا سکتی بعض مال
اِس قسم کے ہین کہ خواہ قلیل ہون یا کثیر باعتبار تمدنی ضرورتون اور انسانی مخصوص
حاجتون کی یا قلت وکثرتِ نسل کے اعتبار سے اگر اُن پر زکوٰۃ لازم کیجاوے تو اُنسے
بجائے تمتع حاصل ہونے کے ایک گونہ خلل پیدا ہونیکا احتمال ہے۔ اِن مصالح پر
لحاظ کر کے شریعت اسلام نے اموال نامیہ پر زکوٰۃ تجویز کی اور اُن کی چند قسمین مقرر
کین اور ہر قسم کی مناسبِ حال مقدار زکوٰۃ ٹھہرائی اگر مقدار مقرر نہ کیجاتی تو جو کم دینا چاہتا
وہ کم دیتا اور جو زیادتی سے لینا چاہتا وہ زیادتی سے لیتا اِسطرح ایک عام ابتری اور
بدنظمی پھیلجاتی مقدارِ زکوٰۃ قرار دینے کے لیے بہ نظر مصلحتِ عامّہ یہ بھی ضروری تھا کہ اُسکی
مقدار نہ اِسقدر زیادہ رکھی جاوے جو لوگون پر بارِ عظیم ہوا ور تمدّن مین خلل ڈالے اور
نہ اسقدر کم رکھی جاوے جس کا دینا انکو کچھ معلوم ہی نہ ہو اور اِسطرح وہ تہذیب نفس کے
فوائد سے محروم رہین۔ مقدار زکوٰۃ مقرر کرنے کے ساتھ ہی تعیُّن مدت بھی لازمی تھے
اور وہ بھی اِسطرح پر کہ نہ تو اتنی کم مدت رکھی جاوے کہ لوگون کو جلد جلد زکوٰۃ دینا پڑے
اور وہ گھبرا کر چھوڑ بیٹھین اور نہ اسقدر مدت دراز ہو کہ قومی حاجتون اور اسلامی ضرورتون
کو نقصان پہونچے اور اہل حاجت ومحافظین کو لاانتظار اشد من الموت کا
ذائقہ چکھنا پڑے چنانچہ اسلام نے اِن سب مصالح کو بدرجۂ اتم ملحوظ رکھکر مال کی تین قسمین
قرار دین اوّل نقد یعنی سونے چاندی پر چالیسوان حصہ قرار دیا سونے کے نصاب ۲۰ دینار

یعنی ساڑھے سات تولہ اور چاندی کے نصاب دو سو درہم ٹھرائی بعد حولان حول
یعنی ایک سال کامل گذر جانے کے بعد زکوۃ لازم ہوتی ہے پانچ درہم کے ۱۵
ماشہ ۶ رتی ہوتے ہین اگر اس سے کچھ بھی سونا یا چاندی کم ہے تو اُسپر کچھ زکوۃ نہین
چونکہ روپیہ پیسہ کا لین دین ہر وقت جاری رہتا ہے اسلیے ہمنے اُسکی کسیقدر یہان
تفصیل بیان کردی ہے۔ دوم مویشی انہین زکوۃ صرف اونٹ گائے بکری پر
واجب ہے نہ کسی اور جانور پر مثل اسپ و خچر وغیرہ کے اسکی تفصیل کتب حدیث
دفقہ مین موجود ہے۔ سوم تجارت و زراعت سے مراد صرف ناجون اور پھلون کی
کھیتیان ہین ان پر زکوۃ واجب ہے۔ ترکاریان اسمین داخل نہین اموال تجارت
پر محدثین کے نزدیک زکوۃ نہین جواہرات اور کرایہ کے جانور اور گھر یہ سب چیزین زکوۃ
سے مستثنی ہین زیورات کی زکوۃ مین اختلاف ہے بہرحال اگر کوئی دینا چاہے تو
نہ دینے سے دینا بہتر ہے۔

زکوۃ کی فرضیت

زکوۃ فرض ہے عاقل بالغ صاحب نصاب پر مگر وتی یتیم و مجنون اُس سے مستثنی ہین۔

مصارف زکوۃ کا بیان

مصارف زکوۃ آٹھ ہین۔ فقیر۔ مسکین۔ عامل۔ مولفۃ القلوب۔ غلام کے آزاد کرانےمین۔

قرضدار۔ راہ خدا مین اور مسافر۔

فقیرؔ سے مراد ہے وہ شخص جسکے پاس مال وپیسہ نہو یا نصاب سے کم یا بقدر نصاب کے مال رکھتا ہو مگر غیر نامی اور وہ بھی کسی حاجت مین مستغرق ہو۔

مسکینؔ سے مراد وہ شخص ہو جسکے پاس مال ہے یا پیسہ ہے لیکن اُسکو کافی نہین ہوتا یا وہ شخص جسکے پاس کچھ نہو روٹی کپڑے کو محتاج ہو۔

عاملؔ سے مراد وہ شخص ہے جو زکوٰۃ تحصیل وصول کرنے پر مامور ہو اس لیے کہ وہ اپنے ادائے فرض کے معاوضہ کا اور نیز حاجت کی وجہ سے مستحق ہے۔

مؤلفۃ القلوب سے مراد دو شخص ہین ایک نومسلم اور دوسرا مائل اسلام نومسلم اسلیے مستحق ہے کہ تبدیلِ مذہب کی وجہ سے جو نقصان اُسکو پہونچا ہو اُسکی کسیقدر تلافی ہو جائے اور اُسکے دل اور قوت ایمان کو تقویت پہونچے مائل اسلام کو اس لیے دینا مناسب ہے کہ اُس کو تحقیق حق اور سچائی کی تلاش مین دلجمعی کے ساتھ کوشش کرنے کا موقع ملے۔

غلامؔ آزاد کرنے مین صرف کرنا فرض انسانیت ہی اسلام نے انسانی آزادی کی حمایت اور درجۂ مساوات قائم کرنے مین کوئی دقیقہ اُٹھا نہین رکھا نزول آیت فاما منا بعد واما فداء کی بعد گویا اسلام نے غلامی کو نیست ونابود کر دیا۔

قرضدارؔ سے مراد وہ شخص ہے جو رقم قرضہ سے فاضل نصاب کا مالک نہو یا اُسکا مال لوگونپر آتا ہو لیکن اُن سے مِل نہ سکتا ہو قرض کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ کسی معصیت کیوجہ سے نہو۔

راہ خدا سے مراد اکثر کے نزدیک مجاہدین اسلام ہین امام شافعیؒ کے نزدیک باوجود
متمول وہ مستحق ہین لیکن اصل یہ ہے کہ راہ خدا ایک لفظ عام ہے پس جس چیز
پر عرفاً و شرعاً اور لغتہً لفظ فی سبیل اللہ کا اطلاق ہوگا وہ جگہ بھی مصرفِ زکوٰۃ ہین
داخل ہے مثلاً تعمیرِ مساجد تعمیر مدارس۔ وظائفِ طلبا تعمیر شفاخانہ امداد مرضا اور
تمام وہ اُمور جو تقویتِ قوم اور اعلائے کلمتہ اللہ کے باعث ہون۔
مسافر سے مراد وہ شخص ہے جو سفر مین ہو اور اُسکے پاس مال بالکل نرہا ہو یا کسی حاجت
ضروری کے سبب سے سفر مین جانا چاہتا ہو۔

وہ لوگ جنکو زکوٰۃ و صدقات دینا منع ہی

ابن عمرؓ سے مرفوعاً مروی ہی کہ کسی غنی اور صحیح الاعضا کو صدقہ دینا حلال نہین ہے
ابن عدیؓ سے یہ الفاظ مروی ہین لاحظ فیھا الغنی ولا لقوی مکتسب رواہ
ابو داؤد والنسائی یعنی غنی اور ہٹے کٹے معاش پیدا کرنے والے کا زکوٰۃ و صدقہ
مین کچھ حصہ نہین غنا کی مقدار اسلام نے لوگون کے اختلافِ حالات کو ملحوظ رکھکر
مختلف قرار دی ہی مثلاً چھوٹے پیشہ کے کم حیثیت لوگ ہین جیسے حمال کہ وہ بازار سے
سامان لاد کر لاتے ہین اور لیجاتے ہین یا ہیزم فروش وغیرہ تو اُنکی مقدار غنا طعامِ صبح و شام ہے
اور جو لوگ بڑے پیشہ والے ذی حیثیت لوگ ہین جیسے کاشتکار معذور جسکا کام
بغیر آلات کشاورزی چل نہین سکتا یا تاجر جس کا کام بغیر کسی قدر سرمایہ کی چل نہین سکتا

یا مجاہد جس کو ساز و سامانِ حرب و ضرب و خوراکِ اسپ وغیرہ کی ضرورت ہے
ایسے لوگون کی مقدار غنا ایک اوقیہ یا پچاس درہم ہین جن کو اسقدر غنا حاصل
ہو اُن کو سوال حرام ہے اور دینا ممنوع ہے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے ان ھذہ
الصدقات انما ھی من اوساخ الناس وانھا لا تحل لمحمد ولا لآل محمد
یہ صدقات لوگون کا میل ہوتی ہین اس لیئے نہ محمدؐ کے لیے حلال ہین اور نہ اولادِ
محمدؐ کے لیے فقہائے ہندوستان نے انتزاع سلطنتِ اسلامیہ کے سبب سے اور
بیت المال قائم نہونے کی وجہ سے (جہان سے حقوق اہلبیت ادا کیجاتی تھی) الضرورات
تو بیح المحظورات پر عمل کر کے بالواسطہ مالِ زکوٰۃ سے امداد سادات کو جائز رکھا ہے۔
جناب رسولخدا صلعم کے پاس جب کوئی چیز لائق کھانے کے کہین سے آتی تو آپ
دریافت فرماتے تھے کہ یہ ہدیہ یعنی تحفہ ہے یا صدقہ اگر صدقہ ہوتا تو اورون کو کھلا دیتے
تھے نہ خود کھاتے نہ اہلبیت کو کھانے دیتے وجہ یہ ہے کہ صدقے مین چونکہ معاوضہ کی
کوئی امید نہین ہوتی اس لیے معطے لینے والے کو محتاج سمجھکر دیتا ہے اور معطی کی نگاہ مین
اُس شخص کی عزت مقصود نہین ہوتی پس اِس حالت مین ایک قسم کی ذلت و
اہانت پائی جاتی ہے۔ بہرحال اسطرح کمانا تمام پیشون مین بدترین پیشہ ہے جو لوگ
بزرگان دین ہین اُنکی شان کی بالکل منافی ہے۔ افسوس ہے کہ ہمارے موجودہ
زمانے مین یہ ایک عادت مروّجہ قرار پا گئی ہے۔ اِنّا للہِ اسی طرح مقامات ایام متبرکہ
مین مثل عید وغیرہ کے سوال ممنوع ہے۔ حضرت علی مرتضیٰؑ نے ایک شخص کو عرفہ

کے دن سوال کرتے ہوئے دیکھا آپ نے فرمایا تو اس دن اور اس جگہ مین غیراللہ سے سوال کرتا ہے اور اُسکو دُرّے سے مارا۔ رواہ رزین۔

صدقہ اور ہدیہ کا فرق

صدقہ کہتے ہین راہ خدا مین کسی حاجتمند کے دینے کو اسطرح پر کہ کسی قسم کے معاوضہ کا شائبہ اُسمین نہ پایا جاوے اور ہدیہ اُس پیشکش کا نام ہے جو از راہ مزید اتحاد و مودّت دیا جاوے۔ اسی لیے آنحضرت صلعم نے ہدیہ قبول کرنے کو جائز رکھا حدیث مین ہے ان النبیّ صلعم کان اذا اتی بطعام سال عنہ فان قیل ھدیۃٌ اکل منھا وان قیل صدقۃٌ لم یاکل منھا آنحضرتؐ کی عادت تھی کہ جب کھانا آتا دریافت کر لیتے اگر ہدیہ ہوتا تو کھا لیتے اور اگر صدقہ ہوتا تو نہ کھاتے۔

صدقہ کیلیے تمول شرط نہین

صدقہ ایک ادنیٰ غریب آدمی بھی کر سکتا ہے ابو موسیٰؓ رفعًا روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ہر مسلمان پر صدقہ ہے صحابہ نے عرض کیا کہ اگر وہ کوئی چیز صدقہ کیلیے نہ پائے فرمایا اپنے ہاتھ سے کام کرے کمائی اپنی کو بھی نفع پہونچائے اور صدقہ بھی دے کہا گیا کہ اگر وہ یہ نہ کر سکے یا نہ کرے فرمایا کسی حاجتمند حیران کی مدد کرے کہا گیا اگر یہ بھی نہ کرے فرمایا خیر کا حکم کرے یعنی کوئی مفید مشورہ دے کہا گیا اگر یہ بھی نہ کرے فرمایا شر و فساد

سے باز رہے یہ بھی صدقہ ہے حدیث ابوذرؓ مین فرمایا ہے کہ تمھاری جماع وشرمگاہ مین صدقہ ہے کہا گیا کہ اسمین تو آدمی اپنی خواہش پوری کرتا ہے کیا اسمین بھی اُسکو اجر ملتا ہے کہا کہ اگر وہ اپنی خواہش کو حرام مین صرف کرتا تو اُسپر گناہ ہوتا یا نہین اسیطرح جب اُسکو حلال صرف کیا تو اُسکو اجر ملے گا۔ رسول خدا صلعم نے فرمایا یعدل بین اثنین صدقۃ الحدیث دو آدمیون مین انصاف کرنا صدقہ ہے۔ اپنی سواری دیکر کسی کی مدد کرنا صدقہ ہے اچھی بات کہنا صدقہ ہے۔ نماز کے لیے قدم اُٹھانا صدقہ ہے۔ ہر مرتبہ لا الہ الا اللہ کہنا صدقہ ہے اسی قسم کی اور باتین صدقہ ہین۔

صدقہ واجب

صدقات مین صاحب نصاب پر صدقہ عید الفطر واجب ہے فی آدمی نصف صاع گیہون جس کے قریباً دو سیر گیہون ہوتے ہین۔

صدقہ باعث تہذیب نفس اور دافع بلا ہے نیز باعث نجات فاسق ہو سکتا ہے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم وتزکیھم بھا وصل علیھم | (اے پیغمبر) انکے مال کی بھی زکوٰۃ لے لیا کرو۔ زکوٰۃ کے قبول کرنے سے تم انکو گناہون سے پاک وصاف کرتے ہو اور انکو دعای خیر دو

صدقہ کے باعث انسانی نفوس بخل کے عیوب سے پاک ہوتے ہین دلون کو جِلا حاصل ہوتی ہے خدا کی رحمت نازل ہوتی ہے۔

حدیث مین حضرت علیؓ سے مروی ہے بادروا بالصدقۃ فان البلاء لا یتخطاھا صدقہ دینے مین جلدی کرو بلا اس سے آگے نہین بڑھتی جو شخص صدقات کرتا رہتا ہے لوگ اُس سے راضی رہتے ہین حاسدین کا حسد ٹھنڈا پڑ جاتا ہے طمع اور لالچ مین لوگون کے کمی آجاتی ہے اُس کی طرف سے غیرون کے دلمین بھی اچھے خیالات پیدا ہونے لگتے ہین۔ خدا کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔ حدیث ابوہریرہؓ مین مروی ہے کہ ایک عورتِ فاحشہ نے ایک روز برلبِ چاہ ایک کُتّے کو دیکھا کہ پیاس کے مارے زبان نکالے پڑا سسک رہا تھا اُسنے اپنا موزہ اُتار کر اور اپنی اوڑھنی مین باندھکر کنوے سے پانی نکالا اور اسکو پلایا خدا نے اُسکو اِس کارِ خیر کی بدولت بخشدیا اصحابہ نے پوچھا کہ کیا ہمکو بہائم کے ساتھ سلوک کرنے پر بھی اجر ملتا ہے آپنے فرمایا فی کل ذات کبد رطبۃ ہر جگر تر مین اجر ہے۔ جگر تر سے مراد جانور ہین۔ صدقہ دیکر احسان جتانا اور ایذا دینا ممنوع ہے۔ خداوند تعالی فرماتا ہے۔ یا ایھا الذین اٰمنوا لاتبطلوا صدقاتکم بالمن والاذی کالذی ینفق مالہ رئاء الناس ولا یومن باللہ والیوم الاٰخر صدقہ ظاہر طور پر دینا جائز ہے مگر چھپا کر دینا بہتر ہے۔ خداوند تعالی فرماتا ہے۔ ان تبدوا الصدقات فنعما ھی وان تخفوا او تؤتوھا الفقراء فھو خیر لکم ویکفر عنکم سیاتکم واللہ بما تعملون خبیر

لاعلمی مین بے موقع صدقہ بھی باعث اجر ہے

حدیث ابوہریرہ مین ایک شخص کا ذکر آیا ہے جس نے اپنا صدقہ لاعلمی کی حالت مین ایک مرتبہ چور کو دوسری مرتبہ فاحشہ عورت کو تیسری مرتبہ ایک آسودہ حال آدمی کو دیدیا جب لوگون مین یہ چرچا پھیلا تو اُسنے افسوس سے کہا اللھم لک الحمد علی سارق وزانیۃ وغنی خداوندا ہر حال مین تیرا شکر ہے میرا مال چور اور فاحشہ اور آسودہ حال آدمی کو پہونچا لوگون نے اُسکو اطمینان دلایا یہ غم کی بات نہین جو صدقہ چور کو پہونچا ممکن ہے کہ وہ اُس روز چوری سے باز رہا ہو اور وہ عورت اُس روز زنا سے بچگئی ہو کیونکہ سب کرم پیٹ کراتا ہے اسیطرح وہ صدقہ آسودہ حال آدمی کو باعثِ شرم وغیرت ہو سکتا ہے ممکن ہے کہ آئندہ اسکو بھی خرچ کرنے کی توفیق ہو اِس سے معلوم ہوا کہ خلوص نیت اور دلی جوش سے اگر صدقہ دیا جائے گو اُس سے غیر مستحق ہی کو نفع پہونچے تب بھی صدقہ دینے والے کو اجر ملتا ہے۔

صدقہ دیتے وقت ابتدا کس شخص سے کیجاوے

حدیث مین آیا ہے کہ ایک اشرفی تو وہ ہے جو تو راہِ خدا مین خرچ کرے ایک وہ ہے جو غلام آزاد کرانے مین تو صرف کرے اور ایک وہ ہی جو تو مسکین کو دے اور ایک وہ ہے جو تو اپنے کنبہ پر صرف کرے اِن سب مین زیادہ باعتبار ثواب

وہ اشرفی ہے جو تو اپنے کنبہ پر خرچ کرے آپ نے فرمایا ابدابع بمن تعول اپنے اہل و عیال سے دینا شروع کر۔ ابو ہریرہؓ کہتے ہین ایک آدمی نے حاضر ہو کر رسول خدا صلعم سے کہا میرے پاس ایک دینار ہے فرمایا اُسکو اپنی ذات پر خرچ کر اُس نے کہا ایک اور ہے فرمایا اپنی اولاد پر صرف کر اُسنے کہا ایک اور ہے فرمایا اپنی بی بی پر صرف کر اُسنے کہا ایک اور ہے فرمایا اپنے خادم پر صرف کر اُسنے کہا ایک اور ہے اُسنے فرمایا انت اعلم ابتو جان جہان مناسب ہو وہان خرچ کر اِس حدیث مین صَرف کرنے کی ترتیب تعلیم دیگئی ہے۔ بی بی کو بلا اجازتِ شوہر مالِ شوہر مین سے صدقہ دینا ممنوع ہے۔ رسول خدا صلعم نے حجۃ الوداع مین فرمایا لا تنفق امرأۃ من بیت زوجھا الا باذنہ کوئی عورت اپنے شوہر کے گھر سے بلا اجازت اُسکے کچھ خرچ نہ کرے صحابی نے پوچھا کیا کھانے کی قسم مین بھی آپ نے فرمایا کہ وہ تو ہمارے مالو ن مین سب سے افضل اور اعلیٰ مال ہے اسماء بنت ابی بکرؓ نے آنحضرتؐ سے پوچھا کہ میری مان آئی ہین اور وہ مشرکہ ہین کیا مین اُن کے ساتھ سلوک کرون آپ نے فرمایا ہان حدیث کے الفاظ یہ ہین عن اسماء قالت قلت یا رسول اللہ ان اُمّی قدمت علیّ وھی راغبۃ اور اھبۃ افا صلھما قال نعم

صدقہ کی حقارت خود گویا محنت کی ترغیب ہے

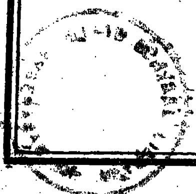
رسولِ خدا نے صدقہ کو لوگون کا میل ٹھہرایا صدقہ کو آدمی کیلیے ذلت و اہانت کا

باعث قرار دیا آنحضرت نے فرمایا جو شخص اپنی پیٹھ پر لکڑی کے گٹھے لاد کر لاتا ہے
اور اُسکو بیچتا ہے تو اللہ اسکی عزت محفوظ رکھتا ہے وہ اُن سائلون سے بہتر ہے
جو مانگتے پھرتے ہین کہین پاتے ہین کہین نہین پاتے غرض صدقات کی توہین
خود محنت و کوشش کی خوبیون کو ظاہر کرتی ہے جس قوم کا ہر فرد محنت و کوشش
کا عادی ہو وہ کل قوم کیسی کچھ متمول اور خوشحال ہوگی اور اُسکی عزت کا درجہ
کسقدر بلند و مرتفع ہوگا سچ ہے حرکت مین برکت ہے اور ہمت کا حامی خدا ہے۔

زکوٰۃ وصدقات سے علم حساب سیکھنے کی ترغیب

زکوٰۃ و وراثت وغیرہ کے احکام زور کے ساتھ خاص طور پر قوم کو علم حساب جاننے اور
باقاعدہ حساب آمدنی وخرچ کا رکھنے کی ہدایت کرتے ہین تمام مہاجن دوالی وغیرہ
کے موقع پر اپنی سال تمام کی آمدنی وخرچ کی جانچ کرتے ہین اپنے سرمایہ کی کمی و
بیشی پر نظر ڈالتے ہین اگر کسی قسم کی کمی پاتے ہین تو اُسکی تلافی مین کوشش کرتے
ہین اور اگر افزائش دیکھتے ہین تو اُن کے حوصلون مین اور ترقی ہوتی ہے اور
پہلے کی نسبت اور زیادہ اُن کو محنت و کوشش کرنیکا شوق پیدا ہوتا ہے زکوٰۃ کا
طریقہ ہمکو اپنی آمدنی کے جانچنے اور سال کے سال حساب وکتاب کے پاک وصاف
رکھنے پر متنبہ کرتا ہے۔ فقط۔

تمام شد



فہرست کتب مؤلفات عالیجناب نواب سید محمد علی حسن خان بہادر

فطرت الاسلام

یہ وہ کتاب ہی جسکی شہرت قبل چھپنے کے اطراف ہندوستان مین پہونچی اور بڑے اشتیاق کے ساتھ اُسکا انتظار کیا جارہا ہی اس کتاب مین قرآن پاک کی آیات اور احادیث صحیحہ اور مستند دلائل سے بڑی جامعیت کے ساتھ یہ ظاہر کیا گیا ہی کہ مذاہب موجودہ مین مذہب اسلام ہی ایسا مذہب ہی جو بالکل عقل و فطرت کے مطابق ہی اور ہر طرح کی مادی و روحانی ترقیونکا سرچشمہ ہی اس کتاب کا مطالعہ کرنا ہر ایک مسلمان اور خصوصاً گریجویٹ اور طلبا مدارس انگریزی کو اوقات فرصت مین بہت ہی مفید ثابت ہوگا۔ اسکے بلند پایہ مضامین کی ایک مکمل فہرست علیحدہ موجود ہے جس سے اس مفید کتاب کی نوعیت پر روشنی پڑتی ہی یہ کتاب باعتبار چھپائی کے بھی اعلیٰ درجے کی ہی اسکی نسبت اسی قدر کہنا کافی ہی کہ یہ نامور مطبع نامی پریس کانپور مین باہتمام جناب منشی محمد رحمت اللہ صاحب رعد طبع ہوئی ہے۔ قیمت۔

نسخہ مجلد کاغذ درجہ اعلیٰ . . . . سے ۱

نسخہ غیر مجلد کاغذ درجہ اعلیٰ . . . . عہ ۱

نسخہ غیر مجلد کاغذ متوسط . . . . عہ ۱

المدنیۃ فی الاسلام [۲]	یہ کتاب اپنی انوکھی نوعیت اور جدتِ مضامین کے لحاظ سے پہلی تالیف ہی۔ اِس سے قبل کوئی مستقل کتاب اِس موضوع پر زبان اُردو مین ایسی نہین لکھی گئی جسمین آیاتِ قرآنی اور احادیث سے تمام ساز و سامان دُنیا اور دُنیاوی ترقیونکو تفصیل وار زبردست دلیلون سے ثابت کیا گیا ہو اور تمام عام وخاص مسلمانونکو اسلامی احکام سے سیدھا راستہ شخصی اور قومی ترقی کا اس صفائی سے بتایا گیا ہو۔ عبارت سادہ سلیس اور عام فہم ہی اس کے مضامین کی ایک علیحدہ فہرست بھی چھپی ہی یہ کتاب ہنوز زیرِ طبع ہے۔
شریعت الاسلام [۳]	یہ عربی کے ایک نایاب رسالہ درۃ العباسیہ کا اُردو ترجمہ ہی جو مدارسِ مصر کے نصاب تعلیم مین داخل ہی جس کو محکمۂ نظارۃ المعارف مصر یعنی سررشتہ تعلیمات نے پسند کرکے شائع کرایا مبتدی طلباء کیلئے از حد مفید ہے۔ قیمت ۵/
تعلیم و تربیت [۴]	یہ نواب صاحب کا ایک اعلیٰ درجہ کا لکچر ہی جو نواب صاحب نے اپنے عہدۂ آنریری ڈائرکٹری سررشتۂ تعلیمات ریاست بھوپال کے زمانے مین ایک خاص تعلیمی جلسہ کے موقع پر دیا۔ قیمت... ۳/
البیان نمبر۲ [۵]	نواب صاحب کا یہ ایک فصیح و بلیغ لکچر ہی جو ندوۃ العلماء کے چوتھے سالانہ اجلاس مین ارشاد فرمایا تھا۔ قیمت...... ۲/

